فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 1

الٓمٓ



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

اٰیاتها ۷ ۱ سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ ۵ رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ(2) الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ(3) مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ(4) اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ(5)
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ(6) صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۠(7)

سورہ فاتحہ مکی ہے اس میں سات آیات اور ایک رکوع ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے جو وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے۔(1)

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔(2) وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے۔(3)

بدلے کے دن کا مالک ہے۔(4) ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی

سے مدد مانگتے ہیں۔(5) ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔(6) ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام

فرمایا جن پر نہ غصہ کیا گیا اور نہ وہ گمراہ ہیں۔(7)

سوال1: فاتحہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: فاتحہ اسے کہتے ہیں جس سے کوئی چیز شروع کی جائے۔ قرآن پاک کا آغاز اس سورت سے ہوتا ہے اس لیے اس کو سورۃ الفاتحہ کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت، کتابت اور نماز کی قرأت اسی سے شروع کی جاتی ہے۔

سوال2: سورہ الفاتحہ کے اور کون سے نام ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا: الحمد للہ ہی ام القرآن، ام الکتاب، سبع مثانی، قرآن عظیم، الحمد اور الصلوۃ ہے۔ ﴿2﴾ الفاتحہ کے دیگر ناموں میں الشّفاء، الکنز اور الرّقیہ بھی ہیں۔

سوال3: یہ سورت کب نازل ہوئی؟ اور اس سورت کی کتنی آیات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ ﴿2﴾ مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے پہلے نمبر پر اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے پانچویں نمبر پر ہے۔ ﴿3﴾ اس سورت کی سات آیات ہیں۔

سوال4: سورۃ الفاتحہ کی کیا فضیلت ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ آج میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے ایک ایسی سورت کی تعلیم دوں گا جو قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جب آپ ﷺ باہر نکلنے لگے تو میں نے یاد دلایا کہ آپ ﷺ نے مجھے قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت بتانے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یہی وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔'' (بخاری:4474)﴿2﴾ ابوسعید مولیٰ عامر بن کریز رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے قبل ایک ایسی سورت بتاؤں گا کہ اس جیسی تورات وانجیل میں نہیں اتاری گئی اور نہ ہی قرآن میں ویسی کوئی دوسری سورت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ جب نماز کی ابتداء کرتے ہو تو کیا پڑھتے ہو؟ انہوں نے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ پڑھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی وہ سورت ہے۔'' (مؤطا امام مالک:182)﴿3﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس جیسی سورت نہ تو تورات میں اتری ہے نہ انجیل میں اور نہ فرقان میں، یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔'' (ترمذی)﴿4﴾ سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان پورا پورا تقسیم کر دیا ہے، نصف اپنے لیے اور نصف بندے کے لیے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جو وہ طلب کرے'' جب بندہ کہتا ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے بندے نے میری حمد اور تعریف کی'' جب وہ ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے بندے نے میری ثناء کی'' جب وہ ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی'' جب وہ کہتا ہے ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جو اس نے طلب کیا'' جب وہ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ سے ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یہ میرے بندے کے لیے ہے اور اس کے لیے وہ کچھ ہے جو اس نے مانگا۔'' (مسلم)

﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾

''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے۔''

سوال1: ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ﴾ ''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی'' قرآن مجید پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا کیوں ضروری ہے؟

جواب:﴿1﴾ قرآن مجید پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ پس جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔ (النحل:98) اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہونا واجب ہے۔ نبی ﷺ نے بھی ہمیشہ اعوذ باللہ پڑھی۔﴿2﴾ یہ کتاب ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا راستہ بتاتی ہے، شیطان ہمیں اس راستے سے روکنا چاہتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہمیں اس کے شر سے بچا سکتا ہے۔ شیطان کے شر کو دور کرنا واجب ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:﴿الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم﴾ ''شیطان مردود سے'' شیطان کون ہے؟

جواب:﴿1﴾ شیطان ایک جن ہے جو انسان کا دشمن ہے۔رب العزت نے ارشاد فرمایا:﴿وَاِذْقُلْنَالِلْمَلٰٓئِكَةِاسْجُدُوْالِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓااِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے۔(الکھف :50)﴿2﴾ شیطان کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے لئے کہا گیا تھا تو اس نے حسد کی وجہ سے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔﴿3﴾ شیطان نے انسان کو گمراہ کرنے، فریب دینے اور وعدوں کے جال میں الجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی تھی۔﴿4﴾ شیطان انسان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے ہٹانے اور برائی پر آمادہ کرنے کے لئے مسلسل دشمنی جاری رکھتا ہے۔

سوال3: شیطان کو اللہ تعالیٰ نے **﴿رجیم﴾** ''مردود'' کیوں کہا ہے؟

جواب: شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرنے سے انکار کیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے رجیم قرار دیا۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم(1)﴾

''اللہ تعالیٰ کے نام سے جو وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے۔''(1)

سوال1:﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نام سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ میں اللہ تعالیٰ کے ہر نام سے ابتداء کرتا ہوں۔(تفسیر سعدی:70/1)﴿2﴾**بسم** ''نام سے'' اسم مفرد ہے جو تمام اسمائے حسنہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔﴿3﴾**اللّٰہ**: وہ جو ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے، جو تصرف کرتا ہے، جس کے فیصلے نافذ ہو کر رہتے ہیں۔وہ واحد معبود ہے۔وہ تمام صفات کمال رکھتا ہے۔اس لیے وہ اکیلا ہی عبادت کا مستحق ہے۔

سوال2:﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ ''وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان لانا واجب ہے۔مثلاً ہمارا ایمان ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ رحمٰن ہے، رحیم ہیاور رحمت کا مالک ہے۔رحمت اس کی صفت ہے جس سے وہ مخلوق پر رحم کرتا ہے۔تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ہیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔فرمایا:﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔(الاعراف:156)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے انبیاء وصالحین کے لیے اپنی رحمت کو لازم کر دیا ہے۔

سوال3: بسم اللہ کے فضائل بیان کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ﴿1﴾ جوکام بسم اللہ کے بغیر شروع کیا جاتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی۔(ابوداؤد) ﴿2﴾ جو شخص وضو سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتا اس کا وضو نہیں ہوتا۔(مسند احمد) ﴿3﴾ ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ ﴿4﴾ نبی ﷺ نے کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا۔ ہر سورت سے پہلے یہ نازل ہوئی۔ صحابہ کہتے ہیں: ہم سورتوں کو جدا نہ سمجھتے جب تک بسم اللہ نازل نہ ہوتی۔(ابوداؤد) ﴿5﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسی آیت سے تحریر قرآن مجید کا آغاز کیا۔ ﴿6﴾ آپ ﷺ نے نماز میں فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھی اور اس کو ایک آیت شمار کیا۔(ابن خزیمہ) ﴿7﴾ تمام کاموں سے پہلے برکت، مدد اور قبولیت کی امید پر بسم اللہ پڑھنا اسلامی طریقہ ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ(2)﴾

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔''(2)

سوال1: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی صفات کامل ہیں اور اس کے افعال عدل پر مبنی ہیں اور فضیلت والے ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' اللہ تعالیٰ کامل حمد کا مالک ہے اس لیے سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جیسا کہ اس کی ذات کے لائق ہے۔ يَـارَبِّ لَكَ الْـحَمْدُ كَمَايَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيمِ سُلْطٰنِكَ۔ ﴿3﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کہنا میزان کو بھر دیتا ہے۔''(مسلم:534)

سوال2: ﴿رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿رَبِّ﴾ ،معبود، آقا، مالک اور مختار کل جو اپنی ملکیت کی تمام چیزوں میں تصرف کا اختیار رکھتا ہو۔ وہ تمام جہانوں کا مربی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''سارے جہانوں کا'' اللہ تعالیٰ کے سوا ساری مخلوق عالم ہے اور عالمین اس کی جمع ہے۔ ﴿3﴾ مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کی تربیت کی دو قسمیں ہیں۔ تربیت عامہ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اس نے رزق عطا کیا اور ان مصالح کی طرف راہ نمائی کی جن میں ان کی دنیاوی زندگی کی بقا ہے اور تربیت خاصہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے لیے خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان کے ذریعے تربیت کرتا ہے اور ان تمام چیزوں کو دور کرتا ہے جو حق کے راستے پر چلنے نہیں دیتیں۔ اسی تربیت سے ہر نیکی کی توفیق ملتی ہے اور برائی سے بچنے کی توفیق ملتی ہے۔ ﴿4﴾ صرف اللہ تعالیٰ ہی نے ساری مخلوق کو پیدا کیا وہ اکیلا ہی تدبیر کرتا ہے اور سارا عالم اس کا محتاج ہے۔ ﴿5﴾ ﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ﴾ فرعون نے کہا: ''اور رب العالمین کیا ہے؟'' موسیٰ نے کہا: ''آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کا بھی رب جو ان کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔''(الشعراء:23,24) ﴿6﴾ ﴿فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْۗـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ سو بلاشبہ وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے ایک رب العالمین کے۔ جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

راہ نمائی کرتا ہے۔اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے۔اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔اور جو مجھے موت دے گا پھر وہ مجھے زندہ کرے گا۔اور جس سے میں طمع رکھتا ہوں کہ جزا کے دن وہ میری خطا بخش دے گا۔(الشعراء:82۔77)

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ(3)﴾

''وسیع رحمت والا،نہایت رحم والا ہے۔''(3)

سوال:﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾''وسیع رحمت والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہے۔اس نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔فرمایا:﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے۔(الانعام:12)﴿2﴾﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۛ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ﴾اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا اس حال میں کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمان کے سوا انہیں کوئی نہیں تھامتا۔(الملک:19)﴿3﴾﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟(الرحمٰن:21)﴿4﴾عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ''رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے۔زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا''۔(ترمذی:1924)

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ(4)﴾

''بدلے کے دن کا مالک ہے۔''(4)

سوال1:﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾''بدلے کے دن کا مالک ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿مٰلِكِ﴾اللہ تعالیٰ مالک ہے۔مالک وہ ہوتا ہے جو حکم دے،روک لے،جو نیکیوں کا بہترین ثواب عطا کرے،جو گناہوں پر سزا دے اور جو ہر قسم کا تصرف کرے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے سے مراد ہے کہ اس دن ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہوگی،کوئی فیصلہ اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکے گا،اس دن کوئی سفارش،کوئی دوستی،کوئی تجارت کام نہیں آئے گی۔﴿3﴾﴿يَوْمِ الدِّيْنِ﴾''بدلے کے دن کا''اللہ تعالیٰ جزا کے دن کا یعنی قیامت کے دن کا مالک ہے۔﴿4﴾جزا کے دن سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہوں گے۔﴿5﴾سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ لے گا،پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے گا:میں بادشاہ ہوں،زور والے(جابر)بادشاہ کہاں ہیں؟تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟پھر زمینوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا:میں بادشاہ ہوں،زور والے(جابر)بادشاہ کہاں ہیں؟تکبر والے کہاں ہیں؟''(مسلم:7051)﴿6﴾جزا کے دن لوگوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔﴿7﴾جزا کے دن اللہ تعالیٰ کی کامل ملکیت،کمال حکمت اور کمال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عدل مخلوق پر ظاہر ہو جائے گا۔ ﴿8﴾ جزا کے دن جبرائیل اور دیگر فرشتے صفیں باندھے کھڑے ہوں گے۔ ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ جس دن جبرئیل علیہ السلام اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی بات نہیں کرے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا۔ (النباء:38) ﴿9﴾ جزا کے دن وہی بات کرے گا جس کو رحمٰن کی طرف سے اجازت دی گئی ہوگی۔ ﴿يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ﴾ جس دن وہ آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا کلام نہ کر سکے گا، چنانچہ ان میں کچھ بد بخت اور کچھ نیک بخت ہیں۔ (ھود:105) ﴿10﴾ جزا کے دن سب جزا و سزا کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہوں گے اس کے ثواب کی امید رکھیں گے اور عذاب سے خوف کھائیں گے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿**مالک**﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: مالک حقیقی صاحب اختیار کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ: ﴿1﴾ وہ ایک ہی ساری کائنات اور تمام انسانوں کا مالک ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی ملکیت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی چیز کا کوئی اور اصلی مالک نہیں کہ اپنی ذاتی خواہشات کے مطابق اسے استعمال کرے۔ وہ مالک آخرت میں ایسے تمام افراد سے حساب لے لے گا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ ﴿**الرَّحْمٰنِ**﴾ ہے پھر وہ سزا کیوں دے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ ﴿**الرَّحْمٰنِ**﴾ ہے پھر وہ سزا دے گا اس لیے کہ ﴿1﴾ دنیا میں تمام اعمال کا بدلہ نہیں مل سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ انصاف اور عدل بھی کرے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ الرَّحْمٰنِ ہے لیکن بے انصاف نہیں ہے اس لیے جن کو برے اعمال اور زیادتیوں کی سزا دنیا میں نہیں ملتی ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ ﴿3﴾ وہ قدر کرنے والا ہے اس لیے اس نے نیک کام کرنے والوں کے لیے جنت تیار کر رکھی ہے۔

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (5)﴾

''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' (5)

سوال 1: ﴿**اِيَّاكَ نَعْبُدُ**﴾ ''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی ہم ایک اللہ تعالیٰ کو عبادت کے لیے مخصوص کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عبادت کی تعریف یوں کرتے ہیں: عبادت ان تمام کاموں کے لیے جامع اسم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔ وہ اقوال ہوں یا ظاہری و باطنی اعمال ہوں۔ (رسالۃ العبودیۃ:149/10) ﴿3﴾ ﴿**اِيَّاكَ نَعْبُدُ**﴾ میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کسی اور کا یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کی جائے۔ ﴿4﴾ اس کی الوہیت اس کی عبادت کا تقاضا کرتی ہے، یہی اس کی توحید الوہیت کا ثبوت ہے۔ آیت کے اس حصے میں شرک سے نفرت کا اظہار ہے۔ ﴿5﴾ عبادت کو عبادت نہیں کہا جا سکتا جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں نہ ہواوراس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا نہ ہو۔

سوال 2:﴿ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ ﴾ کی کیا بنیادیں ہیں؟

جواب: حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اِيَّاكَ نَعۡبُدُ کی دوعظیم بنیادیں ہیں: ﴿1﴾ رسول اللہ ﷺ کی متابعت۔ ﴿2﴾ معبود کے لیے اخلاص۔(الضوءالمنیر :91/1) معبود کے لیے اخلاص یہ ہے کہ سارے اقوال اوراعمال اس کے لیے ہوں اورعطا کرنا اوراوروک لینااس کے لیے ہواورمحبت اورنفرت اس کے لیے ہو،ظاہری اور باطنی معاملات اس کے لیے ہوں۔کسی معاملے کی جزاانسانوں سے طلب نہ کی جائے،نہ ان سے عزت چاہی جائے،نہ تعریف اورنہ ان کی مذمت کا خوف رکھا جائے۔جولوگ سارے اعمال اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔اسی کا رب العزت نے مطالبہ کیا ہے:﴿ وَمَآ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۙ حُنَفَآءَ ﴾ اورانہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کواللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے، یک سو ہونے والے ہوں۔(البینہ:5)

سوال 3: ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیوں کریں؟

جواب: ہمیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے،تمام نعمتیں اس نے عطا کی ہیں،زندگی اورموت کے سارے اختیارات اس کے قبضے میں ہیں اس لیے اس کا حق ہے کہ زندگی کواس کی مرضی کے مطابق گزاراجائے،توہمات،غلط طورطریقوں اوررسوم ورواج سے بچاجائے اورلوگوں کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مانی جائے۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴾ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کروجس نے تمہیں اوران لوگوں کو پیدا کیا جوتم سے پہلے تھے،تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔(البقرہ:21) نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بندوں پرحق یہ ہے کہ بندے اسی کی عبادت کریں اورکسی چیز کوبھی اس کا شریک نہ بنائیں۔بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں تب وہ انہیں عذاب نہ دے۔(بخاری:6500)

سوال 4:﴿ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ﴾ ''اورصرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی ہم ایک اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں،استعانت کواسی کے لیے مخصوص کرتے ہیں۔﴿2﴾ استعانت کا مطلب جلب منفعت اوردفع ضرر کے حصول میں پورے وثوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ پراعتماداوربھروسہ کرنا ہے۔(تفسیرسعدی:72/1)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے قیام اورمنافع کے حصول میں اورنقصان کے ازالے میں صرف اسی سے مدد کا طلب گار ہونا ابدی سعادت کا وسیلہ اورتمام برائیوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔پس نجات کا راستہ یہی ہے کہ عبادت بھی صرف ایک اللہ تعالیٰ کی کی جائے اورمدد بھی صرف اسی سے مانگی جائے۔ ﴿4﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:﴿ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ﴾ سے یہ مراد ہے کہ ہم تیری اطاعت اوراپنے تمام کاموں میں تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔(ابن ابی حاتم:29/1)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مدد مانگنا درست نہیں۔صحیح حدیث سے ثابت ہے رسول اللہ ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا: جب تم مدد مانگو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو۔(روح المعانی:151/1)﴿6﴾اللہ تعالیٰ نے استعانت کو عبادت کے بعد ذکر کیا ہے حالانکہ استعانت عبادت میں داخل ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ اپنی تمام عبادات میں اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج ہے۔اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد نہ فرمائے تو بندہ اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل اور اس کے منہیات سے اجتناب نہیں کرسکتا۔(تفسیر سعدی:72/1)
﴿7﴾عبادت کا وسیلہ استعانت ہے۔اللہ تعالیٰ پر توکل کے بغیر اور اس سے مدد مانگے بغیر عبادت ممکن نہیں۔عبادت اور استعانت کو کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا۔جیسا کہ ارشاد فرمایا:﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور تمام معاملات اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں اور آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو۔(ہود:123)﴿8﴾نبی ﷺ نے اس کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:''اے میرے اللہ! اپنا ذکر کرنے،شکر کرنے اور اچھی عبادت کرنے میں میری مدد فرما۔''(سنن ابی داؤد:1522)

سوال5: استعانت کسے کہتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾نفع کے حصول اور ضرر کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا اور یہ یقین رکھنا استعانت ہے کہ وہ ضرور اسے پورا کرے گا۔﴿2﴾استعانت میں اس کی ساری قسمیں آجاتی ہیں مثلاً توکل،تفویض اور تسلیم وغیرہ۔(الضوء المنیر)﴿3﴾شریعت کی اصطلاح میں استعانت کا مطلب ہر طرح کی عبادت اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد مانگنا ہے۔

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ(6)﴾

''ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔''(6)

سوال1:﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾''ہمیں سیدھے راستے پر چلا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی سیدھے راستے کی جانب ہماری راہ نمائی فرمائیے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیے۔﴿2﴾﴿الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾وہ راستہ جو جنت تک پہنچاتا ہے۔حق کی معرفت اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔﴿3﴾صراط مستقیم وہ شریعت ہے جس کو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے۔بندے کے لیے اپنی سعادت کا کوئی راستہ صراط مستقیم پر استقامت کے سوا نہیں اور استقامت کے لیے کوئی راستہ رب العزت کی ہدایت کے بغیر نہیں۔جیسے عبادت استعانت کے بغیر ممکن نہیں ایسے ہی صراط مستقیم پر استقامت اس کی ہدایت کے بغیر ممکن نہیں۔﴿4﴾نبی ﷺ دعا مانگتے تھے:اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ اے اللہ! میرے دل میں میری ہدایت ڈال دیجیے اور مجھے میرے نفس کی برائی سے بچا لیجیے۔(احمد:3/444)صراط مستقیم سے مراد''اسلام'' ہے یعنی وہ راستہ جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے کھولا،جس پر چلنے کی دعوت اس کے رسولوں نے دی،جس پر اس کے نیک بندے چلتے رہے،جو ہمیں اس کی رضا اور جنت تک لے جاسکتا ہے۔سیدھا راستہ صرف اللہ تعالیٰ ہی دکھا سکتا ہے اور اس پر وہی چلا سکتا ہے۔ہمیں صراط مستقیم کا علم دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور آخر میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا۔انہوں نے علم بھی دیا اوراس پر عمل پیرا ہوکر بھی دکھایا۔ان کی ذات اوران کے قائم کردہ نظام میں صراط مستقیم کا بہترین نمونہ ہے۔﴿5﴾صراط مستقیم کے لیے راہ نمائی کرنے سے مراد یہ ہے کہ تمام دینی معاملات میں علم وعمل کے اعتبار سے ہماری صحیح اورمکمل راہ نمائی فرمایئے۔﴿6﴾یہ دعا سب سے زیادہ جامع ہے۔﴿7﴾انسان پرواجب ہے کہ اپنی ہر رکعت میں اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کیونکہ وہ اس کا ضرورت مند ہے۔﴿8﴾﴿وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾اور جواللہ تعالیٰ (کے دین) کومضبوطی سے پکڑے گا تو یقیناً وہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیا گیا۔(آل عمران:101)صراط مستقیم پرتو مسلمانوں کا صرف وہی فرقہ ہے جس کے متعلق آپ ﷺ نے ارشادفرمایاتھا''مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي''جس پر میں اورمیرے صحابہ ہیں۔(ترمذی:کتاب الایمان)﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾میں انسان یہ دعا کرتا ہے کہ ہمیں نفع مند علم اورعمل صالح کی توفیق عطا فرمادے۔

﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ(7)﴾

''ان لوگوں کے راستے پرجن پرتو نے انعام فرمایا جن پر نہ غصہ کیا گیا اور نہ وہ گمراہ ہیں۔''(7)

سوال1:﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾''ان لوگوں کے راستے پرجن پرتو نے انعام فرمایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جن لوگوں پرتو نے انعام فرمایا،یااللہ ان کے راستے پرہمیں چلانا۔﴿2﴾صراط مستقیم انبیاء،شہداء،صدیقین اورصالحین کا راستہ ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کا انعام کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کے لیے ہدایت انعام ہے۔

سوال3:انعام یافتہ لوگوں سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾انعام یافتہ لوگوں سے مرادوہ لوگ ہیں جواہل ہدایت اوراستقامت ہیں۔وہ لوگ جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں،اس کے احکامات کوبجالاتے ہیں اوراس کے روکے ہوئے کاموں سے باز رہتے ہیں۔یہ وہ راستہ ہے جس پروہ لوگ چلے جن پراللہ تعالیٰ کا انعام ہوایعنی انبیاء،صدیقین،شہدااورصالحین۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾اور جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پراللہ تعالیٰ نے انعام کیا،نبیوں اورصدیقوں اورشہیدوں اورصالحین میں سے!اوریہی بہترین ساتھی ہیں۔(النساء:69)انعام یافتہ لوگوں کے راستے پرچلنے کے لیے ان کی زندگیوں کے بارے میں جاننا اوران کے طریقوں پر چلنا ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نبی ﷺ کی اتباع کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:﴿غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾''جن پر نہ غصہ کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿لْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ جن لوگوں نے حق کو پہچان کر اسے ترک کر دیا مثلاً یہود وغیرہ۔(تفسیر سعدی:73/1)**﴿2﴾** رب العزت نے فرمایا:﴿ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ﴾ وہ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور جن پر غصے ہوا اور ان میں سے جن کو اس نے بندر اور سؤر بنا دیا۔(المائدہ:60)

سوال5: اللہ تعالیٰ کے غضب سے کیا مراد ہے؟

جواب: غضب: اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا عقوبت یا سزا دینے کا ارادہ ہے۔غضب اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے۔اس بارے میں حدیث ہے: بے شک صدقہ رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔یہ اس کی فعلی صفت ہے۔(تفسیر فتح القدیر:31/1)

سوال6: اللہ تعالیٰ کا غضب کن لوگوں پر ہوا؟

جواب: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا یہ غضب ابلیس پر ہوا جس نے نافرمانی کی اور تکبر کیا۔اکثر مفسرین کے خیال میں مغضوب لوگوں سے مراد یہودی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بندر اور سؤر بنا دیا۔

سوال7:﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ کے ساتھ ہمارا رویہ کیسا ہو؟

جواب: حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مومنوں پر یہ حق ہے کہ وہ ان پر غضب ناک ہوں۔**﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾** میں غضب کا فاعل ذکر نہیں کیا گیا اس میں یہ نکتہ بدیع ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور مومنوں کا غضب ہے۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اہل غضب سے دشمنی کا حکم دیا ہے تا کہ مومن اپنے رب کے غضب کی موافقت کریں اور اس سے راضی ہو جائیں جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور یہی عبودیت کی حقیقت ہے۔(الضوء المنیر:122/1)

سوال8:﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾''اور نہ وہ گمراہ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿الضَّآلِّيْنَ﴾ جنہوں نے نصاریٰ کی مانند حق کو ترک کر کے جہالت اور گمراہی کو اختیار کیا۔(تفسیر سعدی:73/1) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہود **﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾** اور نصاریٰ **﴿الضَّآلِّيْنَ﴾** ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ یہود نے حق کو پہچانا اس کی پیروی نہیں کی اور نصاریٰ نے بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔(ابن تیمیہ،مجموع الفتاویٰ:127/3) سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا کہ علماء میں سے جو فساد کرے تو وہ یہود کے مشابہ ہے اور عبادت گزاروں میں سے جو فساد کرے وہ نصاریٰ کے مشابہ ہے اور اسلاف کہتے تھے کہ فاجر عالم اور جاہل عبادت گزار کے فتنے سے بچو۔ان دونوں کا فتنہ ہر فتنے میں مبتلا ہونے والے کے لئے فتنہ ہے۔(مجموع الفتاویٰ:190/19)**﴿2﴾** **﴿الضَّآلِّيْنَ﴾**:الضلال گمراہی،''ضلالة'' ہدایت کی ضد ہے۔صراط مستقیم سے ہٹ جانے کو ضلالت یا گمراہی کہتے ہیں خواہ کوئی جان بوجھ کر اس راستے کو چھوڑ دے یا جہالت سے اس پر نہ چلے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال9: عیسائی کیسے گمراہ ہوئے؟

جواب: عیسائی صراط مستقیم کا علم نہیں رکھتے اسی وجہ سے وہ گمراہ ہوئے۔عیسائی اگرچہ عمل کرنے والے ہیں مگران کا طریقۂ عمل غلط ہے۔ (مختصرابن کثیر:8/1) عیسائیوں نے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے معاملے میں غلو کیا،عبادات میں بدعات نکالیں جیسے رہبانیت۔عیسائیوں کا فساد، عبادت گزاروں کا فساد ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنی خواہشات کے تقاضوں کے مطابق کرتے ہیں نہ کہ اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے۔انہوں نے اپنے شیوخ (علماء اور درویشوں) کو ربوبیت کی منزل تک پہنچادیا اور وہ حلول اور اتحاد کے نظریے تک پہنچ گئے۔اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مجھے میرے مقام سے نہ بڑھاؤ جیسے عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مقام بڑھادیا تھا۔'' (تفسیرابن تیمیہ:121/1)

سوال10: ہم گمراہی سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

جواب: سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:سنو!میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں،ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جو اللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔جو اس کی پیروی کرے گا ہدایت پر ہوگا اور جو اسے چھوڑے گا گمراہ ہوجائے گا۔(مسلم:6228)

آیاتها ۲۸۶ | ۲ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّة ۸۷ | رکوعاتها ۴۰

سوال1: سورہ البقرہ کب اور کہاں نازل ہوئی؟

جواب: سورہ البقرہ مدینہ میں نازل ہوئی۔یہ سورت ہجرت کے بعد شروع میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے مگر ایک آیت ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ﴾ سب سے آخر میں نازل ہوئی۔(مختصرابن کثیر:10/1)

سوال2: اس سورت میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس سورت میں 286 آیات اور چالیس رکوع ہیں۔

سوال3: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 87 نمبر پر نازل ہوئی اور مصحف میں یہ دوسری سورت ہے۔

سوال4: سورہ البقرہ کا نام البقرہ کیوں ہے؟

جواب: اس سورۃ میں ایک خاص گائے کا ذکر آیا ہے۔

سوال5: سورۃ البقرہ پڑھنے کی کیا فضیلت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَاتَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ،إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سُورَةُ الْبَقَرَةِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبر نہ بناؤ جس گھر میں سورہ البقرہ پڑھی جاتی ہے اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ (مسلم: 1824) ﴿2﴾ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کا ایک کوہان ہوتا ہے اور قرآن کا کوہان سورہ البقرہ ہے۔ شیطان جب سورہ البقرہ کی آواز سنتا ہے تو اس گھر سے نکل جاتا ہے جس گھر میں سورت البقرہ کی تلاوت کی جارہی ہو۔ (سلسلہ احادیث صحیحہ: 588) ﴿3﴾ ایک دفعہ رات کو سیدنا اسید رضی اللہ عنہ نے سورۃ البقرہ شروع کردی۔ گھوڑا بدکنے لگا۔ انہوں نے قرأت بند کردی تو اس کا بدکنا بھی بند ہوگیا۔ پھر قرأت کی پھر وہ بدکنے لگا۔ بند کرنے پر بدکنا بھی بند ہوگیا۔ تیسری بار بھی یہی معاملہ پیش آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ میرا بچہ سو رہا ہے کہیں گھوڑا اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قرأت بند کرکے اسے اٹھا لیا۔ اوپر جو نگاہ اٹھائی تو چراغوں سے جگمگاتا ہوا ایک بادل دیکھا اور دیکھتے ہی اوپر کو اٹھ کر غائب ہوگیا۔ صبح کو یہ واقعہ اللہ کے نبی ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے جو تمہاری قرأت سن کر تمہارے پاس آگئے تھے۔ اگر تم قرأت بند نہ کرتے تو یہ صبح تک رہتے اور مدینہ کا ہر شخص انہیں دیکھتا۔ (صحیح بخاری)

رکوع نمبر 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓمّٓ(1)﴾

سوال 1: ﴿الٓمّٓ﴾ ''الم'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ حروف مقطعات ہیں یعنی کٹے ہوئے حروف۔ اس کی مراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔ ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ ان کے معانی کی کھوج میں نہیں پڑنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان حروف کی کوئی تفسیر بیان نہیں کی۔

سوال 2: سورتوں کی ابتدا میں حروف مقطعات کے لائے جانے کی کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اوائل سورہ میں ان حروف کے لائے جانے کی حکمت یہی بیان کی ہے کہ ان کا مقصد قرآن کریم کا اعجاز ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب انہی حروف سے مرکب ہے جن سے تمہاری گفتگو کے کلمات بنتے ہیں۔ لیکن پھر بھی تم اس جیسا کلام لانے سے عاجز ہو۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 16/1) ﴿2﴾ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جن سورتوں کی ابتدا ان حروف سے ہوئی ہے ان میں قرآن مجید کی عظمت اور اس کے اعجازی کلام ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ (ابن کثیر 67/1:)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات کے بارے میں محتاط اور محفوظ مسلک کیا ہے؟

جواب: بعض سورتوں کی ابتداء میں جو حروف مقطعات آئے ہیں ان کے بارے میں محتاط اور محفوظ مسلک یہ ہے کہ ﴿1﴾ بغیر کسی شرعی دلیل کے ان کے معانی معلوم کرنے کے لیے تعرض نہ کیا جائے۔ ﴿2﴾ یہ عقیدہ بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حروف مقطعات کو بے فائدہ نازل نہیں فرمایا۔ ﴿3﴾ ان کے نازل کرنے میں کوئی حکمت پنہاں ہے۔ جو ہمارے علم کی دسترس سے باہر ہے۔ (تفسیر سعدی:74/1)

﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ(2) ﴾

''یہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔''(2)

سوال1: ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ﴾ ''یہ کتاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ الْكِتٰبُ ﴾ اس سے مراد قرآن کریم ہے۔ جسے رسول اللہ ﷺ نے لوگوں پر پڑھا۔ (ایسر التفاسیر:16) ﴿2﴾ یعنی یہ کتاب عظیم ہی درحقیقت کتاب کہلانے کے مستحق ہے جو بہت بڑے علم اور واضح حق جیسے امور پر مشتمل ہے جو پہلے انبیاء کی کتابوں میں نہیں ہیں۔ (تفسیر سعدی: 74/1)

سوال2: ﴿ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ﴾ ''جس میں کوئی شک نہیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿ لَا رَيْبَ ﴾ سے مراد ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کا کلام ہے جسے اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کیا۔ (ایسر التفاسیر:16)

سوال3: قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے میں کوئی شک نہیں، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے میں کوئی شک نہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ اس کتاب کا نازل کرنا، جس میں کوئی شک نہیں، جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔ (السجدہ:2) ﴿2﴾ قرآن مجید اپنی ذات میں حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے جو کہ مخلوق نہیں ہے، نہ نئی بات ہے، کافروں کے لیے اس میں شک پیدا ہوتا ہے۔ (قرطبی:145/1) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے شک میں مبتلا ہونے والوں کو چیلنج کیا ہے کہ اس جیسا کلام بنا لاؤ۔ فرمایا: ﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ﴾ اور اگر تم اس کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ۔ (البقرہ:23) ﴿4﴾ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اس عظیم کتاب کے بارے میں شکوک وشبہات کی نفی رب العالمین نے کی ہے جو اس کی ضد یعنی یقین کو لازم کرتی ہے یہ کتاب ایسے عظیم یقین پر مشتمل ہے جو شکوک وشبہات کو باقی نہیں رہنے دیتا۔ یہ ہدایت صرف یقین سے حاصل ہوتی ہے۔ ﴿5﴾ یہ یقین انسان کی زندگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے کہ ''اس کتاب میں کوئی شک نہیں'' اس یقین کی وجہ سے مومن قرآن مجید کے علم کو قبول کرتا ہے۔ وہ قرآن مجید کی ہدایت کو سمجھنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ مومن قرآن مجید

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے دیئے ہوئے طریقۂ زندگی 'اسلام' کوسچااوراپنے لئے ناگزیر سمجھتا ہے۔

سوال4:﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''متقیوں کے لیے ہدایت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس میں دو چیزوں کی وضاحت ضروری ہے۔هُدًى اور لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿1﴾ الھدی وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے گمراہی اورشبہات کی تاریکیوں میں راہ نمائی حاصل ہواور جوفائدہ مندراستے پرگامزن ہونے میں راہ نمائی کرے۔(تفسیرسعدی:23) ﴿2﴾ ہدایت سے مرادنفع مند علم اورعمل صالح کی توفیق ہے۔﴿3﴾﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ کیونکہ یہ فی نفسہ تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہےلیکن چونکہ بد بخت لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اوراللہ تعالیٰ کی راہ نمائی قبول نہیں کرتے،اس لیے اس کے ذریعے سے ان پر حجت قائم ہوگئی ہے کہ انہوں نے اپنی بدبختی کے سبب اس ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔رہے متقی لوگ توانہوں نے حصول ہدایت کے لیے سب سے بڑا سبب پیش کیا ہےاوروہ ہے تقویٰ اورتقویٰ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اطاعت اوراس کی منہیات سے اجتناب کرتے ہوئے ایسے امورکواختیارکرنا جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اورعذاب سے بچاتے ہیں۔پس اہل تقویٰ نے اس کتاب کے ذریعے سے راہ پائی اوراس سے بے انتہا فائدہ اٹھایاچنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ اے لوگوجوایمان لائے ہو!اگرتم اللہ تعالیٰ سے ڈروگےتووہ تمہارے لیےحق اور باطل میں فرق کرنے والی قوت بنادے گااورتمہاری برائیاں تم سے دورکردے گا،اورتمہیں بخش دے گا،اوراللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔(سورہ الانفال:29)(تفسیرسعدی:75/1) ﴿4﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:قرآن مجید مومنوں کے لیے ہدایت ہے جوشرک سے بچتے ہیں اورمیری اطاعت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔(الدرالمنثور:57/1) ﴿5﴾ ابوسلیمان نے کہا:متقی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں سے اللہ تعالیٰ شہوات کی محبت چھین لے۔

سوال5:قرآن حکیم کے ہدایت ہونے سے کیامراد ہے؟

جواب:قرآن حکیم کے ہدایت ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ ایسے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے جودونوں جہانوں کی سعادت اورکمال تک پہنچاتا ہے۔(ایسرالتفاسیر:16)

سوال6:متقی کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جواللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈرکراس کی ہدایت کومضبوطی سے پکڑنے والا ہو۔﴿2﴾ جواللہ تعالیٰ کے احکامات پرایمان لاکرحرام کاموں سے بچنے والااورفرائض کوادا کرنے والا ہو۔﴿3﴾ جوتوحید پرکاربند ہو،شرک سے بے زاراوراللہ تعالیٰ کافرماں بردار ہو۔ سیدنا عطیہ سعدی رحمہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''کوئی بندہ متقیوں میں شامل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ حرج کے ڈرسے اس چیزکوچھوڑ نہ دے جس میں کوئی حرج نہیں۔''(ترمذی:2451) ﴿4﴾ ابویزید نے کہامتقی وہ ہے جب کہےتوکہے اللہ تعالیٰ نے فرمایااورجب عمل کرےتواللہ تعالیٰ کے لیے کرے۔(تفسیرقرطبی:146/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: تقویٰ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے تقویٰ کا معنی پوچھا تو کہا کہ کبھی خاردار راستہ پر چلے ہو؟ اس نے کہا ہاں! تو انہوں نے پوچھا کہ تم نے کس طرح راستہ طے کیا؟ اس نے کہا جب کانٹا دیکھتا تو اس سے الگ ہو جاتا تو انہوں نے کہا یہی تقویٰ ہے۔ (الدر المنثور: 61/1) ﴿2﴾ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔'' (مسلم: 6904)

﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (3)﴾

''وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (3)

سوال1: ﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ ''وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والے متقیوں کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں یعنی وہ اپنے قلب و ذہن پر اللہ تعالیٰ کا حق تسلیم کرتے ہیں اور دل میں آنے والے افکار کے بارے میں یقین رکھتے ہیں کہ یہ حق کے مطابق ہوں تو انہیں قلب و ذہن میں جگہ دی جا سکتی ہے وگرنہ نہیں۔ ﴿2﴾ ایمان تصدیق، خوف اور عمل کے مجموعے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں، کتابوں، فرشتوں اور آخرت کے دن کو مان لینا اور اپنے عمل سے اس کی تصدیق کرنا ایمان ہے۔ ﴿3﴾ ایمان کی حقیقت ان امور کی کامل تصدیق کا نام ہے جن کی خبر انبیاء و رسل نے دی ہے۔ یہ تصدیق جوارح کی اطاعت کو متضمن ہے۔ اشیاء کے حسی مشاہدے سے ایمان کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس کے ذریعے سے مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز نہیں کیا جا سکتا۔ ایمان کا تعلق تو اس غیب سے ہے جسے ہم دیکھ سکتے ہیں نہ اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خبر دینے سے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ یہی وہ ایمان ہے جس کے ذریعے سے مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ایمان مجرد اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء و مرسلین کی تصدیق ہے۔ پس مومن وہ ہے جو ہر اس چیز پر ایمان لاتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے خبر دی ہے خواہ اس نے اس چیز کا مشاہدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ اس نے اسے سمجھا ہو یا اس کی عقل و فہم کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی ہو۔ زنادقہ اور امور غیب کی تکذیب کرنے والوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ ان کی عقل ان امور کو سمجھنے سے قاصر رہی اور وہ ان امور تک نہ پہنچ سکے بنا بریں انہوں نے ان امور کو جھٹلا دیا جن کا احاطہ ان کا علم نہ کر سکا پس ان کی عقل فاسد ہو گئی اور ان کا فہم خرابی کا شکار ہو گیا اور امور غیب کی تصدیق کرنے والے اہل ایمان کی عقل اور بڑھ گئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو راہ نما بنا لیا۔ ایمان بالغیب سے مراد ان تمام امور غیب پر ایمان لانا ہے جن کا تعلق ماضی، حال، مستقبل، احوال آخرت، اللہ تعالیٰ کی صفات اور ان کی کیفیات سے ہے اور جن کی خبر اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء و مرسلین نے دی ہے۔ پس اہل ایمان نہایت یقین کے ساتھ اللہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تعالیٰ کی صفات اوران کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں اگر چہ وہ ان کی کیفیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔(تفسیر سعدی:75,76)﴿4﴾رب العزت نے فرمایا:﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ رسول ایمان لایا ہے اس پر جو اس کے رب کی جناب سے اس کی طرف نازل کیا گیا ہے اور مومن بھی، سب ہی اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، اس کے رسولوں میں سے ہم کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا: ''ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے۔'' (البقرۃ:285)﴿5﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب آدھی رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا فرماتے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلِقَآءُكَ حَقٌّ وَّالْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَاَخَّرْتُ وَاَسْرَرْتُ وَاَعْلَنْتُ اَنْتَ اِلٰهِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اور ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تو آسمانوں اور زمین کا قائم رکھنے والا ہے، اور ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے۔ تو حق ہے اور تیرا وعدہ برحق ہے اور تیرا فرمان حق ہے اور تجھ سے ملاقات حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور قیامت حق ہے۔ اے اللہ! میں تیرا ہی فرماں بردار ہوں اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھ ہی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور میں تیری ہی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور میں تیری خاطر اوروں سے جھگڑتا ہوں اور تجھ ہی سے فیصلہ چاہتا ہوں۔ پس تو میرے اگلے پچھلے اور باطنی اور ظاہری گناہ بخش دے۔ تو ہی میرا معبود ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔(مسلم:1808)ابومحیریز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جمعہ سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث بیان کریں جسے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو تو انہوں نے کہا کہ ہاں میں تمہیں ایک بہت اچھی حدیث سناتا ہوں۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا۔ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم سے بھی کوئی بہتر ہوسکتا ہے؟ (اس کے باوجود کہ) ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد بھی کیا۔ فرمایا: ہاں وہ لوگ جو تمہارے بعد ہوں گے اور مجھ پر ایمان رکھتے ہوں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا۔(مسند احمد:17102)

سوال2:﴿وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والے متقیوں کی دوسری صفت ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں یعنی وہ اپنے اوقات پر اور اپنے قلب و ذہن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر اللہ تعالیٰ کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔﴿1﴾ عربی میں صلوٰۃ دعا کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں اس عبادت کو کہتے ہیں جس میں قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، تشہد وغیرہ پائے جاتے ہیں اور جسے روزانہ پنج گانہ مخصوص اوقات میں تمام شروط وصفات واقسام کے ساتھ پابندی سے پڑھا جاتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:11/1)﴿2﴾ اقامت صلوٰۃ سے مراد وقت کی پابندی، وضو کی تکمیل، ارکان کے اعتدال، ترتیل قرأت، خشوع وخضوع، توجہ قائم کر کے دل لگا کر نماز قائم کرنا ہے۔﴿3﴾ یعنی یہ نہیں کہ وہ نماز کا فعل بجالاتے ہیں یا وہ نماز کو ادا کرتے ہیں کیونکہ ظاہری صورت وہیئت کے ساتھ نماز پڑھنا ہی کافی نہیں ہے۔﴿4﴾ بلکہ اقامت صلوٰۃ یہ ہے کہ نماز کو جہاں ظاہری شکل وصورت اور اس کے تمام ارکان کی کامل ادائیگی اور اس کی شرائط وواجبات کے ساتھ قائم کیا جائے وہاں اس کی باطنی صورت سے اس کی روح کے ساتھ یعنی اس کے اندر حضور قلب اور اپنے قول وفعل میں کامل تدبر کے ساتھ بھی قائم کرنا ضروری ہے۔﴿5﴾ یہی وہ نماز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ﴾(العنکبوت:45)﴿6﴾ یہی وہ نماز ہے جس پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔﴿7﴾ پس بندہ مومن کو اس نماز پر ثواب ملتا ہے جسے وہ سمجھ کر ادا کرتا ہے۔﴿8﴾ اور نماز میں فرائض اور نوافل سب داخل ہیں۔(تفسیر سعدی:76/1)﴿9﴾ اللہ تعالیٰ نے نماز کی اقامت کا حکم دیا ہے اور نماز پر ہمیشہ پابندی اور اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے﴿ الَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ دَآئِمُوْنَ ﴾(المعارج:23) وقت کی پابندی کا حکم دیا﴿ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾(النساء:103) جماعت کے ساتھ ادائیگی کا حکم دیا﴿ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ﴾(البقرہ:43) اس میں خشوع کا حکم دیا﴿ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ﴾(المومنون:2) یہ تنبیہ ہے کہ نماز پڑھنے والے بہت ہیں قائم کرنے والے بہت کم ہیں۔﴿10﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔(نسائی)﴿11﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک آدمی اور شرک اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز کا چھوڑ دینا ہے۔''(مسلم:246)﴿12﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ ہمارے اور کافروں کے درمیان معاہدہ نماز کا ہے۔جس نے نماز چھوڑ دی اس نے (معاہدہ توڑ کر) کفر کیا۔(مسند احمد:346/5)﴿13﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَّهُ نُوْرٌ وَّلَا بُرْهَانٌ وَّلَا نَجَاةٌ وَّكَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ اور جو کوئی نماز کی حفاظت نہیں کرے گا اس کے لیے نماز نہ روشنی بنے گی، نہ ایمان کی دلیل بنے گی اور نہ نجات کا سبب ہوگی اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔(مسند احمد:169/2)﴿14﴾ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! میرا جی چاہتا ہے کہ لکڑیاں جمع کراؤں، پھر نماز کا حکم دوں۔جب اذان دی جائے تو کسی اور کو نماز پڑھانے کا حکم دے کر خود (ان) لوگوں کی طرف چلا جاؤں (جو باجماعت نماز میں حاضر نہیں ہوتے) اور ان کو ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔''(بخاری)﴿15﴾ صحیحین میں سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اتنی دیر تک قیام کرتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں پھٹ گئے۔آپ ﷺ سے طویل قیام کی بابت عرض کیا گیا: کیا آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں کر دیے گئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں!'' (بخاری ومسلم)

سوال3: ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اور جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی کتاب ہدایت قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والوں کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے مال پر اللہ تعالیٰ کے حق کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔﴿1﴾ رزق سے مراد ہے ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے مثلاً مال و متاع ،زندگی، وقت، صلاحیت، اولاد اور روابط وغیرہ۔﴿2﴾ خرچ یعنی انفاق سے مراد ہے اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ کرنا۔اس میں زکوۃ وصدقات دونوں شامل ہیں تو زکوۃ کی ادائیگی، اہل وعیال کا نان ونفقہ اور اپنی حیثیت کے مطابق نیک کاموں پر مال خرچ کرنا انفاق ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿رَزَقْنٰهُمْ﴾ میں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ مال ومتاع جو تمہارے قبضہ میں ہے تمہاری اپنی قوت اور ملکیت کے بل بوتے پر حاصل نہیں ہوا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا رزق ہے۔اسی نے تم کو عطا کیا ہے اور اسی نے تم کو اس نعمت سے نوازا ہے۔(تفسیر سعدی:76)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے سارا مال خرچ کرنے کو نہیں کہا بلکہ ﴿مِمَّا﴾ یعنی اس مال میں سے کچھ حصہ یعنی تھوڑا سا حصہ خرچ کرنا مطلوب ہے اور وہ بھی استعمال ہوگا تو اپنے ہی بھائیوں کو فائدہ پہنچے گا۔﴿5﴾ جن لوگوں پر خرچ کرنا چاہیے ان کا ذکر یہاں نہیں آیا۔ان کی بہت سی قسمیں ہیں اور بہت سے اسباب ہیں لیکن جہاں کہیں بھی خرچ ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو تو قرب الٰہی کا ذریعہ ہوگا۔﴿6﴾ غزوۂ حنین میں چھ ہزار قیدی اور 24 ہزار اونٹ اور چالیس بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی غنیمت میں حاصل ہوئی تھی۔نبی ﷺ نے ان میں سے ایک چیز کو بھی نہیں چھوا۔سب کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا اور خود خالی واپس تشریف لائے۔(بخاری:4337)﴿7﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں مانگیں تو آپ ﷺ نے اسے اتنی ہی بکریاں عطا فرما دیں۔وہ آدمی اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے قوم! اسلام قبول کر لو۔اللہ کی قسم! محمد ﷺ اس قدر عطا فرماتے ہیں کہ پھر محتاجی کا خوف ہی نہیں رہتا۔(مسلم:6021)﴿8﴾ ایک دفعہ بحرین سے خراج کا مال آیا اور مسجد کے صحن میں زر وسیم کا انبار لگ گیا۔نبی ﷺ صبح کی نماز کے لیے تشریف لائے۔صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس ڈھیر کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔نماز سے فارغ ہوئے تو اس انبار کی طرف آ بیٹھے اور تقسیم فرمانے لگے۔جو آتا اسے بے حساب دیتے۔تھوڑی دیر میں سب ختم ہو گیا اور دامن جھاڑ کر خالی ہاتھ تشریف لے گئے۔(بخاری:421)﴿9﴾ ایک دفعہ نبی ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تکبیر ہو چکی تھی لیکن آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہیں چھوڑ کر گھر تشریف لے گئے، تھوڑی دیر کے بعد آئے اور نماز پڑھائی۔کسی نے اس بے وقت گھر جانے کی وجہ پوچھی تو نبی ﷺ نے فرمایا: گھر میں ایک سونے کا ٹکڑا پڑا رہ گیا تھا۔میں نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو وہ گھر میں پڑا رہے اور میں چل بسوں۔(بخاری:851)

سوال4: نبی ﷺ نے انفاق کی ترغیب کیسے دلائی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : قَالَ اللهُ تَعَالَی : اَنْفِقْ یَا ابْنَ آدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:اے آدم کے بیٹے!تو خرچ کر تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔''(صحیح مسلم:2308)﴿2﴾ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا:خرچ کرتی رہو گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی گن گن کر دے گا۔ہاتھ نہ روکو،ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے ہاتھ روک لے گا۔(بخاری:2591)

سوال5: نماز اور انفاق کے اکٹھے ذکر آنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾ حافظ ابن کثیر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کثیر مقامات پر نماز اور انفاق کو اکٹھا کیا ہے کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو کہ توحید،تمجید اور ثنا پر مشتمل ہے اور انفاق مخلوق کے ساتھ احسان ہے اور وہ بندوں کا حق ہے۔(صفوۃ التفاسیر:26/1)﴿2﴾ نماز معبود کے لیے اخلاص کو متضمن ہے۔(تفسیر سعدی:77/1)﴿3﴾ کسی نے کہا:ایمان میں نجات،نماز میں مناجات اور انفاق میں درجات کی زیادتی ہے۔کسی دوسرے نے کہا:ایمان میں خوش خبری،نماز میں گناہوں کا کفارہ اور انفاق میں طہارت ہے۔(تفسیر مراغی:44,45/1)

﴿ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ(4) ﴾

''اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں۔''(4)

سوال1:﴿ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾''اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والے متقیوں کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جو رسولوں پر نازل کی گئیں۔یہاں نازل کرنے سے مراد قرآن اور سنت ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا:﴿ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کیا۔(النساء:113)﴿2﴾﴿ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ ﴾ پس اصحاب تقویٰ ان تمام چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی میں تفریق نہیں کرتے کہ اس کے کسی حصے پر تو ایمان لے آئیں اور کسی حصے پر اپنے انکار یا ایسی تاویل کے ذریعے سے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مراد نہ ہو ایمان نہ لائیں۔جیسا کہ اہل بدعت کا وتیرہ ہے جو قرآن وسنت کی ان نصوص کی تاویل کرتے ہیں جو ان کے قول کے خلاف ہوتی ہیں جو کہ درحقیقت ان نصوص کے معانی کی تصدیق نہیں ہے۔وہ اگرچہ ان نصوص کے ظاہری الفاظ کی تصدیق کرتے ہیں مگر ان پر حقیقی طور پر ایمان نہیں لاتے۔(تفسیر سعدی:77/1)﴿3﴾﴿ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾ ''اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا'' یہ آیت کریمہ گزشتہ تمام کتابوں پر ایمان رکھنے پر مشتمل ہے اور گزشتہ کتابوں پر ایمان لانا اس بات پر متضمن ہے کہ انبیائے سابقین پر ایمان لایا جائے نیز ان حقائق پر ایمان لایا جائے جن پر یہ الہامی کتابیں خاص طور پر تورات،انجیل اور زبور مشتمل ہیں۔یہ اہل ایمان کی خصوصیت ہے کہ وہ کتب سماویہ اور تمام انبیاء و

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مرسلین پر ایمان لاتے ہیں ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔(تفسیر سعدی:77/1)

سوال2: قرآن مجید نے جہاں ایمان کا ذکر کیا تو نبی ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی وحی اور پہلے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا، بعد میں آنے والی کسی وحی یا نبی کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب: قرآن مجید نے جہاں ایمان کا ذکر کیا تو نبی ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی وحی اور پہلے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا، بعد میں آنے والی کسی وحی یا نبی کا کہیں قطعاً ذکر نہیں کیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پھر صرف اسی آیت میں نہیں بلکہ قرآن کریم میں یہ مضمون اول سے آخر تک مختلف مقامات میں چالیس پچاس آیتوں میں آیا ہے۔﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ ﴾اور ہم نے آپ سے پہلے نہیں بھیجے۔(النحل:43)﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کی گئی۔(الزمر:65)﴿ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾جیسے ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے۔(البقرۃ:183)﴿ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا ﴾ان کا طریقہ تھا جو آپ سے پہلے ہم اپنے رسولوں میں سے بھیج چکے ہیں۔(بنی اسرائیل:77)(معارف القرآن:113/1)

سوال3:﴿ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴾ ''اور آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے والوں کی پانچویں اہم خصوصیت آخرت پر یقین کرنا ہے۔﴿1﴾ آخرت ان تمام امور کا نام ہے جو موت کے بعد انسان کو پیش آئیں گے۔﴿2﴾رب العزت نے فرمایا:﴿ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾اور یقیناً آخرت کا گھر ہی اصلی زندگی ہے، کاش وہ جانتے ہوتے۔(العنکبوت:64)﴿3﴾﴿ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴾یعنی بعث اور نشور کا وہ علم رکھتے ہیں اور یقین شک کے مقابلے میں علم ہے۔(قرطبی:163/1)﴿4﴾یقین ایسے علم کامل کو کہتے ہیں جس میں ذرہ برابر شک نہ ہو۔یقین عمل کا موجب بنتا ہے۔

سوال4: عمومی ایمان کے ذکر کے بعد آخرت پر ایمان کا ذکر کیا گیا، حکمت واضح کریں؟

جواب: عمومی ایمان کے ذکر کے بعد آخرت پر ایمان کو خاص طور پر ذکر کیا گیا کیونکہ آخرت پر ایمان لانا ارکان ایمان میں سے اہم رکن ہے نیز آخرت پر ایمان رغبت، خوف اور اعمال صالحہ کا باعث ہے۔(تفسیر سعدی:78/1)

سوال5: اس آیت میں آخرت پر ایمان **﴿ يُؤْمِنُوْنَ ﴾** نہیں بلکہ یقین **﴿ يُوْقِنُوْنَ ﴾** کیوں فرمایا گیا؟

جواب: اس آیت میں **﴿ بِالْاٰخِرَةِ ﴾** کے ساتھ لفظ **﴿ يُؤْمِنُوْنَ ﴾** نہیں بلکہ **﴿ يُوْقِنُوْنَ ﴾** فرمایا گیا ہے، کیونکہ ایمان کا مقابل تکذیب ہے اور ایقان کا مقابل شک وتردد، اس میں اشارہ ہے کہ آخرت کی زندگی کی محض تصدیق کرنا مقصد کو پورا نہیں کرتا، بلکہ اس کا ایسا یقین ضروری ہے جیسے کوئی چیز آنکھوں کے سامنے ہو، متقین کی یہی صفت ہے کہ آخرت میں حق تعالیٰ کے سامنے پیشی اور حساب کتاب، پھر جزاء وسزا کا نقشہ ہر وقت ان کے سامنے رہتا ہے۔(معارف القرآن:115,114/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: رسول اللہ ﷺ آخرت کے نقشے کو کیسے ہر وقت سامنے رکھتے تھے؟

جواب: صحیحین میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک بار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بالا خانے میں آئے۔ دیکھا تو اس میں ''قرظ'' درخت کے پتوں اور جو کے ایک ڈھیر اور معلق سامان کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے اور خود رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس کے بانوں کے نشانات آپ ﷺ کے پہلو پر نمایاں ہیں۔ یہ فقیرانہ منظر دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اشک بار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ پوری کائنات سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور ممتاز ہیں۔ (اور اس پراگندہ حالت میں ہیں) کسریٰ اور قیصر بے انداز ناز و نعمت سے متمتع ہیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور بیٹھ کر فرمایا: اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ! تو شک وشبہ میں مبتلا ہے؟ کسریٰ اور قیصر ایسے لوگ ہیں جن کو ان کی ''حیات طیبہ'' دنیا میں ہی دے دی گئی ہے۔ (مسلم کی ایک روایت میں ہے) کیا تمہیں پسند نہیں کہ یہ ناز و نعمت ان کو دنیا میں مل جائیں اور ہمیں آخرت میں؟ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیوں نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد وستائش اور اس کا شکر کر۔ (سیرت النبی ﷺ ابن کثیر: 348/3)

﴿أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (5)﴾

''یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (5)

سوال1: ﴿أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ﴾ ''یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿أُولَٰئِكَ﴾ یعنی وہ لوگ جو ان پانچ صفات کے حامل ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿هُدًى﴾ یہاں ھدًی سے مراد نور بصیرت، اللہ تعالیٰ کے دین پر استقامت اور عمل صالح کی توفیق ہے۔ یعنی جو لوگ یہ صفات رکھتے ہیں انہی کو اللہ تعالیٰ نور بصیرت اور دین حق پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ (فتح القدیر: 48/1) ابن جریر نے کہا کہ وہ اپنے رب کی طرف سے نور، برہان، استقامت اور توفیق پاتے ہیں۔ (فتح لقدیر: 48/1) ﴿3﴾ ہدایت سے روشنی، ثابت قدمی، دلیل، صداقت اور توفیق حق مراد ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 12/1) ﴿4﴾ ﴿عَلَىٰ هُدًى﴾ ہدایت پر ہونے سے مراد دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے پر ہونا ہے۔ ﴿5﴾ ﴿عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ﴾ یعنی اپنے رب کی طرف سے عظیم ہدایت پر ہیں۔

سوال2: صاحب ہدایت ہدایت کی بنا پر کیا مقام رکھتا ہے؟

جواب: صاحب ہدایت بر بنائے ہدایت بلند اور غالب ہوتا ہے اور صاحب ضلالت اپنی گمراہی میں ڈوبا ہوا نہایت حقیر ہے۔ (تفسیر سعدی: 78/1)

سوال3: ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں'' ﴿1﴾ فلاح اپنے مطلوب کے حصول میں کامیابی اور خوف سے نجات کا نام ہے۔ ﴿2﴾ فلاح سے مراد حصول رضائے رب، حصول نجات وثواب، برائیوں سے اجتناب اور دائمی نعمتوں کا اور جنت کا مل جانا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 12/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے فلاح کو اہل ایمان میں محصور اور محدود کر دیا کیونکہ اہل ایمان کے راستے پر گامزن ہوئے بغیر فلاح کی منزل کو نہیں پایا جاسکتا۔(تفسیر سعدی:78/1)﴿4﴾اس راستے کے سوا دیگر راستے بدبختی، ہلاکت اور خسارے کے راستے ہیں جو اپنے پر چلنے والوں کو ہلاکت کے گڑھوں میں جا گراتے ہیں۔(تفسیر سعدی:78/1)﴿5﴾یہی لوگ دنیا میں طہارت اور طمانیت اور آخرت میں آگ سے نجات کے بعد جنت میں داخلے کی وجہ سے کامیاب ہوں گے۔(ایسر التفاسیر:17)

سوال4:اصل کامیابی کیا ہے؟

جواب:اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے اور انسان دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کرلیا جائے۔اگر آخرت میں دوزخ مقدر ہوگئی تو انسان مکمل طور پر ناکام ہے خواہ دنیا میں کتنا ہی کامیاب کیوں نہ ہو۔﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾چنانچہ جو آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا۔(آل عمران:185)

سوال5:اگر کوئی آخرت میں کامیاب نہ ہوا تو اس کا کیا انجام ہوگا؟

جواب:اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائیں گے اور اس کا انجام ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم،عذاب،ذلت اور رسوائی ہوگا۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ(6)﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا،ان پر برابر ہے کہ آپ نے انہیں ڈرایا ہو یا نہ ڈرایا ہو،وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''(6)

سوال1:﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ دو آیات رؤسائے یہود حیی بن اخطب،کعب بن اشرف اور ان جیسے دوسروں کے لیے نازل ہوئی ہیں۔(تفسیر طبری:84/1)﴿2﴾حقیقت میں کفر اس تعلیم یا اس کے کچھ حصے کے انکار کا نام ہے جسے محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے۔﴿3﴾علماء نے کفر کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔(i)ایک کفر جیسا فرعون کا کفر تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہی دل وزبان دونوں سے منکر تھا۔(ii)دوسرا کفر اللہ تعالی کو دل سے ماننا زبان سے اقرار نہ کرنا جیسے ابلیس کا کفر۔(iii)تیسرا دل وزبان دونوں سے اللہ تعالیٰ کو ماننا لیکن اس کا حکم نہ ماننا جیسے ابوطالب اور اہل کتاب کا کفر۔(iv)چوتھا کفر منافقوں کا کہ زبان سے سب کچھ کہنا اور دل میں کچھ نہیں۔(احسن التفاسیر:71/1)﴿4﴾﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾جنہوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا یعنی کافرانہ طرز عمل اپنایا اور اس رنگ میں اس طرح رنگے کہ یہ ان کی پہچان بن گئی اور وہ اپنے کفر میں راسخ ہوگئے۔

سوال2:﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾''ان پر برابر ہے کہ آپ نے انہیں ڈرایا ہو یا نہ ڈرایا ہو،وہ ایمان نہیں لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں خبر دی ہے جو کفر پر جمے ہوئے ہیں اس طرح کہ کفر ان کا لازمی وصف بن گیا ہے۔اب انہیں کوئی کفر سے نہیں ہٹا سکتا۔لہٰذا آپ انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔﴿2﴾ان کفار کو دعوت کوئی فائدہ نہیں دیتی لیکن حجت قائم ہوجاتی ہے۔﴿3﴾انذار سے مراد ہے کفر،ظلم اور فساد کے انجام سے ڈرانا۔(ایسر التفاسیر: 18,17)﴿4﴾مسلسل کفر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے کی وجہ سے ان کے دلوں سے حق کو قبول کرنے کی استعداد ختم ہوگئی ہے،اس لئے وہ ایمان نہیں لاتے۔﴿5﴾نبی ﷺ کی شدید تمنا تھی کہ سب لوگ ایمان لے آئیں۔اس مقصد کے لئے آپ ﷺ شدید کوششیں کرتے تھے،اپنے آپ کو گھلاتے تھے۔اس لئے آپ ﷺ پر واضح کر دیا گیا کہ ایمان ایسے لوگوں کے نصیب میں نہیں ہے۔﴿6﴾اس آیت میں نبی ﷺ کو ان کی قوم کے جھٹلانے پر تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ ان پر حسرت نہ کریں،نہ ان کے ایمان کی امید اور نہ ان پر ملامت کریں۔(تفسیر منیر:83/1)﴿7﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ تمام لوگ اسلام میں داخل ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دی کہ ایمان وہی لائے گا جس کے لیے نیک بختی لکھ دی گئی ہے اور جس کے لیے بدبختی لکھ دی گئی ہے وہ گمراہ ہو کر رہے گا۔(تیسیر الرحمٰن:19/1)

سوال3: کیا انذار چھوڑ دینے کا حکم ہے؟

جواب:﴿1﴾اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ(کافروں کے لیے)انذار بالکل فضول ہے۔نہیں بلکہ منذر کو تو تبلیغ کا حق ادا کرنے کا ضرور ثواب ملتا رہے گا اس لیے ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ﴾ فرمایا کہ ان کے حق میں انذار اور عدم انذار برابر ہے۔(اشرف الحواشی:4)﴿2﴾نصیحت ناصح کے لئے ہر حال میں مفید ہے،مخاطب قبول کرے یا نہ کرے۔﴿3﴾اس آیت میں ازلی کافروں کے لیے رسول اللہ ﷺ کا وعظ و نصیحت کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر قرار دیئے گئے ہیں،مگر ان کے ساتھ ﴿عَلَيْهِمْ﴾ کی قید لگا کر بتلا دیا کہ یہ برابری کفار کے حق میں ہے،رسول اللہ ﷺ کے حق میں نہیں،بلکہ ان کو تو تبلیغ و تعلیم اور اصلاح خلق کی کوشش کا ثواب بہر حال ملے گا۔(معارف القرآن:119/1)

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ(7)﴾

''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''(7)

سوال1:﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ﴾''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اب ایمان ان میں داخل نہیں ہوسکتا۔﴿2﴾ان کے دلوں پر مہر ہے۔دل کسی نفع مند چیز کو یاد نہیں کر سکتے۔﴿3﴾ان کے کانوں پر مہر ہے۔کان کسی نفع مند کلام کو سن نہیں سکتے۔اس طرح اللہ تعالیٰ کا کلام سننے سے اور یاد رکھنے سے قاصر ہو گئے ہیں۔﴿4﴾﴿خَتَمَ﴾ مہر کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے دلوں پر زنگ چڑھ جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ دل پر مہر لگا دیتا ہے۔اس طرح دل کے اندر ایمان کی گنجائش ختم ہوجاتی ہے اور کفر جڑیں پھیلا لیتا ہے۔جیسا کہ رب العزت نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا:﴿ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ ﴾ بلکہ ان کے کفر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔(النساء:155)﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ڈال دیا جاتا ہے اور جب وہ گناہ سے باز آجاتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔ اور یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں کیا ہے)﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان اعمال نے زنگ لگا دیا ہے جو وہ کماتے تھے۔(المطففین:14)(ترمذی:3334)

سوال2: کسی چیز پر مہر لگا دینے کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: کسی چیز پر مہر لگا دینے کا مفہوم ہوتا ہے اس بات کا یقین کر لینا کہ اب اس کے اندر کوئی چیز باہر سے داخل نہیں ہو سکتی۔ یہی حال کافروں کا ہے کہ کفر وضلالت پر اصرار، تقلید آباء میں انہماک اور غور وفکر کے صحیح راستوں سے اعراض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی ایسی حالت بنادی کہ وعظ ونصیحت ان پر اثر انداز نہیں ہوتی اور حق بات اس میں داخل نہیں ہوتی اور ان کی آنکھوں میں پردہ پڑا ہوا ہے جو ہر نفع بخش چیز کے دیکھنے میں مانع ہے۔ دل، کان، آنکھ یہی راستے ہیں علم حاصل کرنے کے۔ جب یہ بند کر دیئے گئے تو ان سے ایمان لانے کی توقع نہیں کی جاسکتی ورنہ ان سے کسی خیر کی امید کی جاسکتی ہے۔(تیسیر الرحمٰن:19/1)

سوال3: اللہ تعالیٰ دلوں اور کانوں پر مہر کیوں لگاتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بندوں کے تمام افعال کے خالق ہونے کی حیثیت سے اس جگہ مہر لگانے کو اپنی طرف نسبت کر کے یہ بتلا دیا کہ جب ان لوگوں نے قبول حق کی صلاحیت واستعداد کو اپنے اختیار سے تباہ کرنا چاہا تو سنت الٰہیہ کے مطابق ہم نے وہ بد استعدادی کی کیفیت ان کے قلوب اور حواس میں پیدا کر دی۔ اِنَّ جَزَاءِ السَّيِّئَةِ السَّيِّئَةُ بَعْدَهَا وَاِنَّ مِنْ جَزَاءِ الْحَسَنَةِ الْحَسَنَةُ بَعْدَهَا یعنی گناہ کی ایک سزا یہ بھی ہوتی ہے کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچ لاتا ہے جس طرح نیکی کا نقد بدلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک نیکی دوسری نیکی کو کھینچ لاتی ہے۔(معارف القرآن:118,119/1)

سوال4: دلوں اور کانوں پر مہر کب لگتی ہے؟

جواب: آخرت کی کامیابی کے لیے جن خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے ان کو ماننے سے انسان جب انکار کرتا ہے تو سوچنے سمجھنے کے تمام ذرائع یعنی آنکھیں، کان، دل سب مخالف سمتوں میں چل نکلتے ہیں۔ پھر کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔ پھر آنکھیں حق نہیں دیکھتیں، کان حق نہیں سنتے، دل میں حق بات سمجھنے کے لیے گنجائش ختم ہو جاتی ہے پھر انسان مسلسل برے اعمال کرتا ہے۔

سوال5: ﴿ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ﴾ ''اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی ان کی آنکھوں کے سامنے ایسا پردہ ہے جو انہیں فائدہ مند چیزیں دیکھنے سے روکتا ہے۔﴿2﴾ ﴿ غِشَاوَةٌ ﴾ سے مراد پردہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔حق کا انکار کرنے کے لیے دو باتیں ایسی ہیں جو انسان کے راستے کی رکاوٹ بن جاتی ہیں:(i)تکبر(ii)دنیا کی محبت۔انہی کی وجہ سے انسان کے اندر مخالفانہ جذبات جاگ اٹھتے ہیں اور انسان حق بات سمجھ نہیں پاتا خواہ اس کے لیے کتنے ہی دل رکھتے دلائل دیئے جائیں۔اسی چیز کو قرآن میں ﴿غِشَاوَةٌ﴾ کہا گیا ہے یعنی ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔﴿3﴾ سماعت، بصارت اور قلب ہی وہ ذرائع ہیں جن سے علم اور بھلائی کے حصول میں مدد لی جاسکتی ہے۔ان ذرائع سے فائدہ اٹھانے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے لہٰذا ان سے کسی بھلائی کی امید نہیں رکھی جاسکتی۔ان پر ایمان کے دروازے بند کر دیے گئے کیونکہ انہوں نے کفر کا رویہ اختیار کر لیا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔(الانعام:110) یہ دنیا کا عذاب ہے۔

سوال6: ایمان قبول نہ کرنے کی کیفیت کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟

جواب: ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے انسان مسلسل انکار کرتا ہے، نافرمانی کے کام کرتا ہے جس کی وجہ سے حق قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔پھر کان حق بات سننے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔پھر آنکھیں کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھنے سے محروم رہتی ہیں۔یوں دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں جیسے قرآن حکیم میں رب العزت نے فرمایا: ﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان اعمال نے زنگ لگا دیا ہے جو وہ کماتے تھے۔(المطففین:14) ﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۙ﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا﴾ اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک چھپا ہوا پردہ بنا دیتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر کئی پردے بنا دیے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔اور جب آپ قرآن میں اپنے رب کا، اسی ایک کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اپنی پیٹھوں پر بدکتے ہوئے پھر جاتے ہیں۔(بنی اسرائیل:45۔46)

سوال7: ایمان کن لوگوں کے حصے میں آتا ہے؟

جواب: ایمان ان لوگوں کے حصّے میں آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں کا صحیح استعمال کرتے ہیں مثلاً آنکھیں کائنات میں رب کی نشانیاں دیکھیں، کان حق بات سننے کے لئے آمادہ ہوں اور دل سچائی کو قبول کر لیں۔اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا راستہ آسان کر دیا ہے۔اب اگر یہ مشقت اٹھائیں تو اللہ تعالیٰ تو انہیں توفیق دے گا۔جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی، انہیں ہم ضرور اپنے راستے دکھائیں گے اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔(العنکبوت:69)

سوال8: ﴿وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: یہ آخرت کا عذاب، جہنم کا عذاب ہے جو اللہ رب العزت کی ناراضگی کی وجہ سے کافروں کو دیا جائے گا۔ یا ارحم الراحمین ہمیں ایسے لوگوں میں شامل نہ فرمانا جو آپ کے غضب کو آواز دیں اور آپ کے عذاب کے مستحق بن جائیں۔

رکوع نمبر2

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ(8)﴾

''اور لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ ہرگز ایمان لانے والے نہیں۔''(8)

سوال1: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ ہرگز ایمان لانے والے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمِنَ النَّاسِ﴾ لوگوں میں سے کچھ ہیں۔ زمانہ نزول قرآن میں منافق عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی اور ان میں سے اکثر یہودی تھے۔ ان جیسی مثالیں ہر دور اور ہر علاقے میں پائی جاتی ہیں۔(تفسیر مراغی:49/1) ﴿2﴾ ﴿مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ جو کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اور الٰہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں اور یہ کہ اس کے سوا کوئی رب اور الٰہ نہیں۔ ﴿3﴾ ﴿وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ اور کہتے ہیں کہ بعث، جزا اور قیامت کے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:19) ﴿4﴾ ﴿وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ حالانکہ وہ حقیقتاً مومن نہیں بلکہ وہ جھوٹے فاجر ہیں(واضح المیسر:11) ﴿5﴾ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں:(1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔(2) جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔(3) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔''(بخاری:33) ایک اور روایت میں آتا ہے۔ جب لڑے تو بے ہودہ گوئی کرے۔(بخاری:34)

سوال2: نفاق کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ بھلائی ظاہر کرنے اور دل میں برائی چھپانے کو نفاق کہتے ہیں۔ ﴿2﴾ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ اعتقادی نفاق اور عملی نفاق۔ **(i)** اعتقادی نفاق دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور یہ نفاق آگ میں لے جانے والا ہے۔ **(ii)** عملی نفاق بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ منافق کا قول اس کے فعل کے اور اس کا ظاہر اس کے باطن کے خلاف ہوتا ہے۔(صفوۃ التفاسیر:29/1)

﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ(9)﴾

''وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دے رہے، اور وہ شعور نہیں رکھتے۔''(9)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾'' وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے'' منافقوں کا دھوکہ کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾ المخادعۃ دھوکہ یہ ہے کہ دھوکہ دینے والا شخص جس کو دھوکہ دیتا ہے اس کے سامنے جو کچھ زبان سے ظاہر کرتا ہے اس کے خلاف دل میں چھپاتا ہے تاکہ اس شخص سے اپنا مقصد حاصل کر سکے جسے وہ دھوکہ دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:80/1)﴿2﴾ ابو جعفر نے کہا ہے کہ منافق کا دھوکہ اپنے رب سے اور مومنوں سے ہوتا ہے۔زبان کی بات سے اظہار کرتا اور تصدیق کرتا ہے لیکن اس کے برخلاف اس کے دل میں شک اور تکذیب ہوتی ہے۔(جامع البیان:183/1)﴿3﴾ منافق ایمان کا اظہار کرتے اور اپنے دل میں کفر چھپاتے تھے اس طرح اللہ تعالیٰ سے دھوکہ کرتے تھے۔(ایسر التفاسیر: 19)﴿4﴾ جب کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔ (النساء:142)

سوال2: منافق کو کس چیز سے تحفظ چاہیے؟

جواب: منافق کو قتل، قید اور دنیاوی سزاؤں سے تحفظ چاہیے۔

سوال3:﴿ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴾'' حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دے رہے، اور وہ شعور نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: منافقین نے اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کی مخالفت دل میں بٹھائی اور زبان سے اظہار کیا کہ وہ بھی ایمان والے ہیں۔ان دھوکہ دینے والوں کا دھوکہ ان کی طرف پلٹ آیا۔جو چال بازیاں دوسروں کی مخالفت میں کر رہے ہیں وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے لیے کر رہے ہیں۔نہ وہ اللہ تعالیٰ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ اہل، ایمان کو۔ہاں ایمان کے اظہار سے وہ اپنی جان اور مال بچا لیتے ہیں لیکن ان کا مکر و فریب ان کے دلوں میں رہ گیا۔آخرت میں ان کے کفر و فجور کی وجہ سے انہیں سخت عذاب ہوگا۔

سوال4: آج کے دور میں منافق اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کے ساتھ کیسے دھوکے بازی کرتا ہے؟ حالانکہ وہ خود اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالتا ہے، وضاحت کریں؟

جواب: منافق دین کے ساتھ ظاہری رشتہ قائم رکھتا ہے جب کہ اس کی حقیقی وفاداریاں دنیاوی مفادات کے ساتھ ہوتی ہیں۔اس طرح وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ دنیا بھی محفوظ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دین داری کی شہرت بھی ہے۔مثلاً ایک انسان اپنا وقت، اپنی ساری صلاحیتیں، اپنا مال دنیا کی خاطر لگا رہا ہو اور کبھی کبھار کسی غریب کی خدمت کر کے یا کوئی دینی محفل منعقد کر کے یا کسی دینی محفل میں شرکت کر کے لوگوں کی نظروں میں مقام حاصل کر لے کہ یہ بڑے دین دار ہیں، انہیں دین سے بڑی محبت ہے۔یوں دنیا تو محفوظ رہتی ہے لیکن دین داری میں شہرت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوجاتی ہے جب کہ درحقیقت ایمان ان کے دل کے اندر نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے اسے دھوکہ قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کوتو کوئی دھوکہ دے نہیں سکتا۔ہاں ایمان والوں کی نظروں میں جو مقام بنتا ہے یہ ایمان والوں کودھوکہ دینا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے خودفریبی قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ ایک خوش فہمی ہے جوخود انسان کے اپنے اندر ہوتی ہے۔انسان ایسی دین داری پر دنیا میں خوش ہوسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں اسے دھوکہ بازی ہی کہتے ہیں۔

سوال5: اپنے آپ کودھوکے میں مبتلا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اپنے آپ کواس غلط فہمی میں مبتلا رکھنا کہ دنیا بھی محفوظ رہے اورظاہری نیک اعمال کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں دین دار بھی بنے رہیں۔یہ ایسی خوش فہمی ہے جوانسانوں کے اپنے دماغ کے علاوہ کہیں اورنہیں ہوتی۔دنیا میں بھی منافق کا دھوکہ چند دن کے لیے چلتا ہے۔پھر حقیقت کھل جانے پر معاشرے میں اس کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی اورآخرت میں تو زبانی دعوؤں کی کوئی اہمیت ہے ہی نہیں۔

سوال6: ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ وہ سمجھتے نہیں۔اس سے مراد ہے کہ وہ نہیں جانتے کہ ان کے دھوکے کا انجام ان ہی پر عائد ہونے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب اوراس کا قہر۔

﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ(10)﴾

''ان کے دلوں میں ہی ایک بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بیماری میں زیادہ کردیا اوران کے لیے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔''(10)

سوال1: ﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''ان کے دلوں میں ہی ایک بیماری ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: عبدالرحمٰن بن زید کا قول ہے کہ یہ دین کا مرض ہے جسم کا مرض نہیں۔وہ منافق ہیں جن کے دلوں میں شک کی بیماری ہے جسے انہوں نے اسلام میں داخل کیا ہے۔(جامع البیان:187/1)

سوال2: دل کی بیماری سے کیا مراد ہے؟

جواب: دل کی بیماری سے مراد دینی بیماری ہے یعنی شک،ریاکاری،نفاق،دنیا کی محبت اورمفاد پرستی وغیرہ۔

سوال3: دل کو کتنی قسم کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں؟

جواب: دل کو دو قسم کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں جو اسے صحت واعتدال سے محروم کردیتی ہیں:﴿1﴾ شبہات باطلہ کی بیماریاں۔﴿2﴾ ہلاکت میں ڈالنے والی شہوت کی بیماری۔پس کفرونفاق اورشکوک وبدعات یہ سب شبہات کی بیماریاں ہیں۔زنا،فواحش ومعاصی سے محبت اوران

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کاارتکاب یہ سب شہوات کی بیماریاں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ ﴾ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے۔(الاحزاب:32)اس مرض سے مراد شہوت زنا ہے۔ برائی سے صرف وہی بچے گا جوان دو بیماریوں سے محفوظ ہوگا۔اسی کو ایمان ویقین حاصل ہوتا ہے اور معاصی کی بیماریوں کے مقابلے میں صبر کی ڈھال عطا کر دی جاتی ہے اور وہ عافیت میں آجاتا ہے۔(تفسیر سعدی:81/1)

سوال4:﴿ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بیماری میں زیادہ کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق کہ برائی کا پیچھا برائی کرتی ہے ان کا شک نفاق اور خوف بڑھ جائے گا۔(ایسر التفاسیر)**﴿2﴾** اللہ تعالیٰ منافق کو فوراً سزا نہیں دیتے۔اسے مہلت دیتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اور زیادہ کھوٹے ہو جاتے ہیں اور آخر کار مکمل منافق بن جاتے ہیں۔﴿ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ ﴾ لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو گندگی میں اور گندگی کے ساتھ زیادہ کر دیا۔(التوبہ:125)﴿ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔(الانعام:110)﴿ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ﴾ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔(الصّف:5)

سوال5:﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴾ ''اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے'' اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرمایا کہ وہ تحریف اور تبدیلی کرتے ہیں۔(ابن ابی حاتم:44/1)
﴿2﴾ اپنے دنیا کے معاملات میں ہوشیار ہونا اور آخرت کے معاملات میں توقعات کو کافی سمجھنا، یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولنا ہے اور جھوٹی زندگی اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنا دیتی ہے۔

سوال6: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کس حکمت کا بیان ہے؟

جواب: اس میں گناہ گاروں کے گناہوں کی تقدیر کی بابت اللہ تعالیٰ کی حکمت کا بیان ہے کہ یہ روگ نفاق ان کے سابقہ گناہوں کا نتیجہ ہے نیز اللہ تعالیٰ انہیں اس کے سبب سے مزید گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے جو ان کے لیے مزید سزا کے موجب بنتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔(الانعام:110)(تفسیر سعدی:81,82/1)

﴿ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ (11) ﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ یقیناً ہم اصلاح کرنے والے ہیں۔''(11)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے منافقوں کے رویے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب انہیں زمین میں فساد پھیلانے سے روکا جاتا ہے اور فساد سے مراد کفر، شرک اور معاصی ہیں۔ فساد سے مراد دشمنوں کے پاس مسلمانوں کے راز پہنچانا اور کافروں سے دوستی رکھنا بھی ہے ،تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔﴿2﴾ انہوں نے دو باتوں کو اکٹھا کر دیا: (i) فساد فی الارض کا ارتکاب۔ (ii) اس بات کا اظہار کہ یہ فساد پھیلانا نہیں، بلکہ اصلاح ہے۔ یوں گویا ایک تو انہوں نے حقائق کو بدل دیا (فساد کا نام اصلاح رکھا) دوسرے، فعل باطل اور اس کے حق ہونے کے اعتقاد کو جمع کر دیا۔ یہ لوگ ان لوگوں سے زیادہ بڑے مجرم ہیں جو گناہ کو حرام سمجھتے ہوئے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ لوگ سلامتی کے زیادہ قریب ہیں اور ان کی بابت ارتکاب گناہ سے باز آجانے کی زیادہ امید ہے۔ (تفسیر سعدی:82/1)

سوال2: زمین میں فساد کیسے پھیلایا جاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر کے، فرائض اور واجبات چھوڑ کر، سچے دین میں شک کر کے، دشمنان اسلام کی مدد کر کے، کافروں کی حمایت، اللہ تعالیٰ اور بندے کے تعلق کو درست کرنے کے لیے جو انفرادی یا اجتماعی کام کیے جا رہے ہوں اس کے راستے میں روڑے اٹکا کر فساد پھیلایا جاتا ہے۔ مثلاً (i) کتاب اللہ کی تعلیم کے راستے میں رکاوٹ ڈال کر۔ (ii) مساجد کی آبادکاری کے راستے میں رکاوٹ ڈال کر جیسے لوگوں کو وہ سرگرمیاں دے دی جاتی ہیں کہ ان کو مسجد میں جانے کا ہوش نہیں رہتا۔

سوال3:﴿ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ یقیناً ہم اصلاح کرنے والے ہیں'' منافقوں کو جب فساد سے روکا جاتا ہے تو وہ یہ جواب کیوں دیتے ہیں کہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں؟

جواب: وہ خود کو زیادہ باشعور سمجھتے ہیں حالانکہ وہ شعور نہیں رکھتے۔ یہ ان کی جہالت ہے، جس کو وہ صلح کہتے ہیں وہ فساد ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصلاح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصلاح کا مطلب یہ ہے کہ انسان وہی کام کرے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا ہے۔

سوال5: زمین کے اندر اصلاح کیسے ہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ صحیح ایمان، عمل صالح کو اختیار کر کے، شرک اور نافرمانیوں کو چھوڑ کر زمین کے اندر اصلاح ہوتی ہے۔ (ایسر التفاسیر:20)
﴿2﴾ زمین کے اندر اصلاح یہ ہے کہ اسے ایمان اور اطاعت الٰہی سے معمور رکھا جائے۔ اسی اطاعت و ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کر کے اس زمین پر آباد کیا اور ان پر رزق کے دروازے کھول دیے تا کہ اس رزق کی مدد سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کرے لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کے خلاف عمل کیا جائے گا تو یہ عمل زمین میں فساد برپا کرنا اور اس کو اجاڑنا ہوگا۔ (تفسیر سعدی:83/1)

سوال6: صلح کے پردے میں فساد کیسے ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: منافق سازشیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا طریقہ صلح کا ہے۔ہم کسی سے بگاڑنہیں چاہتے۔ہم سب کے خیرخواہ ہیں اورصلح کروانا چاہتے ہیں۔ان کا ظاہری برتاؤ اچھا ہوتا ہے جب کہ ان کی کافروں سے دوستی کی وجہ سے مسلمانوں کوسخت خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔یہ ان کی محض جہالت ہے جس کو وہ صلح کہتے وہ عین فساد ہے لیکن انہیں احساس نہیں ہوتا۔(تفسیرابن کثیر:16،17)

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ(12)﴾

''سن لو!درحقیقت وہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ نہیں سمجھتے۔''(12)

سوال1: ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''سن لو!درحقیقت وہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ نہیں سمجھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ منافقین کے یہ کہنے سے کہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں ضمناً یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ اہل ایمان اصلاح کرنے والے نہیں ہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا یہ دعویٰ ان پر پلٹ دیا ہے۔﴿2﴾ کافروں سے دوستیاں گانٹھنا ملک میں فساد پھیلانا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾ اورجن لوگوں نے کفرکیا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں،اگرتم یہ نہ کروگے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا۔(الانفال:73)﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو!مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ،کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کے لیے ایک واضح حجت بنالو؟یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔(سورۃ النساء:144-145)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کے باوجود وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ اصلاح کرنے والے ہیں۔کیا اس فساد کے بعد بھی کوئی اور فساد رہ جاتا ہے لیکن وہ اپنے فساد کے بارے میں ایسا علم نہیں رکھتے جو اس کا فائدہ پہنچا سکے اگرچہ وہ اس کے بارے میں ایسا علم ضرور رکھتے ہیں جو ان کے خلاف حجت قائم کرے گا اور صرف ان کے اعمال ہی زمین کے اندر فساد کا باعث ہیں کیونکہ برے اعمال اور گناہوں کے سبب سے روئے زمین پر آفتیں اور مصائب نازل ہوتے ہیں جو غلے،پھلوں، درختوں اور نباتات کو بھی خراب کردیتے ہیں۔(تفسیر سعدی:82/1)

سوال2: منافق کو کس بات کا شعور نہیں ہوتا؟

جواب: منافق کو اس بات کا شعور نہیں ہوتا کہ وہ فساد پھیلانے والا ہے۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاۗءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ(13)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اسی طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ سن لو! بے وقوف تو درحقیقت وہی لوگ ہیں لیکن وہ نہیں جانتے۔''(13)

سوال1:﴿وَاِذَاقِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ﴾''اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جب منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ یعنی محمد ﷺ اور جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرو جیسے لوگوں نے تصدیق کی ہے۔(جامع البیان:193/1)﴿2﴾﴿النَّاسُ﴾ یعنی لوگوں سے مراد رسول اللہ اور آپ ﷺ کے زمانہ کے مومنین وصادقین ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:22/1)﴿3﴾یعنی جیسے صحابہ کرام ایمان لائے ہیں جو کہ دل اور زبان کا ایمان ہے۔

سوال2:﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ﴾'' تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اسی طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾منافق جھوٹے گمان میں جیتے ہیں اسی وجہ سے انہوں نے کہا کہ کیا ہم ویسا ایمان لائیں جیسے بے وقوف ایمان لائے ہیں!﴿2﴾منافقین نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو بے وقوف کہا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان اور مال قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔﴿3﴾منافقوں کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے وقوفی اور حماقت ہی ان کے ایمان، ترک وطن اور کفار سے دشمنی مول لینے کی موجب ہے۔ان کے نزدیک عقل اس کے متضاد اور اس کے برعکس رویے کا تقاضا کرتی ہے۔انہوں نے صحابہ کرام کو سفاہت وحماقت سے منسوب کیا۔ضمنی طور پر اس کے لیے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ صرف وہی عقل منداور اصحاب دانش وبینش ہیں۔(تفسیر سعدی:83/1)

سوال3: منافقوں کو صحابہ کرام کی طرح ایمان لانے کو کیوں کہا گیا؟

جواب: منافقوں کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح ایمان لانے کی دعوت دی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان معیار اور کسوٹی ہے اسی لئے سورۃ البقرہ کی آیت 137 میں فرمایا:﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے۔

سوال4: منافقوں نے صحابہ کرام کو بے وقوف کیوں کہا؟

جواب: صحابہ رضی اللہ عنہم نے دنیوی مفادات کو قربان کر کے محمد ﷺ کا اور اسلام کا ساتھ دیا اس لئے منافقین نے انہیں بے وقوف کہا حالانکہ یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ کسی کو اعلیٰ ترین مقصد کے لئے قربانی دینے کا موقع ملے۔

سوال5: منافقین اہل ایمان کو بے وقوف کیوں کہتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: سچا مومن اپنے آپ کو ہمہ تن اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے۔ جو لوگ فائدوں اور مصلحتوں کو اہمیت دیتے ہیں، ایسے لوگوں کی وفاداریاں دنیا کے فائدوں کے ساتھ ہوتی ہیں اور دین سے بھی ایک ظاہری تعلق قائم کر لیتے ہیں۔ وہ اسی کو اپنی عقل مندی سمجھتے ہیں اور اہل ایمان کو اس لیے بے وقوف کہتے ہیں کہ وہ خواہ مخواہ سچائی کی خاطر خود کو برباد کر رہے ہیں۔

سوال6: ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''سن لو! بے وقوف تو درحقیقت وہی لوگ ہیں لیکن وہ نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں واضح کیا ہے کہ وہ خود بے وقوف اور احمق ہیں۔ ﴿2﴾ احمق ایسے بے عقل کو کہتے جو اپنے مصالح سے بے خبر ہو اور ایسے کاموں میں مصروف رہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہوں۔ ﴿3﴾ عقل کا تقاضہ ہے کہ انسان اپنے مصالح کی فکر کرے۔ نفع کے حصول کی کوشش کرے اور ضرر سے بچے۔ یہ صفت صحابہ کرام پر صادق آتی ہے۔ ﴿4﴾ ﴿وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾ مقاتل نے کہا: وہ نہیں جانتے کہ وہ احمق ہیں۔ (زادالمسیر :26/1)

سوال7: کیا اعلیٰ مقاصد کے لئے دنیوی مفادات کو قربان کرنا بے وقوفی ہے؟

جواب: اعلیٰ مقاصد کے لئے دنیوی مفادات کو قربان کرنا خوش بختی اور عقل مندی کی علامت ہے۔

سوال8: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی اللہ تعالیٰ نے کیسے قدر کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیار قرار دیا۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 137 میں فرمایا ہے: ﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ پھر جائیں تو یقیناً اب وہ مخالفت میں ہیں، چنانچہ عنقریب ان سے اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہو جائے گا اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (14)﴾

''اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے سرداروں کی طرف اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو محض مذاق اُڑانے والے ہیں۔'' (14)

سوال1: ﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا﴾ ''اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی سرگرمیوں کی وضاحت کی ہے کہ جب وہ مومنوں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ، اس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کتاب اوراس کے رسول ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں۔

سوال2: منافق اہل ایمان سے ملنے پر کیوں کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے؟

جواب: ﴿1﴾ ظاہری طور پر دینداری کا بھرم قائم رکھنے کے لیے۔ ﴿2﴾ اپنے مال اور اپنی جانوں کے تحفظ کے لیے دھوکے کے طور پر کہتے تھے۔

سوال3: ﴿وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ﴾ ''اور جب اپنے سرداروں کی طرف اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو محض مذاق اڑانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ منافق جب اپنے شریر سرداروں سے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو درحقیقت تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ان کا مذاق اڑا رہے تھے۔ ﴿2﴾ ﴿قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یعنی ہم اس دین پر قائم ہیں جس پر آپ ہو۔ (ابن ابی حاتم: 48/1) منافق کہتے تھے کہ ہم تمہارے عقیدے پر ہیں اور ہم تمہاری موافقت کرتے ہیں۔ (تفسیر مراغی: 55/1) ﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کو سب سے بدتر پاؤ گے جو کچھ لوگوں کے سامنے ایک رخ سے آتا ہے اور دوسروں کے سامنے دوسرے رخ سے جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری: 6058)

سوال4: اس آیت میں شیاطین سے کون مراد ہیں؟

جواب: کافروں، منافقوں، مشرکوں اور گمراہ کرنے والوں کے سرداروں اور سرکشوں کو شیطان کہتے ہیں خواہ انسان ہوں یا جن۔ برائی کے سردار یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد قریش اور یہود کے سردار ہیں جن کی وجہ سے تمام لوگ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو خیر سے دور اور شر سے قریب ہے اور جو اصلاح نہیں چاہتا۔

سوال5: منافق اپنے سرداروں کو اپنی وفاداریوں کا یقین کیوں دلاتے ہیں؟

جواب: جب یہ اپنے شیطانوں سے اکیلے میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو مومنوں سے محض مذاق کرتے ہیں۔ منافقین یقین دلاتے ہیں کہ ہم کوئی دلی طور پر ان کے ساتھ نہیں ہیں، ہم تو بس ایسے ہی ذرا دل کے بہلاوے کے لیے تھوڑی دیر کے لیے ان کے ساتھ ہیں۔ ہمارے دل ان کے ساتھ جڑے ہوئے نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ تو ایک ظاہری سلسلہ قائم ہے تاکہ ان سے دنیا کا فائدہ حاصل کر سکیں۔

﴿اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (15)﴾

''اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرتا ہے اور ان کو ڈھیل دے رہا ہے وہ اپنی سرکشی میں اندھے بنے ہوئے ہیں۔'' (15)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرتا ہے اوران کوڈھیل دے رہا ہے وہ اپنی سرکشی میں اندھے بنے ہوئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرتا ہے''﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی استہزاء ان کے استہزاء کی جزا ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ کرتے ہیں۔﴿2﴾ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا استہزاء یہ ہے کہ وہ ان کے بدبختی کے اعمال اور خبیث احوال کو ان کے سامنے مزین اور آراستہ کر دیتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ان پر مسلط نہیں کیا اس لیے وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اہل ایمان کے ساتھ ہیں۔﴿4﴾ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا استہزاء یہ ہوگا کہ وہ اہل ایمان کے ساتھ انہیں ظاہری روشنی عطا کرے گا۔جب اہل ایمان روشنی میں چلیں گے تو منافقین کی روشنی بجھ جائے گی۔وہ روشنی بجھ جانے کے بعد تاریکی میں متحیر کھڑے رہ جائیں گے۔پس امید کے بعد مایوسی کتنی بری چیز ہے۔(تفسیر سعدی:84/1)﴿5﴾رب العزت نے قیامت کے دن اس استہزاء کی خبر دی ہے ﴿ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ ﴾جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے:''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔'' کہا جائے گا:''اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر کچھ نور تلاش کرو'' چنانچہ ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا،اس کے اندرونی حصّے میں رحمت ہوگی اور اس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا۔وہ ان کو آوازیں دیں گے:''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟'' وہ کہیں گے:''کیوں نہیں لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم انتظار ہی کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور فضول تمناؤں نے تمہیں دھوکہ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور اس دھوکے باز نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہیں دھوکہ دیا۔(الحدید:13,14)﴿6﴾﴿ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ ﴾''اوران کوڈھیل دے رہا ہے وہ اپنی سرکشی میں''اللہ تعالیٰ ان کے فسق وفجور کے کاموں کو اور بڑھا دیتا ہے۔﴿7﴾﴿ يَعْمَهُوْنَ ﴾''اندھے بنے ہوئے ہیں''یہ اللہ تعالیٰ کا استہزاء ہے۔﴿8﴾عمہ دل کے اندھے پن کو کہتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝ ﴾پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔(الحج:46)﴿9﴾رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ﴾اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یقیناً ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں وہ ان کے لیے بہتر ہے ہم انہیں اسی لئے مہلت دے رہے ہیں تا کہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں اوران کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔(آل عمران:178)یہی استدراج ہے۔﴿10﴾﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوتے ہیں تو سست ہوکر کھڑے ہوتے ہیں۔وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔ (النساء:142)﴿11﴾ ﴿فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(التوبہ:79)

سوال2: اللہ تعالیٰ منافقین سے کیسے مذاق کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان سے نیکی کی توفیق چھین لیتا ہے۔پھر نہ ان کے کان سچ سننا چاہتے ہیں،نہ سچی بات ان کے دل پر اثر انداز ہوتی ہے،نہ ان کی آنکھ سچائی کو دیکھ سکتی ہے۔پھر وہ اندھا دھند اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارتے چلے جاتے ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ منافقوں کو ان کی سرکشی میں کیسے ڈھیل دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ منافقوں کو اپنی مرضی کی زندگی گذارتے ہوئے فوراً نہیں پکڑتے بلکہ مہلت دیتے ہیں۔یوں ابتدا کی سرکشی بغاوت میں بدل جاتی ہے۔

سوال4: منافق اپنی سرکشی میں اندھوں کی طرح کیسے بھٹکتے ہیں؟

جواب: منافق جب اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دینے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دیتے ہیں۔اس طرح ان کے گناہ بڑھتے جاتے ہیں پھر وہ اور سرکش ہو جاتے ہیں اور سیدھے راستے سے بھٹکتے بھٹکتے دور نکل جاتے ہیں اور انہیں احساس بھی نہیں ہوتا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ اور ہم ان کے دلوں اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔(الانعام:110)

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (16)﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی ہے تو نہ ان کی تجارت ان کے لیے نفع مند ہوئی اور نہ ہی وہ ہدایت پانے والے ہیں۔''(16)

سوال1: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی منافق گمراہی کی طرف اتنی رغبت سے مائل ہوتے ہیں جیسے خریدار کسی ایسے سامان تجارت کی طرف لپکتا ہے جس کی اسے سخت ضرورت ہو یا اس کی دلی چاہت ہو۔وہ اپنی رغبت کی وجہ سے اپنا قیمتی مال خرچ کرتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے گمراہی کو جو کہ شر کی انتہا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے سامان تجارت سے تشبیہ دی ہے اور ہدایت کو جو خیر کی انتہا ہے، اس کو سامان تجارت کی قیمت سے تشبیہ دی ہے۔﴿3﴾منافقوں نے ہدایت یعنی نفع مند علم اور عمل صالح سے بے رغبتی کی وجہ سے اور گمراہی کی طرف رغبت کی وجہ سے ہدایت کو گمراہی کے بدلے میں خرچ کر دیا۔ یہ تھی ان کی تجارت اور یہ تھا ان کا سامان تجارت۔ کتنی بری تجارت اور کتنا برا سامان تجارت ہے!

سوال2:﴿فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ﴾ ''تو نہ ان کی تجارت ان کے لیے نفع مند ہوئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''تو نہ ان کی تجارت ان کے لیے نفع مند ہوئی'' دنیا میں جو شخص ایک ہزار روپے کے بدلے میں ایک سو روپیہ لیتا ہے تو غائب و حاضر کہتا ہے کہ اس نے بڑا خسارہ، بڑا نقصان اٹھایا۔﴿2﴾اس شخص کا خسارہ جو ہیرے جواہرات کو دے کر ایک روپیہ حاصل کرے زیادہ بڑا ہے۔﴿3﴾اس شخص کا خسارہ کتنا بڑا ہے جو ہدایت کے بدلے میں گمراہی خریدتا ہے۔ خوش نصیبی کے بدلے میں بدنصیبی اختیار کرتا ہے۔ اعلیٰ مقاصد کو چھوڑ کر گھٹیا کاموں کی طرف رغبت رکھتا ہے۔ اس کی تجارت نے اسے کوئی نفع نہیں دیا۔ وہ سب سے بڑے خسارے میں ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ کہہ دو کہ یقیناً نقصان اٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیا۔ سن لو! یہی کھلا نقصان ہے۔(الزمر:15)

سوال3: منافق کی تجارت نفع مند کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: منافق جنت یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے سکون اور خوشیوں کے بدلے عارضی زندگی کی عارضی خوشیاں خریدنے کی کوشش کرتا ہے جو مستقل انسان کے ساتھ نہیں رہتیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس تبادلے یعنی تجارت کو نفع مند قرار نہیں دیا۔

سوال4:﴿وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾ ''اور نہ ہی وہ ہدایت پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی وہ ہدایت پانے والے نہیں۔ انہیں ہدایت سے کوئی حصہ نہیں ملا یعنی نفاق خرید کر وہ خسارے میں رہے۔

سوال5: منافق ہدایت کیوں نہیں پا سکتے؟

جواب:﴿1﴾ وہ ہدایت کو بے وقوفی خیال کرتے ہیں۔﴿2﴾وہ ہدایت حاصل نہیں کرنا چاہتے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ منافق کو ہدایت نہیں دیتے۔

﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَاۗءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ(17)﴾

''ان کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے آگ بھڑکائی، تو جب اس نے اس کے اردگرد کی چیزوں کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ ان کے نور کو لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے۔''(17)

سوال1:﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا﴾ ''ان کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے آگ بھڑکائی'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی مثال دی ہے جوان کے حالات کی وضاحت کرنے والی ہے۔﴿2﴾سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اوردیگرصحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی یہ وضاحت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو کچھ لوگ مسلمان ہوگئے لیکن جلد ہی وہ منافق ہوگئے۔ایسے لوگوں کی مثال اس طرح ہے جیسے وہ اندھیرے میں ہوں توایک شخص نے روشنی جلائی ہوجس سے ماحول روشن ہوگیا یعنی فائدہ منداورنقصان دہ چیزیں واضح ہوگئیں تو روشنی بجھ گئی اورسب پھراندھیرے میں چلے گئے یعنی منافق پہلے شرک کے اندھیرے میں تھے پھرمسلمان ہوکرروشنی میں آگئے،حلال وحرام اورخیروشرکو پہچان گئے پھردوبارہ کفراورنفاق کی طرف لوٹ گئے تو ساری روشنی جاتی رہی۔(فتح القدیر)

سوال2:﴿فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَاحَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ﴾''توجب اس نے اس کے اردگردکی چیزوں کوروشن کردیا تواللہ تعالیٰ ان کے نورکولے گیااورانہیں اندھیروں میں چھوڑدیا کہ وہ نہیں دیکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مجاہدنے اس آیت کے بارے میں کہا:﴿اَضَآءَتْ مَاحَوْلَهٗ﴾''اس نے اس کے اردگردکی چیزوں کوروشن کردیا'' سے مرادان کا مومنوں اور ہدایت کی طرف بڑھنا ہے۔(جامع البیان:209/1)﴿2﴾﴿ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ﴾''اللہ تعالیٰ ان کے نورکولے گیا'' سے مرادان کا کافروں اور گمراہی کی طرف بڑھنا ہے۔(جامع البیان:209/1)﴿3﴾منافقوں نے اہل ایمان کی آگ سے یعنی ان کے ایمان سے روشنی حاصل کی کیونکہ ان کے پاس ایمان نہیں تھا۔وقتی طور پرانہوں نے اپنے حالات کومحفوظ کرلیا۔دنیامیں انہیں امن مل گیالیکن اچانک ان کوموت آگئی یوں اللہ تعالیٰ ان سے روشنی لے گیا۔﴿4﴾موت نے ان پراندھیرا یعنی عذاب اورغم مسلط کردیا۔﴿5﴾کفر،نفاق اورگناہوں کے اندھیروں نے انہیں اپنی لپیٹ میں لےلیا۔اس کے بعدانہیں جہنم کےاندھیروں میں رہناہوگا۔

﴿صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ(18)﴾

''وہ بہرے ہیں،گونگے ہیں،اندھے ہیں،سووہ نہیں پلٹتے۔''(18)

سوال1:﴿صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾''وہ بہرے ہیں،گونگے ہیں،اندھے ہیں،سووہ نہیں پلٹتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے منافق کے بارے میں واضح فرمایاہے کہ﴿صُمٌّ﴾وہ بھلائی کی بات سننے سے بہرا ہے﴿بُكْمٌ﴾وہ بھلائی کی بات کہنے سے گونگا ہے﴿عُمْيٌ﴾وہ بھلائی کودیکھنے سے اندھا ہے۔دراصل اس نے بھلائی کی،خیرکی،حق کی پہچان کھودی ہے﴿فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾اس لیے وہ اب واپس نہیں لوٹیں گے۔

سوال2:قرآن مجیدکن انسانوں کوبہرا،گونگااوراندھا کہتا ہے؟

جواب:﴿1﴾قرآن مجیداس انسان کوبہرا کہتا ہے جوکان رکھتے ہوئے بھی بہرا ہے جوحق کو،سچی بات کونہیں سنتا۔اوراللہ تعالیٰ کی بات،اس کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کلام قرآن مجید سب سے سچا ہے اور اس کے رسول کی بات یعنی حدیث سچی بات ہے، بہترین طریقہ ہے۔اس نفع مند علم کے معاملے میں منافق بہرا بن جاتا ہے ان میں سے کچھ اسے اپنے لیے ضروری خیال نہیں کرتے۔کچھ ایسے ہیں جو قرآن وحدیث کے علم کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں یا اپنے دنیا کے مفادات پر ضرب سمجھتے ہیں اور اس سے بچنا چاہتے ہیں حالانکہ وہ خود محروم ہو جاتے ہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔اصلاً منافق کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ نہیں فرماتے۔اسی لیے وہ حق سننے سے بہرے، کہنے سے گونگے اور دیکھنے سے اندھے بن جاتے ہیں:﴿ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴾ ان کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور ان کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔(الاعراف:179)﴿2﴾ قرآن مجید اس انسان کو اندھا کہتا ہے جو آنکھیں رکھنے کے باوجود حق اور سچ کو، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی اور ہدایت کو نہیں دیکھتا۔﴿3﴾ قرآن مجید اس انسان کو گونگا کہتا ہے جو زبان رکھنے کے باوجود گونگا ہے۔ جو حق کو، اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کو جانتا ہے پھر بھی خاموش رہتا ہے اور یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ ابھی کہنے کا وقت نہیں آیا اور وہ وقت کبھی نہیں آتا۔رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا إِن مَّكَّنَّاكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُم مِّن شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان چیزوں میں بھی انہیں قدرت دے رکھی تھی جس میں ہم نے تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کے کان، آنکھیں اور دل بنائے تھے چنانچہ نہ ان کے کان، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے تھے اور انہیں اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔(الاحقاف:26)

سوال3:﴿ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''سو وہ نہیں پلٹتے'' سے مراد یہ ہے کہ یہ وہ افراد ہیں جنہوں نے ہدایت یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی پر چلنے کی بجائے گمراہی یعنی دل کی ماننے اور اپنی مرضی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔اس لیے اب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف یعنی اس کے دین اسلام کی طرف نہیں پلٹیں گے بلکہ ہمیشہ اپنے نفس، اپنی مرضی کی طرف پلٹیں گے۔

سوال4: نفاق کی یہ پہلی مثال کس طرح کے منافقوں کے بارے میں ہے؟

جواب:﴿1﴾ نفاق کی پہلی مثال ان منافقوں کے بارے میں ہے جو دل سے اسلام کے احکامات پر عمل کرنے سے انکار کرنے والے ہیں۔جو یا تو مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے مسلمان ہیں، لیکن انہوں نے شعوری طور پر اسلام قبول نہیں کیا یعنی اسلام کے احکامات کو نہیں سیکھا، یا انہوں نے کسی وقتی مصلحت کی وجہ سے اسلام قبول کر لیا لیکن دل اب اسلام پر مطمئن نہیں۔ایسے لوگوں کا دل اللہ تعالیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے احکامات کا انکار کرتا ہے۔انہیں توبہ نصیب نہیں ہوتی کیونکہ خود جاہل ہوتے ہیں اورلوگوں کی نصیحت نہیں سنتے۔﴿2﴾وہ اسلام کی طرف نہیں لوٹیں گے۔﴿3﴾اس مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرتد ہوگئے تھے۔

﴿اَوۡ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيۡهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعۡدٌ وَّبَرۡقٌ ۚ يَجۡعَلُوۡنَ اَصَابِعَهُمۡ فِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الۡمَوۡتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيۡطٌۢ بِالۡكٰفِرِيۡنَ(19)﴾

’’یا جیسے آسمان سے موسلا دھار بارش،جس میں تاریکیاں ہیں،گرج اور چمک ہے،وہ موت کے ڈر سے کڑکنے والی بجلیوں سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کافروں کوگھیرنے والا ہے۔‘‘(19)

سوال1:﴿اَوۡ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيۡهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعۡدٌ وَّبَرۡقٌ ۚ يَجۡعَلُوۡنَ اَصَابِعَهُمۡ فِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الۡمَوۡتِ ؕ﴾’’یا جیسے آسمان سے موسلا دھار بارش،جس میں تاریکیاں ہیں،گرج اور چمک ہے،وہ موت کے ڈر سے کڑکنے والی بجلیوں سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿اَوۡ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ﴾اللہ تعالیٰ نے مثال دی ہے کہ وہ اس شخص کی طرح ہیں جس پر موسلا دھار بارش ہورہی ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی جو موسلا دھار بارش کی طرح آسمان سے نازل ہورہی ہے۔﴿2﴾منافق اس میں سے اللہ تعالیٰ کے احکامات،وعدے اور وعیدیں سنتے ہیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں **﴿رَعۡدٌ﴾** بادل کی کڑک کی طرح **﴿وَّبَرۡقٌ﴾** اور بجلی کی طرح گھبراہٹ میں مبتلا کرتے ہیں۔﴿3﴾وعدے اسے پریشان کرتے ہیں۔اس لیے کہ وحی کی موسلا دھار بارش دراصل کفر اور نفاق کے **﴿ظُلُمٰتٌ﴾** اندھیروں میں اترنے والی بارش ہے۔﴿4﴾ کفر اور نفاق کی وجہ سے حقیقت سمجھ نہیں آتی۔﴿5﴾**﴿يَجۡعَلُوۡنَ اَصَابِعَهُمۡ فِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الۡمَوۡتِ﴾**’’وہ موت کے ڈر سے کڑکنے والی بجلیوں سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں‘‘موت کے ڈر سے وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتا ہے۔منافق کو اس طرح وقتی طور پر سلامتی مل جاتی ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں بھاگ سکتے۔منافق اپنی ذات اور مفادات کا تحفظ چاہتا ہے۔جب کبھی حق کی دعوت اٹھتی ہے تو جہاں ایک طرف انسانوں کے لیے یہ دعوت کامیابی کے دروازے کھولتی ہے، وہیں دوسری طرف کچھ انسان خوف میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔حق کو جان لینے کی صورت میں خاص طور پر اونچے طبقے کے لوگوں کو اپنی بڑائی کا خاتمہ ہوتے نظر آنے لگتا ہے۔پھر ہر ایک کو اپنے رسم ورواج چھوڑنے سے ڈر لگتا ہے۔یہیں سے وہ حق پر عمل پیرا ہونے سے ڈر جاتے ہیں۔ایک طرف وہ قرآن مجید کی بات سنتے ہیں تو دل میں تھوڑی سی گنجائش پیدا ہوتی ہے،دوسری طرف اپنے دوستوں سے ملتے ہیں تو گھبرا اٹھتے ہیں۔اس گھبراہٹ میں ایک ہی حل نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو،حق کی دعوت کو نہ سنیں کیونکہ ان کے خیال میں اگر سنیں گے تو عمل کرنا پڑے گا اور عمل کرنے سے ہی تو ڈر لگتا ہے،اس لیے سننا چھوڑ دیتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:﴿ وَاللّٰهُ مُحِيطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ کافروں کوگھیرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی قدرت اورعلم نے منافق کو ہرطرف سے گھیرے میں لے رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کون بھاگ سکتا ہے۔کون ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو عاجز کر سکے؟ اللہ تعالیٰ منافقوں کے اعمال کوان کے اعمال ناموں میں محفوظ کر دیتا ہے۔﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اورزمین سے بھی ان ہی کی مثل۔ان کے درمیان حکم اترتا ہے تاکہ تم جان لوکہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔(الطلاق:12) اللہ تعالیٰ کافروں اورمنافقوں کو ہرطرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔وہ اپنی قوتوں اورقدرتوں سے کافروں کوگھیرے میں لینے والا ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہر بات، ہر سوچ اور ہر کام ریکارڈ کر رہے ہیں جس کا اس نے حساب لینا ہے اورانجام تک پہنچانا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کی محدود زندگی کوگھیرے میں لے رکھا ہے۔ہرآنے والے لمحے میں موت قریب آرہی ہے۔

﴿ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (20) ﴾

''قریب ہے کہ بجلی ان کی نگاہیں اچک لے، جب کبھی ان کے لیے روشنی کرتی ہے تو وہ اس میں چل پڑتے ہیں اور جب ان کے لیے اندھیرا کرتی ہے تو وہ کھڑے ہوجاتے ہیں اوراگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور ان کی سماعت اوران کی بصارت کو لے جاتا، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''(20)

سوال1:﴿ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ﴾ ''قریب ہے کہ بجلی ان کی نگاہیں اچک لے'' یہاں بصارت کے اچکنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿ يَكَادُ الْبَرْقُ ﴾ ''قریب ہے کہ بجلی کی چمک''یعنی منافق اللہ تعالیٰ کے احکامات، اللہ تعالیٰ کے وعدے اوروعیدیں جوقرآن مجید میں آئے ہیں انہیں سنتے ہیں تو اسلام پرعمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں گھر والوں اورمعاشرے کی طرف سے مخالفت ہوتی ہے تو وہ رک جاتے ہیں۔﴿2﴾﴿ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ﴾ ''ان کی نگاہیں اچک لے''بصارت سے مراد ایمان کا نور ہے جومنافق میں کم ہوتا ہے۔بصارت کے اچکنے سے مراد یہ ہے کہ مخالفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکامات پرعمل پیرا ہونے کی سمجھ ختم ہوجائے اورگھر والوں اورمعاشرے کے افراد کے ذہن سے ہی سوچنے لگ جائے۔

سوال2:﴿ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ﴾ ''جب کبھی (بجلی) ان کے لیے روشنی کرتی ہے تو وہ اس میں چل پڑتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: جب کبھی وہ قرآن مجید سے اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو سنتے ہیں تو ایمان والوں کے ساتھ مل کر عمل صالح کرتے ہیں۔

سوال3: ﴿وَإِذَآ أَظۡلَمَ عَلَيۡهِمۡ قَامُواْ﴾ ''اور جب (بجلی) ان کے لیے اندھیرا کرتی ہے تو وہ کھڑے ہو جاتے ہیں'' وضاحت کریں؟

جواب: منافق کے دل میں ایمان نہیں ہوتا۔ وہ اہل ایمان کے ایمان سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے جب وہ قرآن وحدیث میں سے کچھ سنتے ہیں انہیں تھوڑی سی روشنی ملتی ہے تو کچھ نیک اعمال کر لیتے ہیں اور جب وہ قرآن وحدیث کی مجالس میں نہیں جاتے اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو نہیں سنتے تو اندھیرا ہو جاتا ہے اور ان کے اعمال صالح بھی رک جاتے ہیں۔

سوال4: منافق پر روشنی ہونے اور اندھیرا چھا جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: منافق پر روشنی ہونے سے مراد ہے قرآن حکیم کی تعلیمات سنتے ہوئے، پڑھتے ہوئے دین کی کسی بات کا سمجھ آ جانا اور اندھیرا چھا جانے سے مراد یہ ہے کہ اگر دین کا حکم دل کی مرضی کے خلاف ہے یا گھر والوں کی یا معاشرے کے افراد کی پسند کے مطابق نہیں اور انسان ان کی مخالفت یا اپنے نفس کی مخالفت برداشت نہ کر سکتا ہو تو اس حکم کو سمجھنے کے باوجود نظر انداز کر دے، اس پر عمل پیرا ہونا اپنے لیے ضروری نہ سمجھے۔ یوں انسان کی سمجھ پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔

سوال5: ﴿وَلَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمۡعِهِمۡ وَأَبۡصَٰرِهِمۡ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور ان کی سماعت اور ان کی بصارت کو لے جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نفع مند علم یعنی قرآن وحدیث سننے سے بہرے بننے والوں، حق دیکھنے سے اندھے بننے والوں، جنہوں نے اپنے ایمان کے راستے بند کر دیے ہیں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ جب چاہے اپنی دی ہوئی صلاحیتوں کو واپس لے سکتا ہے۔ اس لئے اس کے عذاب سے بے خوف نہ ہو جاؤ اور شر اور نفاق سے باز آ جاؤ۔

سوال6: سماعت سلب کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: سماعت سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب کو سننا ہے اور سماعت سلب کرنے سے مراد ہے کتاب سننے سے روک دینا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو اپنے احکامات کو نظر انداز کرنے والے کو کتاب سننے سے بھی روک دیتا لیکن وہ سن کر عمل نہ کرنے والے کو سننے سے نہیں روکتا۔ یہ اس کی مہربانی ہے کہ کوئی جتنا کام کرنا چاہتا ہے اسے اتنا ہی کام کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

سوال7: بصارت سلب کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: بصارت سے مراد نور ایمان ہے جو قرآن وحدیث کے علم اور اس پر عمل کے ساتھ بڑھتا ہے۔ انسان جب دین کو سمجھ کر اس پر عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کو پھر بھی موقع دیتا ہے کہ وہ سنتا رہے، سمجھتا رہے۔ اس سے سننے اور سمجھنے کی صلاحیت کو بالکل ختم نہیں کرتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8: اسلام پرعمل پیرا ہونے کے راستے میں کون سی رکاوٹیں سامنے آتی ہیں؟

جواب: اسلام پرعمل پیرا ہونے کے راستے میں یوں تو بہت سی رکاوٹیں سامنے آتی ہیں جیسے گھر والوں کی مخالفت، معاشرے کے افراد کی مخالفت لیکن سب سے بڑی رکاوٹیں خود انسان کے اپنے اندر سے سامنے آتی ہیں۔ مثال کے طور پر: ﴿1﴾ **خوف:** اس بات کا خوف کہ کہیں میں لوگوں کی نظروں سے گر نہ جاؤں۔ منافق کو یہ اندیشہ لاحق ہوجاتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ پھر جب رسم و رواج سے اسلام کے احکامات ٹکراتے ہیں تو اہل خاندان اور معاشرے کے افراد میں عزت کم ہوجانے کا خوف رکاوٹ بنتا ہے۔ ﴿2﴾ **تعصب:** جب ایک انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کو، اس کے دین کو کسی انسان سے سنتا ہے تو وہ اس کو انسان کی بات سمجھ لیتا ہے۔ پھر اندر چھپا ہوا تکبر اور حسد زندہ ہوجاتا ہے اور انسان کان رکھتے ہوئے بہرہ، آنکھیں رکھتے ہوئے اندھا اور زبان رکھتے ہوئے گونگا بن جاتا ہے۔ یوں یہ تعصب اسلام پرعمل پیرا ہونے کے راستے کی رکاوٹ بن جاتا ہے۔

سوال9: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ اسے کوئی عاجز نہیں کرسکتا۔ اس کے ارادوں کے آگے کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ اس کے فیصلے نافذ ہوکر رہتے ہیں۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو کر گزرتا ہے، کوئی اس کو روکنے والا نہیں، کوئی اس کی مدد کرنے والا نہیں اور کوئی اس کی مخالفت کرنے والا نہیں۔

سوال10: اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیر ہونے کا یقین کیسے دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے حس بصارت اور حس سماعت سلب کر لینے سے اپنی قدرت کا یقین دلایا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے دلوں پر اپنی قدرت اور اپنے اختیار کو واضح کیا ہے کہ اگر ان میں حق کو قبول کرنے کی طلب نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے حالات کے حوالے کر دیتا ہے اور وہ اپنے تردد میں ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے کانوں اور آنکھوں کو بے کار کر دینے کی قوت سے اپنے قدیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔

رکوع نمبر 3

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (21)﴾

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔'' (21)

سوال1: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا ہے یہ ایسا حکم ہے جس کے لیے اس نے بندوں کو تخلیق فرمایا۔ فرمایا: ﴿وَمَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔ (الذاریات :56)﴿2﴾ ﴿رَبَّكُمْ﴾ ''تمہارا رب'' تمہارا خالق اور تمہارے امور کا مالک اور تمہارا حقیقی معبود ہے۔ (ایسر التفاسیر:23/1)﴿3﴾ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عبادت کی تعریف یوں کرتے ہیں: ''عبادت ان تمام کاموں کے لیے جامع اسم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے وہ اقوال ہوں یا ظاہری و باطنی اعمال ہوں۔'' (رسالۃ العبودیۃ:149/10)﴿4﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قرآن مجید میں ہر عبادت سے مراد توحید ہے۔ (الاساس:94/1)﴿5﴾ توحید کو معرفت الٰہی کے بغیر نہیں اپنایا جا سکتا اور معرفت معبود کے حقوق کو قائم کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ (الاساس:95,94/1) عبادت یعنی اطاعت اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے لیے پیدا کیا اور ہماری زندگی کا مقصد عبادت ٹھہرایا تا کہ ہمارے دل اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں اور ہم قلب اور قالب کے اعتبار سے اپنے خالق کے بن کے رہیں۔﴿7﴾ اللہ تعالیٰ نے عبادت کو واجب قرار دیا ہے۔ جن اقوال و افعال کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ان کے ساتھ صرف اسی ایک کی عبادت کرنا واجب ہے مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، دعا، نذر، خشیت، توکل اور دیگر ساری عبادات۔ (العثیمین، شرح عقیدہ واسطیہ :22)﴿8﴾ ہر نبی نے اپنی دعوت کا آغاز اللہ تعالیٰ کی عبادت سے کیا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔ (النحل:36)

سوال2: ﴿رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''تمہارا رب جس نے تمہیں اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ وہ تمہارا رب ہے۔ اس نے تمہیں بہت سی نعمتوں سے نواز کر تمہاری تربیت اور پرورش کی۔ وہ تمہیں عدم سے وجود میں لایا، اس نے ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے، اس نے تمہیں ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کیں، اس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا جہاں تم اپنا ٹھکانہ بناتے ہو، جہاں تم عمارات تعمیر کر کے، زراعت اور کاشت کاری کر کے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کر کے مختلف فوائد حاصل کرتے ہو، اس کے علاوہ تم زمین کے بعض دیگر فوائد سے استفادہ کرتے ہو۔ اس نے تمہارے اس مسکن کے لئے آسمان کو چھت بنایا۔ اس نے تمہاری ضروریات اور حاجات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس چھت میں بھی بہت سی نفع بخش چیزیں مثلاً سورج، چاند اور ستارے پیدا کیے۔ (تفسیر سعدی:88/1)﴿2﴾ ﴿الَّذِيْ خَلَقَكُمْ﴾ ''جس نے تمہیں پیدا کیا'' یعنی جو تمہیں عدم سے وجود میں لے کر آیا۔ اس بات کا اعتراف تو مشرک بھی کرتے تھے، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ (الزخرف:87)﴿3﴾ ﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى﴾ موسیٰ نے کہا: ''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی، پھر اسے راستہ دکھایا۔'' (طٰہٰ: 50)﴿4﴾ اقبال نے کہا:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار خال یہ کس کی ہے؟ کس کا یہ نورِ آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی خوئے انقلاب (بالِ جبریل)

﴿5﴾﴿وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''اوران لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ تم سے پہلے گزرے ہوئے تمہارے آباؤاجداد اور ساری مخلوقات کا وہی رب ہے۔﴿6﴾ جیسے انسانوں کی تخلیق خالق کے وجود پر دلیل ہے اسی طرح دوسری مخلوقات بھی اس کے وجود پر دلیل ہیں۔زمین کو بچھانا، آسمان کو چھت بنانا، پہاڑوں سے زمین کو ٹھہرانا، تاروں سے آسمان کو سجانا، پہاڑوں میں کشادہ گھاٹیاں بنانا، بنانے والے کے وجود پر دلیل ہیں۔آسمان سے ضرورت کے مطابق پانی برسانا، طرح طرح کے پھولوں اور پھلوں کا پیدا کرنا۔اس لیے اس کی عبادت کرو۔

سوال3:﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ''تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ اس سے مراد ہے کہ تم دنیا میں غلط رویے سے بچ جاؤ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ۔ ﴿2﴾ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: اس سے مراد ہے تاکہ تم فرماں بردار بن جاؤ۔(جامع البیان:233/1)﴿3﴾ جب تم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ گے کیونکہ عبادت ایسا سبب ہے جو اس کی ناراضگی کو دور کرتا ہے۔

﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(22)﴾

''وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس سے تمہارے رزق کے لئے کئی طرح کے پھل پیدا کیے، چنانچہ جب تم یہ جانتے ہو تو اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہ بناؤ۔''(22)

سوال1:﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا﴾ ''وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا'' زمین کیسا فرش ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ زمین ایسا فرش ہے جس پر چلا جاتا ہے۔وہی بچھونا اور وہی جائے قرار ہے۔(تفسیر جامع البیان:234/1)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین میں وہ ساری قوتیں رکھیں جو انسان کی زندگی کے لیے ناگزیر ہیں۔اس نے زمین کو ہمارے لیے ہموار بنایا۔اسی لیے زمین انسان کو لے کر ڈھلکتی نہیں اور انسان سکون کے ساتھ اس پر زندگی گزار سکتا ہے۔﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا﴾ دونوں باغ اپنا پورا پھل لائے اور اس میں کوئی کمی نہ کی اور ہم نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دونوں باغوں کے درمیان ایک نہر جاری کر دی تھی۔(الکھف:33)

سوال2:﴿وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً﴾ ''اور آسمان کو چھت بنایا'' آسمان کیسی چھت ہے؟

جواب:﴿1﴾ ہر چیز جو ہمارے اوپر بلند ہے آسمان ہے۔اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بغیر ستونوں کے بنایا جس کے نیچے ساری کہکشائیں ہیں، سارے سیارے ہیں جو اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں اور ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے۔ (المومن:57)

﴿3﴾﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا﴾ کیا تم تخلیق میں زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا۔(النازعات:27)

سوال3:﴿وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''اور آسمان سے پانی نازل کیا'' اللہ تعالیٰ نے اوپر سے پانی برسانے کے لیے کیسا انتظام کیا؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سورج کی حرارت کی وجہ سے سمندروں کا پانی بھاپ بن کر اوپر جاتا ہے۔وہ ٹھنڈا ہو کر بادلوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔بادلوں کو ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑا کر لے جاتی ہیں اور پھر جس علاقے کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے وہاں یہ پانی بارش کی صورت برسا دیا جاتا ہے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے آگے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل اٹھا لیتی ہیں، ہم اسے کسی مردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی اتارتے ہیں پھر اس سے ہر قسم کے کچھ پھل نکالتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔(الاعراف:57)

﴿3﴾﴿ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ اور وہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اور ایسے ہی تم بھی نکالے جاؤ گے۔(الروم:19)

سوال4:﴿فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ﴾ ''پھر اس سے تمہارے رزق کے لئے کئی طرح کے پھل پیدا کیے'' اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیسے رزق بہم پہنچایا؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر اگانے کی قوت رکھی، آسمان سے بارش برسائی اور اس کے ذریعے ہر طرح کی پیداوار نکال کر رزق بہم پہنچایا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ایسی قوتیں رکھیں جو انسان کے لیے مفید ہیں۔انسان ان قوتوں سے فائدہ اٹھا کر رزق حاصل کرتا ہے، زندگی بسر کرنے کا سامان کرتا ہے اور لذت بھی حاصل کرتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْۤ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ بلاشبہ آپ زمین کو بنجر دیکھتے ہیں پھر جب ہم اس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی اور پھولتی ہے، بے شک جس نے اس کو زندہ کیا، یقیناً وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(فصلت:39)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:﴿ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہ بناؤ'' دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ عبادت کی مختلف اقسام میں سے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے کیونکہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت شرک ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ کے آگے دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں کے آگے بھی ہاتھ پھیلائے جائیں۔اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ ہو تو اوروں کے لیے بھی سجدے کیے جائیں۔اللہ تعالیٰ کے لیے قربانیاں دی جائیں تو اوروں کے لیے بھی دی جائیں۔اللہ تعالیٰ کے لیے مال خرچ کیا جائے تو اوروں کے لیے بھی مالی قربانیاں پیش کی جائیں۔﴿2﴾ جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو ویسی محبت کسی اور سے نہ کرو۔﴿3﴾ جیسے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہو ویسا بھروسہ کسی اور پر نہ کرو۔﴿4﴾ جیسے اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہو ویسا خوف کسی اور سے نہ کھاؤ۔﴿5﴾ جیسے اللہ تعالیٰ سے امید باندھتے ہو ویسی امید کسی اور سے نہ باندھو۔﴿6﴾ جیسے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہو اسی طرح کسی اور کو راضی کرنے کی فکر نہ کرو۔﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کے ماسوا سب کچھ ہماری طرح مخلوق ہے جیسے ہمیں رزق دیا جاتا ہے انہیں بھی دیا جاتا ہے، جیسے ہمارے لیے زندگی کی تدبیر کی جاتی ہے ان کے لیے بھی کی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی بھی زمین وآسمان کے ایک ذرے کا بھی مالک نہیں۔نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔﴿8﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔(بخاری:6001)﴿9﴾ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر، خواہ تجھے مار ڈالا جائے یا جلا دیا جائے۔(مسند احمد:22425)

سوال6:﴿ وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''جب تم یہ جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارا خالق ہے۔﴿2﴾ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: تم جانتے ہو کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔﴿3﴾ تم سمجھتے ہو تو اپنے علم سے سمجھنے میں مدد لو۔(تفسیر ماوردی:84/1)﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں؟(الزخرف:87)﴿5﴾﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ آپ کہہ دیں کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو جلد ہی وہ کہیں گے ''اللہ تعالیٰ'' کہو: ''تو کیا تم ڈرتے نہیں؟''(یونس:31)﴿6﴾ جب تم جانتے ہو کہ وہ خالق ہے، رازق ہے پھر کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی عبادت کرتے ہو؟

﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿صٰدِقِیْنَ(23)﴾

''اوراگرتم اس بارے میں شک میں ہوجوہم نے اپنے بندے پرنازل کیاہےتواس جیسی ایک سورت ہی لے آؤاوراللہ تعالیٰ کے ماسوااپنے حمایتیوں کوبھی بلالاؤاگرتم سچے ہو۔''(23)

سوال1:﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا﴾''اوراگرتم اس بارے میں شک میں ہوجوہم نے اپنے بندے پرنازل کیاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اگرتمہیں قرآن کی صداقت کے بارے میں شک ہے جوکہ اپنے بیان میں،اپنے نظم میں اوراپنی تشریح میں معجزہ ہے۔جس کوہم نے اپنے رسول محمد ﷺ پرنازل کیاہے۔(صفوۃ التفاسیر:35/1)﴿2﴾﴿عَلٰى عَبْدِنَا﴾میں اس بات کی دلیل ہے کہ عبدیت نبی ﷺ کی صفت ہے جس مقام بلندتک کوئی اورنہیں پہنچ سکا۔معراج کے موقع پربھی آپ ﷺ کی عبدیت کوبیان فرمایا:﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا﴾پاک ہے وہ (اللہ تعالیٰ) جواپنے بندے کوایک رات لے گیا۔(بنی اسرائیل:1)نزول قرآن کے وقت بھی آپ ﷺ کی عبدیت کوبیان فرمایا:﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا﴾بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پرفرقان اتاراتاکہ وہ تمام جہانوں کے لیےڈرانے والا ہو۔(الفرقان:1)

سوال2:﴿فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾''تواس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ رب العزت نے محمد ﷺ سے دشمنی رکھنے والوں اورقرآن مجیدکوجھٹلانے والوں سے کہاہے کہ اگرتمہیں اس وحی کے بارے میں شک ہے جوہم نے اپنے بندے پرنازل کی ہے کہ وہ حق ہے یانہیں تودیکھووہ تمہارے درمیان پیداہوا،لکھناپڑھنانہیں جانتااوراس نے تمہارے سامنے کتاب پیش کرکے دعویٰ کیاہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔اورآپ یہ کہتے ہوکہ اس نے خودگھڑاہے،اسے کسی نے لکھوایاہے،اس نے کسی سے مددلی ہے۔اگریہی معاملہ ہے توایسا کرواس جیسی ایک سورت بنالاؤ۔﴿مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾مثل سے مرادمثل فی البلاغت ہے۔(تفسیرکبیر،کشاف،ثنائی)

سوال3:﴿وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾''اوراللہ تعالیٰ کے ماسوااپنے حمایتیوں کوبھی بلالاؤاگرتم سچے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اپنے شاعروں،خطیبوں،مددگاروں اورحامیوں سے مددلے سکتے ہو۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۱۳ فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾یاوہ کہتے ہیں کہ اس نے خودیہ(قرآن) گھڑرکھاہے؟آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی گھڑی ہوئی سورتیں لے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آؤاوراللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بلا سکتے ہو بلا لاؤاگر واقعی تم سچے ہو؟چنانچہ اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے اتارا گیا ہے۔اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔پھر کیا تم فرماں بردار ہو؟(ہود:13,14)﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیں تو اس جیسی ایک سورت تم لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم استطاعت رکھتے ہو ان کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔(یونس:38)﴿2﴾ تین آیتوں کی ایک سورت رواج کے مطابق کعبۃ اللہ کے دروازے پر آویزاں کر دی گئی۔ایک بڑے شاعر نے اس کے نیچے صرف یہ لکھا کہ ''یقیناً یہ انسان کا کلام نہیں۔'' (تعارف الفرقان:57/1)﴿3﴾ اگر تم ایک سورت بنا کر لے آئے تو اس قرآن کو جھوٹ اور بہتان کہنے میں حق بجانب ہو اور اگر ایسی سورت نہ پیش کر سکے، عاجز آ گئے تو تمہاری بے بسی قرآن حکیم کے اللہ تعالیٰ کی وحی ہونے اور محمد ﷺ کے اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کی واضح دلیل ہوگی۔پھر تم پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ کی آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔اس لیے جب تمہارے علم میں آ گیا کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے تو ایمان لے آؤ۔﴿4﴾ رب العزت نے ایک مقام پر فرمایا:﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ آپ کہہ دیں یقیناً اگر تمام انسان اور تمام جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو وہ اس جیسی نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔(بنی اسرائیل:88)﴿5﴾ اس آیت میں دلیل ہے کہ شک میں مبتلا شخص کے لیے ہدایت کی توقع کی جا سکتی ہے۔اگر اس کی طلب سچی ہوگی تو حق معلوم ہونے کے بعد وہ اس کی پیروی کرنے تک پہنچ جائے گا۔﴿6﴾ جس کی طلب سچی نہیں ہوگی وہ حق قبول کرنے کی توفیق سے محروم رہ جائے گا۔

﴿ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (24) ﴾

''پھر اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''(24)

سوال1:﴿ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ﴾ ''پھر اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہ کر سکو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قتادہ نے کہا کہ اگر تم اس کی قدرت اور طاقت نہیں رکھتے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تو تمہارے لیے حق واضح ہو گیا۔(جامع البیان:243/1)

سوال2:﴿ فَاتَّقُوا النَّارَ ﴾ ''تو اس آگ سے ڈرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اگر تم قرآن حکیم کے مقابلے کا کلام نہیں بنا سکتے اور تم ہرگز اس کی استطاعت نہیں رکھتے کیونکہ یہ کلام حکیم وخبیر ہے تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اپنی جانوں پر رحم کرو تا کہ تمہیں وہ اس آگ سے نجات دے جو شعلے مارنے والی ہے۔اس کے عذاب سے اتباع رسول ﷺ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے ماسوا ہرگز کوئی چیز بچانے والی نہیں۔(تفسیر المیسر :11/1)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے یہ چیلنج کرنے کے بعد کہ تم اس جیسا کلام نہیں بنا سکتے، انسانوں کو آگ سے کیوں ڈرایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس شک سے نکالنے کے لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے بلکہ انسان کا اپنا گھڑا ہوا کلام ہے، انسان کو آگ سے ڈرایا ہے، آخری چارۂ کار کے طور پر تا کہ انسان باز آجائے۔

سوال4: ﴿اَلَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ ''جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق گندھک کے پتھر ہیں اور دوسروں کے نزدیک وہ بت دوزخ کا ایندھن ہوں گے جن کو لوگ دنیا میں پوجتے رہے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں۔(الانبیاء:98)

سوال5: ﴿اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ﴾ ''جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: آگ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنے والوں اور اس کے رسول اور اس کی شریعت کو جھٹلانے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔(ایسر التفاسیر:24/1)

سوال6: کیا آج بھی جہنم تیار ہے؟

جواب: جہنم کے وجود پر بہت سے دلائل ہیں۔﴿1﴾ اس آیت کی رو سے جہنم آج بھی موجود ہے۔﴿2﴾ نماز کسوف والی حدیث میں ہے مجھے جنت اور جہنم دکھائی گئیں۔﴿3﴾ ایک طویل حدیث میں ہے کہ جنت اور جہنم میں جھگڑا ہوا جو اس پر دلیل ہے کہ وہ موجود ہیں۔﴿4﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہم نے ایک زوردار دھماکہ سنا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پتھر کی آواز ہے یہ اب سے ستر سال پہلے جہنم کے بالائی کنارے سے پھینکا گیا تھا اور اب جہنم کی تہ میں گرا ہے جس کی یہ آواز ہے۔(مسلم)

﴿وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(25)﴾

''اور ان لوگوں کو خوش خبری دے دو جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ یقیناً ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں جب کبھی ان میں سے کوئی پھل انہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے: ''یہ وہی پھل ہیں جو اس سے پہلے بھی ہمیں دیئے گئے تھے'' اور انہیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا اور ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(25)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اوران لوگوں کوخوش خبری دے دو جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ یقیناًان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے طریقہ کار کے مطابق جب کافروں کی جزا کا ذکر کیا تو اہل ایمان کی جزا بھی بتادی تا کہ مومن اس کے عذاب کا خوف بھی رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی رغبت بھی رکھیں۔ ﴿2﴾ ﴿وَبَشِّرِ﴾: اے رسول آپ خوش خبری دے دیں۔ ﴿3﴾ ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ جن لوگوں نے دل سے ایمان قبول کیا اور اس کی تصدیق کی۔ ﴿4﴾ ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ اور جنہوں نے نیک اعمال سے اپنے ایمان کی تصدیق کی۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کو صالحت قرار دیا ہے کیونکہ ان کے ذریعے دنیا اور آخرت کی زندگی کی اصلاح ہوتی ہے۔ اسی کے ذریعے فساد دور ہوتا ہے۔ ﴿6﴾ جنت تک ایمان پہنچانے والا ہے اور اعمال صالحہ درجات کا مستحق بناتے ہیں۔ ﴿7﴾ عمل صالح کے بغیر ایمان اور ایمان کے بغیر عمل صالح کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔ عمل صالح وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق کیا جائے۔ کوئی عمل جو سنت کے خلاف ہو عمل صالح نہیں ہوسکتا۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی اور نیت سے کیا گیا ہو وہ بھی عمل صالح نہیں ہوسکتا۔ ﴿8﴾ ﴿اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''کہ یقیناًان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں'' جنت میں دودھ، صاف پانی، شہد اور عمدہ شراب کی نہریں بہتی ہوں گی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں اور خوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں۔ (محمد:15)

سوال2: ﴿كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا﴾ ''جب کبھی ان میں سے کوئی پھل انہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے: ''یہ وہی پھل ہیں جو اس سے پہلے بھی ہمیں دیئے گئے تھے اور انہیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اہل جنت کو جب بھی پھل کھلائے جائیں گے تو وہ پہچان جائیں گے کیونکہ وہ یاد کریں گے کہ ایسے ہی پھل دنیا میں بھی ہمیں دیئے گئے۔ جنت کے پھلوں کی مشابہت نام یا رنگ میں ہوگی، ذائقے میں مختلف ہوں گے۔

سوال3: جنت میں کس چیز کا رزق دیا جائے گا؟

جواب: یوں تو اہل جنت جو چاہیں گے انہیں ملے گا لیکن یہاں خاص طور پر پھلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

سوال4: ﴿وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ﴾ ''اوران کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ فلاں عیب سے پاک ہوں گی کیونکہ یہ تطہیر طہارت کی تمام اقسام پر مشتمل ہوگی۔ ﴿2﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان کے اخلاق پاک ہوں گے،ان کی تخلیق پاکیزگی پر مبنی ہوگی،ان کی زبان پاک ہوگی اوران کی نظر پاک ہوگی۔﴿3﴾ان کے اخلاق کی پاکیزگی یہ ہے کہ وہ دلکش ہوں گی اوراپنے اخلاق حسنہ،حسن اطاعت اورقولی وفعلی آداب کے ساتھ اپنے شوہروں سے محبت کریں گی۔﴿4﴾وہ حیض ونفاس،بول وبراز،تھوک،بلغم اور بدبو سے پاک ہوں گی۔﴿5﴾وہ اپنی جسمانی تخلیق میں بھی پاک ہوں گی،وہ کامل حسن وجمال سے بہرہ ورہوں گی۔﴿6﴾ان کے اندرکسی قسم کاعیب اورکسی قسم کی جسمانی بدصورتی نہ ہوگی۔﴿7﴾وہ نیک سیرت اورخوب صورت ہوں گی۔وہ نیچی نگاہوں والی ہوں گی اوران کی نگاہیں اپنے شوہروں سے آگے نہ بڑھیں گی۔ان کی زبانیں ہرگندی بات سے محفوظ اور پاک ہوں گی۔(تفسیرسعدی:93/1)

سوال5:﴿وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾''اوروہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' سے کیامراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد ہے کہ جولوگ جنت میں بسائے جائیں گےان سے جنت کبھی واپس نہیں لی جائے گی۔﴿2﴾وہاں وہ ہمیشہ کی زندگی گزاریں گے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جنت اورجہنم میں جانے کے بعدایک فرشتہ اعلان کرے گا:اے جہنمیو!اب موت نہیں ہے اوراے جنتیو!اب موت نہیں ہے۔جوفریق جس حالت میں ہے اسی حالت میں رہے گا۔''(صحیح مسلم 7184،صحیح بخاری:6545)﴿رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھربنا دے۔(التحریم:11)یاارحم الراحمین ہم سب کو جنت الفردوس میں جگہ عطافرمایئے اورہم سے راضی ہوجایئے۔آمین

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْٓ أَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ إِلَّا الْفٰسِقِيْنَ(26)﴾

''یقیناًاللہ تعالیٰ اس سے نہیں شرماتا کہ وہ مچھر یااس سے بھی اوپر کسی چیز کی مثال بیان کرے،پس جولوگ ایمان لائے تووہ جانتے ہیں کہ یقیناًوہ ان کے رب کی طرف سے حق ہےلیکن جن لوگوں نے کفرکیاتووہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ تعالیٰ نے کیاارادہ کیاہے؟اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے ذریعے بہت سوں کوگمراہ کرتاہےاوربہت سوں کو ہدایت دیتاہےاوروہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سواکسی کوگمراہ نہیں کرتا۔''(26)

سوال1:﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْٓ أَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا﴾''یقیناًاللہ تعالیٰ اس سے نہیں شرماتا کہ وہ مچھر یااس سے بھی اوپر کسی چیز کی مثال بیان کرے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے منافق کی دومثالیں بیان فرمائی ہیں انہیں سن کرمنافق بولے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسی چھوٹی چھوٹی مثالیں بیان فرمائے۔اس پر یاجب حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں مکھی اورمکڑی کا بیان فرمایاتومشرک کہنے لگے یہ مکھی اورمکڑی کیوں بیان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاتی ہے۔بھلاقرآن میں ان حقیر چیزوں کے لانے کی کیاضرورت ہے۔اس پر یہ آیت اتری :فرمایاکہ اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتاخواہ ادنیٰ ہو یااعلیٰ۔(مختصرابن کثیر:25/1)﴿2﴾مسلم کی روایت میں ہے کہ اگراللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو دنیامیں پانی کاایک قطرہ بھی نہیں ملتا۔اس پراللہ تعالیٰ نے فرمایاکہ اللہ تعالیٰ بات کی وضاحت کے لئے مثالیں دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔﴿3﴾مثال حکمت اوروضاحت پر مبنی ہوتی ہے۔وہ وضاحت کسی بھی حوالے سے ہوسکتی ہے۔﴿4﴾چھوٹی مثالیں دینے میں کوئی حیا کی بات نہیں۔﴿5﴾یہ اعتراض کامقام نہیں،یہ تواللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم اوراس کی سکھائی ہوئی حکمت ہے جس کوشکر کے ساتھ قبول کرناچاہیے۔

سوال2:﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾''پس جولوگ ایمان لائے تووہ جانتے ہیں کہ یقیناًوہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے''ایمان والے کیسے جان لیتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے؟

جواب:﴿1﴾ایمان والے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق یہ جان لیتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔وہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اورغورکرتے ہیں اگرنہیں سمجھ آجائے توان کے علم اورایمان میں اضافہ ہوتاہے۔﴿2﴾ایمان والوں کویقین ہوتاہے کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔جیساکہ ارشادباری تعالیٰ ہے:﴿وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾اور یہ مثالیں ہیں جوہم لوگوں کے لیے ہی بیان کرتے ہیں اورانہیں علم رکھنے والوں کے سواکوئی نہیں سمجھتا۔(العنکبوت:43)﴿3﴾ایمان والے اگرنہ بھی سمجھ پائیں تب بھی انہیں یہ یقین ہوتاہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بات کوبے فائدہ بیان نہیں کیا۔یقیناًاس میں کوئی حکمت ہے یاان کے لیے کوئی خیراور بھلائی ہے،جو پوشیدہ ہے۔اس طرح اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہوتاہے۔

سوال3:﴿وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا﴾''لیکن جن لوگوں نے کفرکیاتووہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ تعالیٰ نے کیاارادہ کیاہے؟''کفرکرنے والے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مثالوں کے بارے میں شک میں کیوں مبتلا ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾کفرکرنے والے حیرت سے انکارکرکے اپنے دل کے دروازے بندکرلیتے ہیں۔پھرحق کے بارے میں ان کے دلوں میں گھٹن پیداہوتی ہے۔اسی وجہ سے وہ شک میں مبتلا ہوتے ہیں اوراعتراض کرتے ہیں۔﴿2﴾کفرکرنے والے حیات بخش کلام سے اپنی زندگی بدلناہیں چاہتے۔اس لئے انہیں کلام کے مطالبات پریقین نہیں آتااوروہ شک کی کیفیت میں مبتلا رہتے ہیں۔اسی شک میں وہ اعتراض کرتے ہیں اوراپنے کفرمیں اضافہ کرلیتے ہیں۔

سوال4:﴿یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا﴾''اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے ذریعے بہت سوں کوگمراہ کرتاہےاور بہت سوں کوہدایت دیتاہے''سچی بات ایک ہی ہوتی ہے،کچھ لوگ گمراہ ہوجاتے ہیں اورکچھ ہدایت قبول کرلیتے ہیں،ایساکس وجہ سے ہوتاہے؟

جواب:''اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے ذریعے بہت سوں کوگمراہ کرتاہے اور بہت سوں کوہدایت دیتاہے''نزول قرآن کے دورمیں یہ مومنوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور کافروں کا حال تھا۔﴿1﴾﴿يُضِلُّ بِهٖ﴾اس کلام سے،اس دعوت سے وہ گمراہ کر دیتا ہے۔۔رب العزت نے ایک اور جگہ اس کو واضح فرمایا :﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے،سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو گندگی میں اور گندگی کے ساتھ زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔(التوبہ:124,125)قرآنی آیات کچھ لوگوں کے لیے آزمائش بن جاتی ہیں اور ان کی گمراہی میں اضافہ کرتی ہیں اور کچھ لوگوں کے لیے انعام بن جاتی ہیں،ان کے لیے ہدایت کا سبب بن جاتی ہیں۔ہر طرح کے نقص سے پاک ہے وہ جو جس کے لیے چاہتا ہے ہدایت کا فیصلہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے گمراہی کا فیصلہ کرتا ہے۔﴿2﴾ کچھ لوگ جو سچی بات کی تلاش اور جستجو میں ہوتے ہیں انہیں جب ''سچ''مل جاتا ہے،جب وہ حقیقت کو پا لیتے ہیں تو ان کا دل جھک جاتا ہے،سچ کو قبول کر لیتا ہے اور یوں وہ ہدایت پا جاتے ہیں۔کچھ لوگ جو سچائی کی تلاش میں نہیں ہوتے،ان کی نظریں الفاظ میں اور کان اس آواز میں اٹک جاتے ہیں اور وہ کلام سے الٹے نتائج نکالتے ہیں،باتوں کے غلط معانی لیتے ہیں اور یوں حقیقت سے بہت دور چلے جاتے ہیں۔یوں وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔اس طرح سچی بات کے ساتھ ان دو رویوں کے دو مختلف طرح کے نتائج سامنے آتے ہیں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی مثالوں سے اہل ایمان کے ایمان میں اور کافروں کے کفر میں اضافہ کیسے ہوتا ہے؟

جواب: سورہ النساء کی آیت نمبر 115 میں ہے:﴿نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى﴾تو ہم اس کو ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا۔ان مثالوں سے کثیر کافروں کے کفر میں اور کثیر مومنوں کی ہدایت میں ان کی تصدیق کی وجہ سے اضافہ ہوتا ہے۔اس طرح کافروں کی گمراہی اور مومنوں کی ہدایت میں اضافہ ہوتا ہے۔(صفوۃ التفاسیر:38/1)

سوال6: حق کی دعوت کو قبول کرنے کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ کون سی ہے؟

جواب:﴿1﴾دلیل اور نصیحت کو تعصب کی وجہ سے قبول نہ کرنا۔﴿2﴾حق کے معاملے میں غیر سنجیدگی اختیار کرنا۔

سوال7:﴿وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ﴾''اور وہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کسے گمراہ کرتا ہے،اس کی وضاحت ہے کہ وہ صرف ان ہی کو گمراہ کرتا ہے جو اس کی اطاعت کے دائرے سے نکل جاتے ہیں اور ان کے اندر ہدایت یعنی نفع مند علم اور عمل صالح کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی۔﴿2﴾فاسق اللہ تعالیٰ کے حکم،ایمان اور عمل صالح سے نکل جاتے ہیں۔فسق اطاعت سے نکل جانے کو کہتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:21/1)﴿3﴾رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾یقیناً منافق ہی نافرمان ہیں۔(التوبہ:67)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(27)﴾

''وہ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور وہ اسے کاٹ دیتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''(27)

سوال1:﴿الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ﴾ ''وہ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿عَهْدَ اللّٰهِ﴾ عہد سے مراد (i) اللہ تعالیٰ کی وصیت ہے جو اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے تمام انسانوں کو کی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات بجالائیں اور اس کے روکے سے رک جائیں۔(ii) اس سے مراد اہل کتاب سے لیا گیا عہد ہے جو نبی ﷺ کے بارے میں تھا کہ وہ آئیں تو ان کی نبوت پر ایمان لائیں گے اور ان کی تصدیق کریں گے۔(iii) اس سے مراد عہد الست بھی ہوسکتا ہے جو آدم علیہ السلام کی صلب سے نکالنے کے بعد ان کی اولاد سے لیا گیا۔﴿2﴾ نقض عہد سے مراد ہے: اس عہد کی پرواہ نہ کرنا اور عہد کو توڑ ڈالنا۔﴿3﴾ ان اہل فسق کی صفت یہ ہوتی ہے کہ یہ اپنے رب سے اور دوسرے انسانوں سے کئے گئے عہد و مواثیق کی پرواہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور نواہی کا ارتکاب کرتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:29/1)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے عہد کو پورا کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ کافر عہد کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کو توڑ ڈالتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کرتے ہیں، اس کے نواہی کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ ان معاہدوں کا بھی پاس نہیں کرتے جو ان کے درمیان آپس میں ہوتے ہیں۔﴿5﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهُ اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت کی پاسداری نہیں کرتا اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کی پاسداری نہیں کرتا۔(مسند احمد)

سوال2:﴿وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور وہ اسے کاٹ دیتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس رشتے کو جوڑنے کا حکم دیا ہے جو ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے (اس کی صورت یہ ہے کہ) ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کی عبادت کریں۔﴿2﴾ ہمارے اور اس کے رسول کے درمیان جو تعلق ہے اسے قائم کریں یعنی ان پر ایمان لائیں، ان سے محبت رکھیں، ان کی مدد کریں اور ان کے تمام حقوق ادا کریں۔﴿3﴾ وہ تعلق جو ہمارے اور ہمارے والدین، عزیز و اقارب اور دوست احباب اور تمام مخلوق کے درمیان ہے، ان سب کے حقوق کی ادائیگی بھی اس تعلق کے جوڑنے میں شامل ہے جس کا حکم ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔﴿4﴾ اہل ایمان ان تمام رشتوں اور تعلقات کو جوڑے رکھتے ہیں جن کو جوڑنے کا حکم ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیا اور ان حقوق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوبہترین طریقے سے ادا کرتے ہیں۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:''رشتہ داری عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جس نے مجھے جوڑا اللہ تعالیٰ اسے جوڑے گا اور جس نے مجھے توڑا اللہ تعالیٰ اس سے دور ہوگا۔''(مسلم:6519)

﴿5﴾اہل فسق ان رشتوں کوتوڑتے ہیں اور اپنی پیٹھ پیچھے پھینک کران کے تقدس کا پاس نہیں کرتے،اس کی بجائے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں،قطع رحمی سے کام لیتے ہیں اور گناہوں کے کام کرتے ہیں۔اوریہی زمین میں فسادکرناہے۔(تفسیرسعدی:96/1) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:''رشتہ داری توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''(مسلم:6521)

سوال3:﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾''یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہی لوگ ہلاک ہونے والے ہیں۔﴿2﴾ان کے نصیب میں کوئی نفع نہیں کیونکہ ایمان نیک اعمال کی قبولیت کے لیے شرط ہے۔کفرکا کوئی وزن نہیں۔یہ خسارہ کفرکا خسارہ ہے۔﴿3﴾رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾اور جولوگ اللہ تعالیٰ کے عہدکواس کی پختگی کے بعدتوڑ دیتے ہیں اوروہ اس کوکاٹ ڈالتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیاہے کہ انہیں ملایا جائے اورزمین میں فسادکرتے ہیں،یہی لوگ ہیں ان کے لیےلعنت ہےاوران کے لیےگھرکی خرابی ہے۔(الرعد:25)

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ(28)﴾

''تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفرکرتے ہو،حالانکہ تم بے جان تھےتواس نے تمہیں زندگی عطا کی پھروہ تمہیں موت دے گا پھروہ تمہیں زندہ کرے گا پھراسی کی طرف تم لوٹائے جاؤگے۔''(28)

سوال1:﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾''تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفرکرتے ہو،حالانکہ تم بے جان تھےتواس نے تمہیں زندگی عطا کی پھروہ تمہیں موت دے گا پھروہ تمہیں زندہ کرے گا پھراسی کی طرف تم لوٹائے جاؤگے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾تم کیسے اللہ تعالیٰ کا انکارکرسکتے ہو،تم مردہ تھے وہ تمہیں عدم سے وجودمیں لایا۔رب العزت نے فرمایا:﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا﴾ کیاانسان پرزمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیاہے جب وہ قابل ذکرچیزہی نہ تھا؟(الدھر:1)

﴿2﴾اس نے دنیا کی زندگی میں ہرطرح کارزق عطا کیاپھروہ تمہیں موت دے گا پھرقیامت کے بعددوبارہ زندہ کرے گا،پھراس کی طرف تم لوٹائے جاؤگے تووہ تمہیں تمہارے اعمال کاپوراپورابدلہ دے گا۔﴿3﴾جب اللہ تعالیٰ خالق ہے،مالک ہے،تمہاری زندگی پرتصرف کااختیاررکھتاہے،موت اسی کے حکم سے آتی ہے،اس کے فیصلےتم پرنافذ ہوتے ہیں،جب اسی کی تدبیرکےتحت تم زندگی بسرکرتے ہو،دنیامیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس کے دینی احکامات اورآخرت میں اس کے احکامات جزائی کے تحت آتے ہو پھر بھی اس کا انکار کرو گے؟ کیا یہ حماقت نہیں؟ کیا مخلوق کے لیے خالق پر ایمان لانا، اس کا خوف رکھنا، اس سے امید رکھنا، اس کا شکر ادا کرنا لازم نہیں؟

سوال2: اس آیت میں کفر کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس آیت میں کفر سے مراد اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی عبادت کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اس کے دلائل دیں؟

جواب: ﴿1﴾ ہم کچھ نہیں تھے اس نے پیدا کیا۔ ﴿2﴾ ہم اب ہیں اور وہ کل ہمیں موت دے دے گا۔ ﴿3﴾ ہماری موت کے بعد وہ ہمیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ ﴿4﴾ موت کے بعد اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (29)﴾

''وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی، پس اس نے ان کو درست کر کے سات آسمان بنا دیے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''(29)

سوال1: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ ''وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس رب کریم و رحیم کا رحم و کرم ہے جس نے پیدا کیا۔ اس نے رحم کرتے ہوئے زمین کی ساری موجودات کو پیدا کیا جس میں ہمارا نفع ہے۔ ﴿وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ﴾ اور اس میں اس کی غذائیں اندازے سے رکھ دیں چار دنوں میں۔ (فصلت:10) ﴿2﴾ اس آیت میں دلیل ہے کہ تمام اشیاء کی اصل اباحت اور طہارت ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو ہمارے فائدے کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔ یہ اس رحیم و کریم کا رحم و کرم اور اس کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں خبیث چیزوں سے منع کیا تا کہ ہم پاک رہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کے انسان پر کیا احسانات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین کی ساری چیزیں ہمارے لیے پیدا کیں۔ ﴿2﴾ اسی نے ہمیں پیدا کیا۔ ﴿3﴾ وہی رزق دینے والا ہے۔ ﴿4﴾ اس نے ہمیں نک سک سے درست وجود دیا۔ ﴿5﴾ اس نے ہمیں بولنا سکھایا۔ ﴿6﴾ اس نے ہمیں عقل اور شعور عطا کیا۔ ﴿7﴾ اس نے کائنات کو ہمارے لیے مسخر کیا۔ ﴿8﴾ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ ﴿9﴾ اس نے ہمیں شعور کی نعمت عطا کی۔

سوال3: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ﴾ ''پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا آسمان کی طرف چڑھنا ہے۔ (بخاری) اللہ تعالیٰ کا آسمانوں کے اوپر عرش پر چڑھنا اور خاص مواقع پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آسمان دنیا پر اترنا اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے جس پر اسی طرح ایمان رکھنا ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان کیا یا رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت کی۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے سے مراد اس کا عرش پر بلند ہونا ہے۔

سوال4: عرش سے کیا مراد ہے؟

جواب: عرش سے مراد مخلوقات کا احاطہ کرنے والی چھت ہے۔ ہم عرش کے مادہ کے بارے کچھ نہیں جانتے۔ نبی ﷺ سے کوئی ایسی صحیح حدیث مروی نہیں ہے جس سے ہمیں اس کے بارے میں وضاحت مل سکے۔ عرش اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے بڑا ہے۔

سوال5: ﴿فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ﴾ ''پس اس نے ان کو درست کر کے سات آسمان بنا دیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو پیدا کیا پھر انہیں مضبوط اور مستحکم کیا۔ ﴿2﴾ آسمان کا ایک مادی وجود ہے اور وہ حقیقت ہے۔ محض بلندی کو آسمان نہیں کہا۔ ﴿3﴾ آسمانوں کی تعداد سات ہے۔ ﴿4﴾ حدیث کے مطابق دو آسمانوں کے درمیان 500 سال کی مسافت ہے۔

سوال6: ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا کلی اور جزوی علم رکھتا ہے۔ ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا﴾ وہ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے۔ (الحدید:4) ﴿2﴾ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ بھی تم چھپاتے ہو اور جو بھی تم ظاہر کرتے ہو۔ (النحل:19) ﴿3﴾ ﴿وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى﴾ اگر چہ آپ بلند آواز سے بات کریں یقیناً وہ تو پوشیدہ اور پوشیدہ تر کو بھی جانتا ہے۔ (طٰہٰ:7) ﴿4﴾ ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بیں، خوب باخبر ہے۔ (الملک:14) ﴿5﴾ ساری مخلوقات کو پیدا کرنا اس کے علم، حکمت اور اس کی قدرت کی دلیل ہے۔

سوال7: اللہ تعالیٰ نے اپنے العلیم ہونے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کردہ چیزوں سے اپنے علیم ہونے کا شعور دیا ہے کہ جس نے سب کو پیدا کیا وہ ان سب کے بارے میں علم بھی رکھتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ﴿اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ﴾ سے اپنے علیم ہونے کا شعور دیا کہ وہ اپنے علم کی وجہ سے ہر چیز پر حاوی ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی پیدائش سے اپنے علیم ہونے کا شعور دیا ہے کہ اس نے اپنے علم کی بنیاد پر آسمانوں کو ٹھیک ٹھیک بنایا۔

رکوع نمبر 4

﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ وَنَحْنُ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ(30)﴾

''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا''یقیناً میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں''انہوں نے کہا:''کیا تو زمین میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا اور ہم آپ کی تعریف کے ساتھ آپ کا ہر عیب سے پاک ہونا بیان کرتے ہیں اور آپ کے لیے پاکیزگی بیان کرتے ہیں''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''(30)

سوال1:﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا یقیناً میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس آیت میں سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق کی ابتدا اور ان کی فضیلت کا ذکر ہے جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق کا ارادہ کیا تو اس نے فرشتوں کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ وہ آدم علیہ السلام کو زمین کے اندر خلیفہ بنائے گا۔(تفسیر سعدی:99/1)﴿2﴾ملائکہ نورانی جسم رکھتے ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ کرتے ہیں جو کچھ انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ (تفسیر منیر:135/1) ﴿3﴾﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ ضحاک نے کہا: قرآن میں جعل سے مراد خلق ہے۔(الدر المنثور:93/1)﴿4﴾سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام زمین سے جمع کی گئی مٹھی بھر خاک سے پیدا فرمایا۔آدم علیہ السلام کی اولاد بھی (طرح طرح کی) مٹی کے مطابق پیدا ہوئی۔ان میں سفید فام بھی ہیں، سرخ بھی، سیاہ فام بھی اور ان کے درمیانی رنگوں کے بھی۔(اسی طرح) نیک اور بد، نرم خو، سخت طبیعت اور درمیانی طبیعت والے۔''(مسند احمد:406/4)﴿5﴾خلیفہ سے مراد دوسرے کا جانشین اور یہاں اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔(ایسر التفاسیر:27/1)﴿6﴾رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا اور تم میں بعض کو بعض پر درجات میں رتبہ دیا تاکہ وہ ان چیزوں میں تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(الانعام:165)﴿7﴾﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ پھر ان کے بعد ایسے جانشین ان کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کے پیچھے لگ گئے، تو جلد ہی وہ گمراہی کو ملیں گے۔(مریم:59)﴿8﴾خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے چلے جائیں گے۔(مختصر ابن کثیر:28/1)

سوال2:﴿قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ﴾''انہوں نے کہا: کیا تو زمین میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سلف سے اس قصہ کی جو روایات آئی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے دو ہزار برس پہلے زمین پر جنات رہتے تھے۔انہوں نے زمین پر طرح طرح کے فساد کیے۔اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ایک گروہ کو جنات کی تنبیہ اور سرکوبی کے لیے بھیجا۔ان فرشتوں نے جنات کو مار کر دریا کے ٹاپوؤں اور جزیرمیں نکال دیا۔اب بنی آدم کی پیدائش کا حال سن کر فرشتوں نے اسی قیاس پر یہ بات کہی تھی کہ جنات کی طرح بنی آدم بھی زمین پر فساد پھیلا دیں گے۔(تفسیر ابن کثیر:70/1)﴿2﴾فرشتوں کا یہ قیاس جنوں کے اعمال کی وجہ سے تھا۔(تیسیر القرآن:17)﴿3﴾﴿مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا﴾یعنی جو گناہوں کا ارتکاب کر کے زمین میں فساد پھیلائے گا۔﴿4﴾﴿وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ﴾یعنی قتل وغارت گری کر کے زمین میں فساد پھیلائے گا۔

سوال3:فساد فی الارض سے کیا مراد ہے؟

جواب:فساد فی الارض سے مراد فکری فساد ہے یعنی شرک اور کفر فساد ہے۔اسی کی وجہ سے باقی سارے فسادات جنم لیتے ہیں۔

سوال4:زمین کی اصلاح کیا ہے؟

جواب:زمین کی اصلاح یہ ہے کہ سب انسان ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

سوال5:﴿وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾''اور ہم آپ کی تعریف کے ساتھ آپ کا ہر عیب سے پاک ہونا بیان کرتے ہیں اور آپ کے لیے پاکیزگی بیان کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور ہم آپ کی تعریف کے ساتھ آپ کا ہر عیب سے پاک ہونا بیان کرتے ہیں''ہم ایسی تنزیہہ کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں جو تیری حمد اور جلال کے لائق ہے۔(تفسیر سعدی:100/1)﴿وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾''اور آپ کے لیے پاکیزگی بیان کرتے ہیں''ہم اپنے آپ کو تیرے لیے پاک کرتے ہیں،یعنی ہم تیری محبت،تیری خشیت اور تیری تعظیم کے ذریعے سے پاک کرتے ہیں۔

سوال6:فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کیسے بیان کر رہے ہیں؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی طرف سے دیئے گئے احکامات کی بجا آوری میں تیزی سے گردش کر رہے ہیں،مسلسل اطاعت کر رہے ہیں۔

سوال7:﴿قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی میں جانتا ہوں کہ ان میں انبیاء،صلحاء اور زھاد بھی ہوں گے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کو بھی علم غیب نہیں ہے۔(تیسیر القرآن:17)﴿2﴾یعنی میں اس کی تخلیق اور اس کی ذریت کی تخلیق کی حکمت کو جانتا ہوں،اس کی نسل میں انبیاء اور فضلاء بھی ہوں گے جو زمین کی اصلاح کریں گے،فساد نہیں کریں گے۔(واضح المیسر:18)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا﴿اِنِّيْٓ اَعْلَمُ﴾یعنی میں جانتا ہوں کہ یہ خلیفہ کون ہے۔﴿مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾جو تم نہیں جانتے کیونکہ تمہارا کلام تو ظن اور گمان کی بنیاد پر مبنی ہے جب کہ میں ظاہر و باطن

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کاعلم رکھتا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ اس خلیفہ کی تخلیق سے جو خیر اور بھلائی حاصل ہوگی وہ اس شر سے کئی گنا زیادہ ہے جو اس کی تخلیق میں مضمر ہے اور اس میں یہ بات بھی نہ ہوتی تب بھی اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ کہ وہ انسانوں میں سے انبیاء، صدیقین، شھداء اور صالحین کو چنے، اس کی نشانیاں مخلوق پر واضح ہوں اور اس سے عبودیت کی وہ کیفیتیں حاصل ہوں جو اس خلیفہ کی تخلیق کے بغیر حاصل نہ ہوسکتی تھیں، جیسے جہاد وغیرہ اور امتحان اور آزمائش کے ذریعے سے خیر وشر کی وہ قوتیں ظاہر ہوں جو مکلفین کی فطرت میں پوشیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں، دوستوں، اس کے خلاف جنگ لڑنے والوں اور حزب اللہ کے مابین امتیاز ہو اور ابلیس کا وہ شر ظاہر ہو جو اس کی فطرت میں پوشیدہ ہے اور جس سے وہ متصف ہے تو آدم علیہ السلام کی تخلیق میں یہ حکمتیں ہی اتنی عظیم ہیں کہ ان میں سے چند ایک بھی اس کی تخلیق کے لیے کافی ہیں۔ (تفسیر سعدی:100/1)

سوال8: اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ انسان اختیار پا کر بگڑ سکتا ہے، اس کے باوجود انسان کو اختیار دیا گیا۔ اس میں کیا حکمت تھی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اگر اختیار پا کر بہت سے لوگ بگڑیں گے تو ایک معقول تعداد ان لوگوں کی بھی ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے مقام کو پہچانیں گے اور بغیر دباؤ کے اطاعت کا طریقہ اختیار کریں گے۔ اگرچہ یہ تعداد میں کم ہوں گے لیکن ہیروں کی طرح قیمتی ہوں گے اور قیمتی ہیروں کے لیے کوئلے کی کانوں کو بڑھنے پھیلنے کا موقع دیا جاسکتا ہے۔

﴿ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (31) ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو سارے کے سارے نام سکھا دیئے، پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا: ''اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ''! (31)

سوال1: ﴿ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو سارے کے سارے نام سکھا دیئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فضیلت دی۔ انہیں تمام چیزوں کے نام اور ان کا علم عطا فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے القاء اور الہام کے ذریعے اسماء کا علم عطا فرمایا۔ یہ چیزوں کے ناموں، ان کی خاصیتوں اور فوائد کا علم تھا۔

سوال2: ﴿ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا: اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو جن کے نام آدم علیہ السلام کو سکھا دیے تھے۔ فرشتوں کو آزمانے کے لیے ان کے سامنے پیش کیا کہ ان کو پہچانتے ہیں یا نہیں۔ ﴿2﴾ ﴿ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنے گمان میں سچے ہو کہ تم اس خلیفہ سے افضل ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (32)﴾

''انہوں نے کہا:'' آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں، یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔''(32)

سوال1: ﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا﴾ ''انہوں نے کہا:'' آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فرشتوں نے اپنی کم علمی کا اعتراف کیا اور کہا کہ آپ نے ہمیں جتنی بات بتادی ہم اتنا ہی جانتے ہیں، ساری حقیقتوں کو جاننے والی اور حکمت والی تو آپ ہی کی ذات ہے۔ ﴿2﴾ فرشتوں پر جب علم کی اہمیت اور حکمت واضح ہوئی تو انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کرلیا۔ ﴿3﴾ ﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا﴾ فرشتوں نے کہا: پاک ہے آپ کی ذات ہمیں کسی بھی لحاظ سے کوئی علم نہیں مگر جتنا علم آپ نے ہمیں اپنے فضل وکرم سے عطا کیا۔ ﴿4﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب کلام کی خبر نہ دوں؟ بے شک اللہ تعالیٰ کو جو سب سے زیادہ کلام محبوب ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ اور ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا۔ کون سا کلام افضل ہے؟ فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لیے پسند فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے۔ (مسلم: 2093,2094/4) ﴿5﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے توبہ کرنے کے لیے کہا: ﴿فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ پھر جب ہوش میں آیا اس نے کہا ''تو پاک ہے، میں نے تجھ سے توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سے سب سے پہلا ہوں۔'' (الاعراف: 143) ﴿6﴾ سیدنا یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں تسبیح کی۔ ﴿وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ اور مچھلی والے کو جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اس نے سمجھا کہ ہم اس پر ہرگز قابو نہ پاسکیں گے تو اس نے اندھیروں میں پکارا: '' آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔'' (الانبیاء: 87) ﴿7﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: دو کلمے زبان پر بہت ہلکے میزان پر بہت بھاری، رحمان کو بہت محبوب ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ میں اللہ تعالیٰ کی (تمام عیوب ونقائص) سے پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف وتحمید کرتا ہوں۔ بے شک وہ باعظمت اللہ تعالیٰ (تمام عیوب ونقائص سے) پاک ہے۔ (بخاری: 210/11) ﴿8﴾ اس سارے واقعے سے علم کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 17) ﴿9﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ آپ کہہ دیں کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، برابر ہوتے ہیں؟ یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔ (الزمر: 9)

سوال2: فرشتوں نے اپنے قصور کا اعتراف کیسے کیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: فرشتوں نے کہا: ﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں، یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔

سوال3: فرشتوں کے اعتراف سے کیا واضح ہوا؟

جواب: فرشتوں کے اعتراف سے یہ واضح ہو گیا کہ ﴿1﴾ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کو بھی اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔

سوال4: ﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ ''یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ العلیم ہے اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ اس نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں کوئی ذرہ برابر چیز اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر یا پوشیدہ نہیں ہے۔ ذرے سے بڑی یا اس سے چھوٹی کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ الحکیم ہے اس نے کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو حکمت سے خالی ہو۔ اس نے کوئی حکم ایسا نہیں دیا جو حکمت سے خالی ہو۔ مخلوق میں سے کوئی اس کی حکمت سے باہر نہیں۔ وہ کمال حکمت والا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے انسان کو علم الاسماء دینے کا فیصلہ کیا جب کہ فرشتوں کو اس سے محروم رکھا۔ حکمت کسی چیز کو اس کے مقام پر رکھنے کو کہتے ہیں جس کے وہ لائق ہو۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کا اقرار کیا اور اس کا اعتراف کیا کہ وہ کسی بھی چیز کے علم سے قاصر ہیں مگر جتنا کچھ وہ رب سکھا دے۔

﴿قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (33)﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم! انہیں ان کے نام بتا دو'' تو جب اس نے انہیں ان کے نام بتا دیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ بے شک میں آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے تھے۔'' (33)

سوال1: ﴿قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم! انہیں ان کے نام بتا دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ جب وہ اشیاء کے نام بتانے سے قاصر رہے تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کہا: انہیں ان چیزوں کے نام بتا دو۔

سوال2: ﴿فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ﴾ ''تو جب اس نے انہیں ان کے نام بتا دیئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو ان ناموں سے آگاہ کر دیا تو ان پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہو گئی اور خلیفہ بنانے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراس کا کامل علم ثابت ہوگیا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے سکھائے ہوئے نام فرشتوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے کیوں کہا؟

جواب: ﴿1﴾ فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی تخلیق کی حکمت واضح کرنے کے لئے۔ ﴿2﴾ دنیا کا نظام چلانے کے لئے علم کی اہمیت اور فضیلت واضح کردی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے کہنے پر آدم علیہ السلام نے فرشتوں کے سامنے ساری چیزوں کے نام کیسے پیش کیے؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام نے سارے نام بتادیئے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے علم دیا تھا اس لئے انہوں نے سارے نام بتادیئے۔ نسل انسانی کو جو بھی علم ملا اللہ تعالیٰ کی ذات سے ملا۔

سوال5: ﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ بے شک میں آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ بے شک میں آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہوں'' غیب سے مراد چھپی ہوئی چیزوں کا علم ہے۔ جب وہ غیب کا علم رکھتا ہے تو حاضر کو تو بخوبی جانتا ہے۔

سوال6: ﴿وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ﴾ ''اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کوئی مخلوق ایسی نہیں جو چھپے ہوئے راز جان سکے۔ سینے بھی راز چھپاتے ہیں۔ یہاں مراد ہے کہ انسانوں کے سینوں میں چھپے ہوئے راز اور فرشتوں کے اندر چھپے ہوئے راز بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿تُبْدُوْنَ﴾ جو تم اپنی بات میں ظاہر کرتے ہو جیسا کہ کہا ﴿اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾ کیا تو زمین میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا اور ہم آپ کی تعریف کے ساتھ آپ کا ہر عیب سے پاک ہونا بیان کرتے ہیں اور آپ کے لیے پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ ﴿تَكْتُمُوْنَ﴾ جو تمہارے اندر ہوتا ہے جسے تم چھپاتے ہو جیسے ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم اور اپنی عدم اطاعت کو چھپایا۔ (ایسر التفاسیر: 28/1) جب آدم نے ان کو ان سب چیزوں کے نام بتادیئے تو ان پر آدم کی فضیلت ظاہر اور اس کو خلیفہ بنانے میں باری تعالیٰ کی حکمت اور اس کا علم ثابت ہوگیا۔ (تفسیر سعدی: 101/1)

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۡ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (34)﴾

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔'' (34)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴾ ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ﴾ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بنی آدم پر اپنا عظیم احسان بیان فرمایا ہے کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو ان کے اکرام، تعظیم اور اللہ تعالیٰ کی عبودیت کے اظہار کے لیے سجدہ کریں۔﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے:﴿ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴾ پھر جب میں اسے پورا بنا دوں اور اپنی روح سے اس میں پھونک دوں تو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا۔(الحجر:29)﴿3﴾ یہ سجدہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا تو پھر یہ اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرنے کے مترادف ہوا یہ سجدہ تعظیم کے لیے تھا جو کہ پہلے جائز تھا اب ممنوع ہے۔(تیسیر القرآن:17)﴿4﴾ اسلامی شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں، تعظیم کے طور پر بھی جائز نہیں۔﴿5﴾﴿ فَسَجَدُوْٓا ﴾ فرشتوں نے حکم کی اطاعت کی اور اسی وقت سجدہ میں گر گئے۔﴿6﴾﴿ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴾ سوائے ابلیس کے۔اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔﴿7﴾ ابلیس اور آدم الگ الگ مخلوقات ہیں۔صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور ابلیس آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا ہے۔(صحیح مسلم:413/3)

سوال2:﴿ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۖ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، تکبر کا اظہار کیا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھا۔﴿2﴾﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا، اس نے کہا کہ میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا؟(بنی اسرائیل:61)﴿3﴾ انکار اور تکبر اس کے کفر کے نتیجے میں چھپا ہوا تھا۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اور آدم علیہ السلام سے اس کی دشمنی باہر آ گئی اور اس کا کفر اور تکبر ظاہر ہو گیا۔﴿5﴾﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے۔(الکھف:50)

سوال3: سجدے کا حکم فرشتوں کے لئے تھا۔اس کا اطلاق ابلیس پر کیسے ہوا؟

جواب: ابلیس فرشتوں میں شامل کر دیا گیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے لئے بھی سجدہ کرنا ضروری ہو گیا۔

سوال4: ابلیس نے سجدہ کرنے سے کیوں انکار کیا؟

جواب: ابلیس نے حسد اور تکبر کی وجہ سے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے تکبر کا اظہار کیا اور آدم علیہ السلام سے اپنے آپ کو بڑا سمجھا۔اس نے تکبر سے کہا:﴿ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴾ کیا میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا؟(بنی اسرائیل:61) یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انکاراوراستکباراس کے اس کفر کا نتیجہ تھا جو اس کی سرشت میں پوشیدہ تھا۔اس وقت اللہ تعالیٰ اور آدم علیہ السلام سے اس کی عداوت ظاہر ہوگئی اور اس کا کفر واستکبار عیاں ہوگیا۔(تفسیر سعدی:101,102/1)

سوال5:تکبر کسے کہتے ہیں؟

جواب: اپنی ذات کی بڑائی کے احساس کو تکبر کہتے ہیں۔سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''سب سے پہلا گناہ یہی تکبر ہے جو ابلیس سے سرزد ہوا۔''(تفسیر ابن کثیر:117/1)

سوال6:انسان میں تکبر کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جب کوئی شخص اپنی ذات کی بڑائی میں مبتلا ہوجائے اور کسی کام کے بارے میں یہ سمجھے کہ یہ کرنے سے میں چھوٹا ہو جاؤں گا۔ ﴿2﴾ سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:''کیا میں تمہیں دوزخ والوں کی خبر نہ دوں؟''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:جی ہاں!ضرور فرمایئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہر جاہل، اکھڑ مزاج،تکبر کرنے والا دوزخی ہے۔''(مسلم:7187)﴿3﴾سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ لے گا، پھرانہیں اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے گا:میں بادشاہ ہوں،زوروالے(جابر)بادشاہ کہاں ہیں؟تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر زمینوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا:میں بادشاہ ہوں،زوروالے(جابر)بادشاہ کہاں ہیں؟تکبر والے کہاں ہیں؟'' (مسلم:7051)

سوال7:انسان کے لیے دنیا میں دو ممکنہ راستے کون سے ہیں؟

جواب:﴿1﴾فرشتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے آگے جھک جانا خواہ اس کے لیے اپنے سے بظاہر کم تر فرد کی بات ماننی پڑے۔یہ ملکوتی رویہ ہے۔﴿2﴾ابلیس کی طرح اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کے آگے جھکنے سے انکار کر دینا۔اس سے تکبر کی آگ بھڑکتی نظر آتی ہے۔یہ شیطانی رویہ ہے۔

سوال8:ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے کیا مقام دیا؟

جواب:ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے انکار کی وجہ سے دھتکار دیا۔جنوں میں سے ہونے کے باوجود عبادت وریاضت سے فرشتوں میں گھلا ملا رہتا تھا مگر اس تکبر نے آناً فاناً اسے کافروں کی صف میں کھڑا کر دیا۔(تیسیر القرآن:17)

سوال9:اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لیے جب بھی کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ اٹھتا ہے،اس کے لیے پھر اسی طرح امتحان کے حالات کیسے پیدا ہوجاتے ہیں؟

جواب:حق کی دعوت دینے والا بھی آدم علیہ السلام کی طرح ہے جس کے سامنے سب لوگوں کو جھک جانا چاہیے مگر تکبر اور تعصب کی وجہ سے جو لوگ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حق کی دعوت قبول نہیں کرتے، وہ ابلیس کی پیروی کرتے ہیں۔جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور اس طرح اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا۔جس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا وہ صرف حق سے ہی محروم نہیں رہا بلکہ اللہ تعالیٰ سے بھی محروم ہو گیا۔

﴿ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ (35) ﴾

''اور ہم نے کہا: ''اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو دونوں خوب کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔''(35)

سوال1: ﴿ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ ﴾ ''اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو'' اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا انہیں فضیلت عطا فرمائی پھر ان میں سے ان کی بیوی سیدہ حوا علیہا السلام کو پیدا کر کے اپنی نعمت ان پر پوری کر دی تا کہ وہ اپنی بیوی کے پاس سکون حاصل کریں اور حکم دیا جنت میں سکون سے رہو۔﴿2﴾ ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے جنت میں جانے سے پہلے حوا پیدا ہوئی ہیں اور پھر دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا ہے لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا قول ہے کہ پہلے تن تنہا سیدنا آدم علیہ السلام کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا تھا۔سیدنا آدم علیہ السلام جنت میں رہتے تھے مگر تنہائی کے سبب سے اکثر گھبرایا کرتے تھے۔ایک دن سیدنا آدم علیہ السلام جب سو رہے تھے تو ان کی نیند کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ حوا کو سیدنا آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کر دیا۔(تفسیر ابن کثیر:79/1)﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں کے بارے میں میری وصیت ہمیشہ یاد رکھنا کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔پسلی میں بھی سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر کا ہوتا ہے۔اگر کوئی شخص اسے بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کرے تو انجام کار توڑ کے رہے گا اور اگر اسے یونہی چھوڑ دے گا تو پھر ہمیشہ ہی ٹیڑھی ہو جائے گی۔پس عورتوں کے بارے میں میری وصیت مانو، عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔''(بخاری:3331)

سوال2: سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو جنت میں کب بسایا گیا؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سامنے پیش کرنے کے بعد جب انہوں نے سارے نام بتا دیئے اور فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی تخلیق کی حقیقت واضح ہو گئی تب اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں بسایا۔

سوال3: سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو جنت میں کیسے بسایا گیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا سے کہا گیا جہاں سے چاہو خوب کھاؤ مگر اس درخت کے قریب نہ جانا۔

سوال4: سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کی آزمائش کیا تھی؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو ایک خاص درخت کے پاس جانے سے منع کیا گیا تھا اور یہ کہا گیا تھا کہ اگر اس درخت کے پاس گئے تو ظالموں میں شمار کیے جاؤ گے۔

سوال5: ﴿وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا﴾ ''اور جہاں سے چاہو دونوں خوب کھاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: آدم علیہ السلام کی دوسری فضیلت کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں بسا دیا اور حکم دیا جہاں سے چاہو پھل اور میوے کھاؤ۔ ﴿اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۙ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى﴾ یقیناً تمہارے لیے یہ ہے کہ اس میں نہ تم بھوکے رہو گے اور نہ ننگے رہو گے۔ اور یقیناً اس میں نہ تم پیاسے رہو گے اور نہ تمہیں دھوپ لگے گی۔ (طٰہٰ:118,119)

سوال6: ﴿وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ﴾ ''اور اس درخت کے قریب نہ جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا آدم علیہ السلام سیدہ حوا علیہا السلام کو آزمائش کے لیے یا کسی حکمت کے تحت اس درخت کے قریب جانے سے روکا تھا جس کے بارے میں ہمیں علم نہیں۔ ﴿2﴾ اس درخت کے بارے میں کوئی وضاحت قرآن وحدیث سے نہیں ملتی اور نہ ہی ہمیں اس بارے میں معلوم کرنے کی کوئی ضرورت ہے۔

سوال7: ﴿فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے'' یعنی تم بے انصاف لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو ایک خاص درخت کے قریب جانے سے روکا تھا یہ نہی تحریم کے لیے ہے کیونکہ اس ممانعت پر عمل نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ظلم قرار دیا ہے۔ ﴿2﴾ ابلیس نے ان کے دلوں میں وسوسے ڈالے اور اس درخت کی اور اس پھل کی خوبیاں ان کے سامنے مزین کیں۔ اس نے اتنی ترغیب دلائی کہ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام سے خطا ہو گئی۔ ﴿3﴾ ابلیس نے دونوں کو پھسلانے کے لیے قسمیں کھائیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ﴾ اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں: ''بلاشبہ میں تم دونوں کے لئے یقیناً خیر خواہوں میں سے ہوں۔'' (الاعراف:21)

سوال8: ظلم سے کیا مراد ہے؟

جواب: ظلم سے مراد ہے کسی حق دار کو اس کا حق نہ دینا۔

سوال9: اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے والے کس طرح ظالم ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے اس طرح ظالم ہیں کہ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کی فرماں برداری کی جائے۔ اگر نافرمانی کی تو گویا اللہ تعالیٰ کو اس کا حق نہ دیا۔ ﴿2﴾ تمام اعضاء، اشیاء اور نعمتوں کا حق ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے لیے لگایا جائے تو دراصل نافرمانی کر کے ان کو ان کا حق نہ دیا۔ ﴿3﴾ اپنی ذات کا حق ہے کہ اسے تباہی سے بچایا جائے تو نافرمانی کر کے گویا اپنی ذات کو سزا کا مستحق ٹھہرایا اور اپنی ذات پر ظلم کیا۔

﴿ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (36) ﴾

''تو شیطان نے ان دونوں کو اس سے پھسلا دیا، چنانچہ اس نے ان دونوں کو اس جگہ سے نکلوا دیا جس میں وہ تھے اور ہم نے حکم دیا: ''تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔'' (36)

سوال 1: ﴿ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ﴾ ''تو شیطان نے ان دونوں کو اس سے پھسلا دیا، چنانچہ اس نے ان دونوں کو اس جگہ سے نکلوا دیا جس میں وہ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا ﴾ ''تو شیطان نے ان دونوں کو اس سے پھسلا دیا'' امام راغب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یعنی بغیر قصد و ارادہ کے پاؤں کی لغزش۔ (مفردات القرآن) ﴿2﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور علماء کا خیال ہے کہ شیطان نے سیدنا آدم علیہ السلام کو براہ راست اور روبرو جا کر بہکایا۔ (تیسیر الرحمٰن: 35/1) ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴾ پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا تا کہ وہ ان دونوں کے لیے ظاہر کر دے ان دونوں کی شرم گاہوں سے جو کچھ ان سے چھپایا گیا تھا، اور اس نے کہا: ''تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے نہیں روکا، مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔'' اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں: ''بلاشبہ میں تم دونوں کے لئے یقیناً خیر خواہوں میں سے ہوں۔'' (الاعراف: 20,21) ﴿4﴾ سیدنا آدم علیہ السلام شیطان کے جھانسے میں آ گئے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴾ اور اس سے پہلے آدم کو ہم نے تاکید کی تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادے کی پختگی نہ پائی۔ (طٰہٰ: 115) ﴿5﴾ ﴿ فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ﴾ ''چنانچہ اس نے ان دونوں کو اس جگہ سے نکلوا دیا جس میں وہ تھے'' شیطان نے انہیں جنت سے دنیا کی بدبختیوں کی طرف نکلوا دیا اور اطاعت سے نافرمانی کی طرف نکلوا دیا۔ (البحر المحیط: 262/1)

سوال 2: شیطان نے سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو کس طرح بہکایا تھا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴾ پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا تا کہ وہ ان دونوں کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان سے چھپایا گیا تھا ان دونوں کی شرم گاہوں سے، اور اس نے کہا: ''تمہارے رب نے تم دونوں کو نہیں روکا ہے اس درخت سے، مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔'' اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں: ''بلاشبہ میں تم دونوں کے یقیناً خیر خواہوں میں سے ہوں۔ (الاعراف:20.21) شیطان نے سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا حوا علیہا السلام دونوں کو درخت کا پھل کھانے کے لیے اس کی کشش دلائی یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے خوب صورت ترغیبات دلائیں، دوست کے روپ میں دل میں وسوسے ڈالے، امیدیں دلائیں اور یوں بہکا کر اپنے جال میں پھنسا کر جنت سے نکلوا دیا۔

سوال3: انسان کے بھٹکنے کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟

جواب: انسان شیطان کے بہکاوے میں آجاتا ہے اور اس حد میں قدم رکھ دیتا ہے جہاں جانے سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ وہ اسے ہمیشہ کی زندگی اور لازوال سلطنت کا لالچ دیتا ہے۔ آج بھی شیطان انسان کو راہ راست سے ہٹانے کے لیے یہی حربہ استعمال کرتا ہے۔

سوال4: ﴿ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ﴾ ''اور ہم نے کہا: تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام بھول گئے انہوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نعمتوں بھری جنت سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ اور انہیں دکھوں، تکلیفوں اور سخت مشقت کے لیے زمین پر اتار دیا گیا۔ ﴿2﴾ ﴿ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ﴾ ''تم ایک دوسرے کے دشمن ہو'' یعنی ابلیس اور اس کی اولاد، آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کی دشمن ہے۔ ﴿3﴾ دشمن اپنے دشمن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور اس کو ہر بھلائی سے محروم کرنے کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو شیطان کی دشمنی سے ڈرایا ہے۔ ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنا لو اسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تا کہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔ (فاطر:6) ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے۔ (الکہف :50) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور تمہارے دل میں پہلے تو یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ اور آخر میں بات یہاں تک پہنچاتا ہے کہ خود تمہارے رب کو کس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے پیدا کیا؟ جب کسی کو ایسا وسوسہ آئے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور شیطانی خیال کو چھوڑ دے۔'' (بخاری:3276)

﴿6﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ رضی اللہ عنہا تھیں کہ آپ ﷺ کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ آپ ﷺ نے اسے بلایا، وہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں! یہ میری فلاں بیوی ہے۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں کون ہوتا ہوں کہ میں ایسا گمان کروں اور نہ ہی میں نے آپ ﷺ کے بارے میں ایسا گمان کیا ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ (مسلم:5678)

سوال5: شیطان انسان کا آج بھی دشمن ہے، اس کی دشمنی کی وضاحت کریں؟

جواب: شیطان نے آدم وحوا علیہما السلام کو ورغلایا اور انہوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا۔ شیطان کی یہ دشمنی آج بھی جاری ہے۔ وہ انسان کو ورغلاتا ہے تاکہ انسان اس حد کے اندر قدم رکھ دے جس میں جانے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اس کے لیے وہ انسان کی ذہن سازی کرتا ہے، برائی کو خوش نما بنا کر دکھاتا ہے، یقین دہانی کرواتا ہے کہ اس برائی کے نتیجے میں لوگوں کی نظروں میں مقام ملے گا، وہ دنیا میں رہنے کے لیے برائی کو ناگزیر بنا کر دکھاتا ہے۔ انسان کو یہ محسوس کرواتا ہے کہ اگر اس برائی کو چھوڑ دیا تو جینا ممکن نہیں رہے گا پھر انسان برائی کر لیتا ہے۔ انسان کے بھٹکنے کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے پھر انسان اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم ہو جاتا ہے۔ انسان کے لیے اپنی غلطی سے پلٹ آنے، توبہ کرنے کا موقع موجود ہوتا ہے لیکن شیطان ورغلاتا ہے کہ تمہاری توبہ کب سنی جائے گی۔ یوں انسان آہستہ آہستہ دعا مانگنے سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ انسان کے لیے پھر نیکیاں کرنا مشکل اور گناہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہی شیطان کا مشن ہے، یہی اس کی دشمنی ہے، یہ دشمنی آج بھی جاری ہے۔

سوال6: سیدنا آدم علیہ السلام اور ابلیس کے درمیان جس کشمکش کا آغاز ہوا وہ آج بھی جاری ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: اس کشمکش کی دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ انسان اور شیطان کے درمیان جو جنگ جاری ہے وہ انسان کے ضمیر اور اس کے دل ودماغ کے میدانوں میں لڑی جا رہی ہے۔ پختہ ارادے اور سچا علم رکھنے والے افراد اس میں کامیاب ہوتے ہیں اور جو انسان اپنی خواہشات کے پیچھے بھاگتا ہے اس پر شیطان غالب آجاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور ابلیس کے درمیان کھڑا کیا۔ سجدے کے حکم سے کشمکش کا آغاز ہوا۔ حق کی دعوت دینے والا بھی ایک آدم ہوتا ہے جس کے سامنے انسانوں نے جھکنا ہوتا ہے لیکن اگر وہ اپنے تکبر یا حسد کی وجہ سے نہ جھکیں تو اس طرح وہ ابلیس کی پیروی کرتے ہیں اور اسی کشمکش کا آغاز ہو جاتا ہے۔ انکار صرف انکار نہیں رہتا۔ انکار پھر مخالفت میں، مخالفت رکاوٹ میں اور رکاوٹیں انتقام میں بدل جاتی ہیں۔ پھر ہجرتیں ہوتی ہیں، پھر جہاد ہوتا ہے اور آج بھی یہ کشمکش جاری ہے۔

سوال7: ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ ''اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے'' کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین میں اتارے جانے کا مقصد واضح فرمایا کہ زمین میں تمہارا ٹھکانہ ہوگا ﴿وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾ اور ایک وقت تک فائدہ اٹھانا ہوگا پھر تم اس گھر میں واپس آجاؤ گے جس کے لیے تمہیں اور جسے تمہاری خاطر پیدا کیا گیا۔ ﴿2﴾ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ زندگی عارضی ہے، خاص مدت تک کے لیے ہے۔

سوال 8: سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر کتنی مدت کے لیے بھیجا گیا؟

جواب: ایک خاص وقت تک۔ یہ خاص وقت انسان کے لیے اس کی زندگی ہے اور ساری کائنات کے لیے قیامت تک کا وقت ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا مستقل ٹھکانہ نہیں ہے۔ اس آیت کریمہ میں واضح ہے کہ اس زندگی کی مدت عارضی اور ایک خاص وقت تک کے لیے ہے۔ یہ دنیا حقیقی مسکن نہیں ہے یہ تو ایک راہ گزر ہے جہاں سے اگلے جہان کے لیے زاد راہ حاصل کیا جاتا ہے (دوران سفر) اس راہ گزر میں مستقل ٹھکانا تعمیر نہیں کیا جاتا۔ (تفسیر سعدی: 104/1)

﴿فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (37)﴾

''پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے توبہ قبول کر لی، یقیناً وہی بے حد توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (37)

سوال 1: ﴿فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ ''پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے توبہ قبول کر لی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو رب کریم نے اپنی رحمت سے انہیں کچھ کلمات سکھا دیے۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے انہیں سیکھا اور یاد کر لیا۔ ﴿2﴾ ﴿فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ﴾ سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے تھے جو انہیں الہام کیے گئے ﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ان دونوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (الاعراف: 23) ﴿3﴾ سیدنا آدم علیہ السلام نے گناہ کا اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ سے بخشش کا سوال کیا۔

سوال 2: سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ کے بارے میں غلط عقیدہ کیا ہے؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ کے بارے میں غلط عقیدہ ایک گھڑی ہوئی (موضوع) روایت کی بنیاد پر ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے عرش پر لا الٰہ الا اللہ لکھا ہوا دیکھا اور محمد ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی تو دعا قبول ہوگئی۔ یہ روایت گھڑی ہوئی ہے، قرآن حکیم کے مخالف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے اور نبی ﷺ کے طریقے کے خلاف ہے۔تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے کسی وسیلے کے بغیر براہ راست دعا کیا کرتے تھے۔نبی ﷺ نے بھی دعا مانگنے کا براہ راست طریقہ سکھایا ہے۔

سوال3:﴿فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اس سے توبہ قبول کرلی،یقیناً وہی بے حد توبہ قبول کرنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کرلی اور ان پر رحم فرمایا۔جو توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔﴿2﴾ بندے کی طرف سے توبہ یہ ہے کہ وہ نافرمانی پر شرمندہ ہوکر نافرمانی سے باز آجائے،اللہ تعالیٰ کی طرف سچے دل سے لوٹے اور فرماں برداری کا رویہ اپنائے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے شرمسار بندے کی طرف رحمت سے متوجہ ہوجائے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ التواب ہے وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔اپنے بندوں کی طرف رجوع کرنے کی دو قسمیں ہیں۔(i) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ بندے کو توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔(ii) پھر جب توبہ کی تمام شرائط پوری ہوجاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے۔ (تفسیر سعدی:104/1) ﴿4﴾ توبہ میں تین باتیں ضروری ہیں۔ایک تو جو گناہ ہوگیا ہے اس پر سچے دل سے نادم اور پشیمان ہونا۔دوسرے توبہ کے وقت دل میں خوب یہ ٹھان لینا کہ آئندہ اس سے باز رہوں گا۔تیسرے توبہ کے بعد دل میں گناہ سے ایک نفرت کا پیدا ہوجانا۔(احسن التفاسیر:1/ 82)

سوال4: اللہ تعالیٰ کیسا **﴿التَّوَّابُ﴾** ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ التواب ہے۔وہ بندے کی خطاؤں پر معاف فرماتا ہے۔اگر وہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی گناہ لے کر آئے تو وہ معاف فرمادیتا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کے **﴿الرَّحِيمُ﴾** ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حق میں مسلسل رحمت کرنے والا ہے۔﴿2﴾ انسان مسلسل غلطیاں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مسلسل معاف فرماتا ہے۔''اَلرَّحِیم''یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔ان پر اس کی رحمت یہ ہے کہ اس نے انہیں توبہ کی توفیق سے نوازا اور ان کو معاف کرکے ان سے درگزر فرمایا۔(تفسیر سعدی:104/1)

سوال6: سیدنا آدم علیہ السلام کے واقعے سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: اس واقعے سے ہمیں کئی ایک سبق حاصل ہوتے ہیں:﴿1﴾ انسان ''منع کیے ہوئے پھل'' (کام) کو کھاتے ہی اللہ تعالیٰ کی مدد اور جنت کے حق سے محروم ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے کل سیدنا آدم علیہ السلام کو پھل کھانے سے منع کیا تھا اور آج بھی وہی صورت حال ہے۔جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان سے باز آنا ہے۔(ان شاء اللہ)﴿2﴾ نافرمانیوں پر توبہ کرنے سے جنت کے حق سے محرومی کی تلافی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوسکتی ہے۔ربّ کی طرف لوٹنے کا راستہ کھلا ہے۔اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر کثرت سے توبہ کرنی ہے۔(ان شاءاللہ)

﴿ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (38) ﴾

''ہم نے کہا:''تم سب یہاں سے اتر جاؤ، پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس واقعی کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''(38)

سوال1:﴿ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ﴾''ہم نے کہا:تم سب یہاں سے اتر جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ زمین میں اتارے جانے کا دوبارہ ذکر فرمایا ہے تاکہ اس حکم پر عمل پیرا ہوا جائے جس کا یہاں ذکر کیا جارہا ہے۔**﴿2﴾** اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کر کے گناہ معاف کر دیا مگر جنت سے اخراج کا حکم بحال رکھا۔سب کے اخراج سے مراد آدم،حوا اور ابلیس ہیں۔سیدنا آدم کو زمین پر بھیجنا کچھ گناہ کے کفارہ کے طور پر نہ تھا بلکہ ﴿ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ﴾ یقیناً میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔(البقرۃ:30) کے تحت قضائے الٰہی تھا۔اس سے عیسائیوں کے اعتقاد کا رد ہوا جو یہ کہتے ہیں کہ آدم کا یہ گناہ نوع انسانی میں نسل در نسل منتقل ہو رہا ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اس کے لیے سولی چڑھ گئے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے وضاحت سے بتا دیا کہ ہم نے معاف کر دیا۔دنیا میں آنا گناہ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا ہی زمین کے لیے کیا تھا۔(تیسیر القرآن:18)

سوال2:﴿ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ ﴾''پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس واقعی کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اگر تمہارے پاس میری جانب سے کوئی ہدایت پہنچے یعنی میرے رسول آئیں،میری طرف سے کسی وقت اور کسی دور میں راہ نمائی پہنچے تو جو کوئی میرے تقرب کی طرف راہ نمائی کرے،میری رضا کے قریب کرے،میرے رسولوں اور میری کتابوں پر ایمان لائے،میرے کیا وامر ونواہی کی پابندی کرے تو ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم۔**﴿2﴾** اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ اب جنت میں داخلے کے لئے ضروری ہے کہ جو ہدایت انبیاء علیہم السلام کے ذریعے تمہارے پاس پہنچے اس کو قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہو کر جنت تک پہنچو۔اس سے مراد انبیاء ورسل وغیرہ ہیں۔(فتح القدیر:93/1)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کر لی۔پھر انہیں کہاں بسایا گیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو دوبارہ جنت میں آباد کرنے کی بجائے دنیا میں رہ کر جنت حاصل کرنے کی کوششیں کرنے کا راستہ دکھایا۔

سوال4: یہاں **﴿ هُدًى ﴾** سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ابوالعالیہ کہتے ہیں ﴿هُدًى﴾ سے مرادانبیاء ورسل اور بیان ہے۔(فتح القدیر:93/1)﴿2﴾﴿هُدًى﴾ سے مرادکتاب اللہ ہے۔﴿3﴾یہ بھی کہا گیاہے کہ اس سے مراد ہدایت کی توفیق ہے۔

سوال5:﴿فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ﴾''تو جومیری ہدایت کی پیروی کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی پر چار چیزیں مرتب ہوتی ہیں۔بندے سے حزن وخوف کی نفی۔حزن اورخوف میں فرق یہ ہے کہ اگر غیر پسندیدہ امر کا منتظر ہوتو یہ خوف پیدا کرتا ہے پس جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کی اس سے حزن وخوف دور ہوگئے اور جب اس سے حزن وخوف کی نفی ہوگئی تو ان کی ضد ثابت ہوگئی اور وہ ہے ہدایت اور سعادت لہٰذا جوکوئی بھی اس کی ہدایت کی پیروی کرتا ہے اسے امن،دنیاوی اوراخروی سعادت اور ہدایت حاصل ہوتی ہے اورتکلیف دہ چیز یعنی حزن وخوف اورضلالت وشقاوت اس سے دور کردی جاتی ہے۔ہرمرغوب چیز اسے عطا کردی جاتی ہےاورخوف زدہ کرنے والی چیز اس سے دور ہٹادی جاتی ہے۔

سوال6:﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾''تو ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ہدایت پانے والے اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے ،اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی سے نہیں ڈرتے اور جوچھوٹ جائے اس پرغم نہیں کرتے۔﴿2﴾یہاں خوف کاتعلق آخرت سے ہے کہ آخرت میں ایمان والوں کو،اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر چلنے والوں کوخوف نہیں ہوگا۔''وہ غمگین نہیں ہوں گے'' سے مراد ہے کہ انہیں دنیا چھوڑنے کا کوئی غم نہ ہوگا۔﴿3﴾﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾انہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اورفرشتے ان کے استقبال کوآئیں گے:یہ ہے تمہارا وہ دن جس کاتم وعدہ دیے جاتے تھے۔(الانبیاء:103)﴿4﴾﴿وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾اوروہ پکارے جائیں گے:''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو،اس کا بدلہ ہے جوتم عمل کرتے تھے۔''(الاعراف:43)

سوال7:ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے لیے کیا خوش خبری ہے؟

جواب:ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے لیےخوش خبری ہے کہ نہ ان کے لیےخوف ہوگا نہ غم۔

سوال8:یہ مقام کس کوحاصل ہوتا ہے؟

جواب:یہ مقام ہر سچے مؤمن کوحاصل ہوجاتا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ(39)﴾

''اورجن لوگوں نے کفر کیااور ہماری آیات کوجھٹلایاوہی لوگ آگ والے ہیں،وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(39)

سوال1:﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ﴾''اورجن لوگوں نے کفر کیااور ہماری آیات کوجھٹلایاوہی لوگ آگ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی نہ کی، انکار کیا، جھٹلایا، اس کے لیے رب العالمین کا اعلان ہے ﴿أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ﴾ یعنی وہ جہنم والے ہیں۔ جہنم ان کے ساتھ لازم وملزوم ہے۔

سوال2: آیات کو جھٹلانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو، انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ماننے سے انکار کیا جائے اور ان سے راہ نمائی نہ لی جائے۔

سوال3: ﴿هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وہ جہنم سے کبھی باہر نہ نکلیں گے نہ کبھی عذاب کم ہوگا نہ مدد پہنچے گی۔ ﴿2﴾ ان آیات کریمہ اور ان جیسی دیگر آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخلوق میں سے تمام جن وانس، اہل سعادت اور اہل شقاوت کی اقسام میں منقسم ہیں۔ ان آیات میں دونوں فریقوں کی صفات اور ان اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جو سعادت یا شقاوت کے موجب ہیں۔ ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ''جن'' ثواب وعقاب کے معاملے میں انسانوں کی طرح ہیں جس طرح وہ ان کی مانند امر ونہی کے مکلّف ہیں۔ (تفسیر سعدی:106/1)

سوال4: اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے اور ان کا انکار کرنے کا کیا انجام ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے اور ان کا انکار کرنے والے آگ والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

رکوع نمبر5

﴿يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ (40)﴾

''اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی اور تم میرے عہد کو پورا کرو، میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور صرف مجھ ہی سے تم ڈرتے رہو۔'' (40)

سوال1: ﴿يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ﴾ ''اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب بنی اسرائیل کے ان لوگوں سے ہے جو مدینہ اور اس کے گردونواح میں آباد تھے۔ اس خطاب میں بعد میں آنے والے اسرائیلی بھی شامل ہیں۔ (تفسیر سعدی:106/1) ﴿2﴾ ﴿يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ ''اسرائیل'' کا مطلب ہے عبداللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ۔ ''اسرائیل'' سیدنا یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ یہود کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ان سے بنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسرائیل کے بارہ قبیلے وجود میں آئے۔بنی اسرائیل کنعان میں آباد تھے۔سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹے سیدنا یوسف علیہ السلام کے مصر پہنچنے کے بعد ان کے اہل خاندان وہاں پہنچے۔بنی اسرائیل میں کثیر تعداد میں نبی آئے مثلاً سیدنا یوسف علیہ السلام، سیدنا یحییٰ علیہ السلام، سیدنا ہارون علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا زکریا علیہ السلام وغیرہ۔بنی اسرائیل میں تورات، زبور اور انجیل تین کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئیں۔﴿3﴾ مدینہ میں ان کے گزشتہ علم وفضل کی بنا پر ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر بے انتہاء احسانات کیے تھے۔(تیسیر القرآن:18)﴿4﴾﴿اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ﴾ ''یاد کرو میری اس نعمت کو'' یہاں نعمتوں کے یاد کرنے سے مراد دل میں نعمتوں کا اعتراف کرنا، زبان سے ان کی تعریف کرنا اور جوارح کے ذریعے سے ان نعمتوں کو ایسی جگہ استعمال کرنا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:106/1)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ کر کے ان کی اولاد یعنی یہود کو نیکی کی رغبت دلانی چاہی ہے کہ اے اللہ کے نیک بندے یعقوب کے بیٹو! اپنے باپ کی مانند نیک بنو۔(تیسیر الرحمٰن:36/1) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم میں سے انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور اس نے تمہیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا۔(مائدہ:20)﴿6﴾ امت مسلمہ کے لیے بنی اسرائیل کے واقعات کو جاننا اس لیے ضروری ہے تاکہ امت اس زوال سے بچ سکے جس کا پہلے انبیاء علیہم السلام کی قومیں شکار ہو گئیں تھیں۔یہودیوں کے عقیدے کی خرابی اور رویوں کی خرابی کو سامنے رکھا جائے تاکہ مسلمان اس کردار کے انسان بننے سے بچ سکیں۔

سوال2:﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ﴾ ''اور تم میرے عہد کو پورا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وہ عہد یہ تھا کہ تم تورات کے احکامات کی پابندی کرو گے اور نبی آخر الزماں پر ایمان لاؤ گے۔(تیسیر القرآن:18)﴿2﴾ یعنی وہ اس عہد کو پورا کریں جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا ہے کہ وہ اس پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں گے اور اس کی شریعت کو قائم کریں گے۔(تفسیر سعدی:106/1)﴿3﴾ کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ عہد یہ ہے:﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ﴾ اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرتے رہو گے اور تم اس کو نہیں چھپاؤ گے۔(آل عمران:187)﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ہم نے ان میں سے بارہ کو سردار مقرر کیا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں بلاشبہ تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کو قوت دی اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیا تو میں ضرور بہ ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا اور تمہیں ضرور بہ ضرور جنتوں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد بھی تم میں سے جس نے کفر کیا تو یقیناً وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ (المائدہ:12) بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا کہ میں نے جو ہدایات دی ہیں ان کو مضبوطی سے تھام لو اور انہیں یاد رکھو۔ ﴿4﴾ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زبانی بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا تھا کہ میں بنی اسرائیل میں ایک نبی امی بھیجوں گا۔ جو تم میں سے اس کی اتباع کرے گا تو میں اس کے گناہ معاف کر دوں گا اور اسے جنت میں داخل کروں گا۔'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ عَذَابِيٓ أُصِيبُ بِهِۦ مَنْ أَشَآءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَالَّذِينَ هُم بِـَٔايَٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَىٰةِ وَالْإِنجِيلِ ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اس کو پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو اسے میں جلد ہی ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور وہ زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ جو لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو امّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (الاعراف:156-157)

سوال3: ﴿ أُوفِ بِعَهْدِكُمْ ﴾ ''میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ ان کے عہد پورا کرنے کا بدلہ ہے۔ بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے عہد کیا تھا کہ میں تمہیں جہان والوں پر فضیلت عطا کروں گا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کیا انعام کیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا یعقوب علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبی آل یعقوب علیہ السلام میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر دین و دنیا کی راہ نمائی اور کامیابی کے راستے کھولے اور ان کو دوسروں کی راہ نمائی کا فریضہ سونپا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی شریعت عطا کی تھی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦ يَٰقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا وَءَاتَىٰكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَٰلَمِينَ ﴾ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم میں سے انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور اس نے تمہیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا تھا۔ (المائدہ:20)

سوال5: بنی اسرائیل کو انعام کیوں یاد کروایا جا رہا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل کو انعام اس لئے یاد دلایا جا رہا ہے تا کہ ان میں سے جو بھلائی کا مادہ رکھتے ہوں وہ حق کو قبول کر سکیں۔ ﴿2﴾ بنی اسرائیل کو انعام اس لئے یاد دلایا جا رہا ہے تا کہ یہودی نبی ﷺ کا ساتھ دیں اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو۔

سوال6: ﴿ وَإِيَّٰيَ فَٱرْهَبُونِ ﴾ ''اور صرف مجھ ہی سے تم ڈرتے رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور صرف مجھ ہی سے تم ڈرتے رہو'' ﴿1﴾ میرے غیر سے نہیں صرف مجھ سے ڈرو۔ (صفوۃ التفاسیر:1/46) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا جو وفائے عہد کے حامل ہیں یعنی اس اکیلے سے خوف کھانا اور ڈرنا کیونکہ جو کوئی اس سے ڈرتا ہے تو یہ ڈر اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے احکام کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اجتناب کا موجب بنتا ہے۔(تفسیر سعدی:107/1)

﴿وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۪ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۫ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ(41)﴾

''اور جو میں نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ، یہ اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے اور تم سب سے پہلے اس کے ساتھ کفر کرنے والے نہ بنو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ خریدو اور صرف مجھ ہی سے پس تم ڈرتے رہو۔''(41)

سوال1: ﴿وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ﴾ ''اور جو میں نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ، یہ اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن حکیم نازل کی ہے جو انسان کے لیے زندگی گزارنے کا پروگرام ہے۔اسی پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ایمان لاکر محمد ﷺ کی اتباع کریں۔﴿2﴾ ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ﴾ ''یہ اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے'' جب قرآن پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے تو اس پر ایمان لے آؤ کیوں کہ تم اہل کتاب ہو اور اہل علم ہو اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو تمہارا جھٹلانا خود تم پر لوٹے گا۔تمہارا محمد ﷺ کی تکذیب کرنا دراصل اپنی کتابوں کی تکذیب کرنا ہے۔

سوال2: کتاب پر ایمان کیسے لایا جاسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس کا علم حاصل کیا جائے۔﴿2﴾ اسی کے مطابق عمل کیا جائے۔﴿3﴾ اس کے پیغام کو آگے پھیلایا جائے۔

سوال3: بنی اسرائیل کے پاس پہلے سے کیا موجود تھا؟

جواب: بنی اسرائیل کے پاس پہلے سے تورات اور انجیل موجود تھیں۔

سوال4: قرآن مجید کیسے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے؟

جواب: قرآن مجید پچھلی کتابوں کے لیے سچائی کا گواہ بن کر نازل ہوا ہے۔قرآن مجید تورات اور انجیل کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر نازل کی گئی ہیں۔اصولی طور پر ان کی توحید کی تعلیمات کی بھی تصدیق کرتا ہے۔قرآن مجید صرف ان چیزوں کی تردید کرتا ہے جو غلط طریقوں سے ان کتابوں میں شامل کردی گئیں۔

سوال5: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ﴾ ''اور تم سب سے پہلے اس کے ساتھ کفر کرنے والے نہ بنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت کعب بن اشرف اور دیگر علماء یہود کے بارے میں نازل ہوئی۔(تفسیر مظہری:104/1) ﴿2﴾ یعنی کفر کی طرف سبقت سے کام نہ لو۔(تفسیر الفرقان:158) ﴿3﴾ یہاں اس سے مراد قرآن مجید بھی ہوسکتا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ بھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قرآن مجید سے کفر کرنے والا نبی ﷺ سے بھی کفر کرتا ہے اور نبی ﷺ سے کفر کرنے والا قرآن مجید سے کفر کرتا ہے۔ پہلے کافر بننے سے مراد یہ ہے کہ تمہیں علم ہے اور دوسرے جانتے نہیں۔ اس لئے پہلا انکار تمہاری طرف سے نہ ہو ورنہ دوسرے انکار کرنے والوں کا وبال بھی تم پر ہوگا۔ ﴿4﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے پاس علم ہے اور دوسرے نہیں جانتے، اس وجہ سے تمہاری ذمہ داری بڑی ہے۔ مدینہ میں یہود کو سب سے پہلی دعوت دی گئی تھی اس لیے انہیں کہا گیا کہ سب سے پہلے تم کافر نہ بنو ورنہ بعد میں آنے والوں کے کفر کا وبال تم پر ہوگا۔

سوال6: یہود نے نبی ﷺ کی نبوت کا انکار کیوں کیا؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں کے لیے ان کا دین آباء واجداد کا رواج بن چکا تھا۔ اس وجہ سے انہیں نبی ﷺ کی دعوت پسند نہیں آئی تو وہ آپ ﷺ کے مخالف بن گئے۔ ﴿2﴾ یہود نے دنیاوی مفاد اور مصلحتوں کی خاطر آپ ﷺ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ ﴿3﴾ عرب کے مذہبی ڈھانچے میں انہیں سرداری مل گئی تھی۔ اگر وہ آپ ﷺ کو مان لیتے تو ان کو یہ سرداری، احترام، محبت جو لوگوں کی طرف سے مذہب کی وجہ سے ملی ہوئی تھی، چھوڑنا پڑتی اس لیے انہوں نے انکار کیا۔ ﴿4﴾ بزرگوں کی سعادت کی گدیوں پر بیٹھ کر انہیں عوام کی محبت اور توجہ ملی ہوئی تھی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اگر ہم نے اس نبی کو مان لیا تو ہماری مذہبی بڑائی ختم ہو جائے گی اور ایسا وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ﴿5﴾ مذہب کے نام پر انہیں طرح طرح کے نذرانے ملتے تھے، اسی مال کی ہوس نے انہیں حق سے دور کر دیا۔

سوال7: جو لوگ دنیا میں کسی مذہبی مقام پر فائز ہوں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہنے میں کیا مشکلات ہوتی ہیں؟

جواب: جو لوگ دنیا میں کسی مذہبی مقام پر فائز ہوں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہنے میں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ وہ اپنی خود ساختہ عزت کی مسندوں سے خود کو اتارنا نہیں چاہتے۔ وہ اپنی زندگی کا ڈھانچہ نہیں بدلنا چاہتے۔ وہ اپنی مرضی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی نہیں گزارنا چاہتے ہیں۔ اس وجہ سے دعوت پر لبیک کہنا دنیا میں مذہبی مقام بنانے والوں کے لیے انتہائی مشکل ہوتا ہے۔

سوال8: ﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ''اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ خریدو'' تھوڑی قیمت پر آیات کو بیچ ڈالنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تھوڑی قیمت پر آیات کو بیچ ڈالنے سے مراد دنیا کے تھوڑے سے فائدے کے لیے آخرت کے عظیم فائدے کو قربان کر دینا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ﴾ آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے۔ (النساء:77) ﴿2﴾ اس سے مراد دنیا، منصب اور کھانے پینے کی اشیاء ہیں جن کے بارے میں وہ وہم میں پڑے ہوئے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے تو وہ ان چیزوں سے محروم ہو جائیں گے۔ پس انہوں نے ادنیٰ چیزوں کو آیات الٰہی پر ترجیح دی۔ (تفسیر سعدی:108/1) ﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس علم کو جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے اس لیے سیکھے کہ اس سے دنیا کمائے وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔'' (ابوداؤد) (تفسیر ابن کثیر، 123/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال9: تھوڑی قیمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: تھوڑی قیمت سے مراد دنیا کے فائدے ہیں۔آخرت کے عظیم فائدے کے مقابلے میں دنیا کا وقتی فائدہ تھوڑی قیمت ہے۔اس لیے کہا گیا کہ دنیا کے مفادات کو اہمیت نہ دو۔اس کی مختلف قسمیں ہیں:﴿1﴾ دین حق کو آباء واجداد کا دین بنانا اور رسم ورواج کی پیروی کرنا۔ ﴿2﴾ نذرانوں اور حقیر ہدیوں کی خاطر اللہ تعالیٰ کا دین چھوڑ دینا۔﴿3﴾ اپنی مذہبی وعلمی برتری جس کی وجہ سے لوگوں کی محبت وعزت کا محور بنے ہوئے ہوں تو اسے نہ چھوڑ سکنا اور حق چھوڑ دینا۔﴿4﴾ مال لے کر غلط فتوے دینا۔

سوال10: ﴿وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ﴾ ''اور صرف مجھ ہی سے پس تم ڈرتے رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی تمہارے دلوں میں میرے سوا کسی کا ڈر نہ ہوتا کہ جو عذاب تمہارے بڑوں پر آیا جنہیں بندر اور سؤر بنایا گیا کہیں وہ تم پر نہ آجائے۔﴿2﴾ اور میرے سوا کسی سے نہ ڈرو کیونکہ جب تم صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو یہ چیز تم میں تقویٰ اور تھوڑی سی قیمت کے مقابلے میں آیات الٰہی پر ایمان کو مقدم رکھنے کی موجب ہوگی۔جیسے جب تم آیات الٰہی کے بدلے تھوڑی سی قیمت کو پسند کر لیتے ہو تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ تمہارے دلوں سے تقویٰ کو چ کر گیا ہے۔(تفسیر سعدی:108/1)

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (42)﴾

''اور تم حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور نہ ہی حق کو چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔''(42)

سوال1: ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ﴾ ''اور تم حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور نہ ہی حق کو چھپاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دو چیزیں توجہ طلب ہیں ایک تو حق کو باطل کے ساتھ ملانا اور دوسرے کتمان حق جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔﴿2﴾ لوگ دین میں علماء کی پیروی کرتے ہیں۔اہل کتاب سے یہ توقع تھی کہ وہ علم کو واضح کر کے بتائیں تاکہ لوگوں کے لیے سیدھا راستہ اور مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے لیکن انہوں نے حق کو چھپایا اور حق اور باطل کو گڈمڈ کیا۔﴿3﴾ حق کو باطل کے ساتھ ملانے کے لیے جھوٹی تاویلیں دی جاتی ہیں۔اس لیے فرمایا: ''جھوٹی تاویلیں کر کے سچ کو جھوٹ سے نہ ملاؤ'' (تفسیر ثنائی) قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ یہ اس لیے ہے کہ یقیناً وہی اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً اس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بے حد بلند، بے حد بڑا ہے۔(لقمان:30)﴿3﴾ جو شخص حق کو چھپاتا ہے وہ جہنم کی طرف بلانے والوں میں سے ہوتا ہے۔(بخاری:6819)

سوال2: حق کو باطل کے ساتھ ملانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: حق کو باطل کے ساتھ ملانے سے مراد ہے حق کو باطل کا لباس پہنانا یعنی غلط کام کرنا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ظاہر کرنا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: یہودی حق کو باطل کے ساتھ کیسے ملاتے تھے؟

جواب: یہودی حق کو چھپا کر باطل کا غلبہ دیکھنا چاہتے تھے۔حق اسلام ہے اور یہودیت اور عیسائیت باطل ہے۔یہودی حق اور باطل کو جمع کر دیتے تھے اور باقی لوگ ان سے متاثر ہوتے تھے۔مدینہ کے باقی افراد یہودیوں سے ان کے علمی رعب اور مذہبی شان کی وجہ سے بہت متاثر تھے۔وہ یہودیوں سے نبی ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کی دعوت کے بارے میں پوچھتے تھے تو یہود موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر پوچھنے والے کے دل میں نبی ﷺ کے مشن کے خلاف کوئی نہ کوئی وسوسہ ڈال دیتے تھے یا آپ ﷺ پر کوئی الزام لگا دیتے تھے تاکہ حق ان پر مشتبہ ہو جائے۔یہ جھوٹا پروپیگنڈہ ہی دراصل باطل کا رنگ تھا جسے حق کے ساتھ ملایا جا رہا تھا۔

سوال4: آج کے دور میں حق کو باطل کے ساتھ کیسے ملایا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ باطل کے کئی اصولوں کو اسلامی اصول سمجھنا اور انہیں رائج کرنا۔﴿2﴾ کاروبار کے سودی طریقے کو اسلامی کہنا۔﴿3﴾ پارلیمنٹ کو شوریٰ سمجھنا۔﴿4﴾ غیر اسلامی عدلیہ کو اسلامی عدلیہ سمجھنا۔﴿5﴾ غیر اسلامی قوانین کو اسلامی قوانین کی طرح قبول کرنا۔

سوال5: حق کو چھپانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حق بات پتہ ہو لیکن دوسرے کو نہ بتائی جائے۔﴿2﴾ جو لوگ سچے دین کی دعوت لے کر اٹھیں، ان پر کوئی الزام لگا دیا جائے تاکہ لوگ نہ صرف ان افراد کے بارے میں بلکہ دین کے بارے میں بھی شک میں مبتلا ہو جائیں۔﴿3﴾ جو لوگ دین کی دعوت لے کر اٹھیں، ان کے بارے میں کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑا جائے، طرح طرح کے الجھن میں ڈالنے والے سوالات چھیڑے جائیں تاکہ لوگ خود بھی الجھیں اور دوسروں کو بھی الجھائیں۔یہ معاملہ شخصیات تک محدود نہیں رہتا بلکہ لوگ دین کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔﴿4﴾ دین کی دعوت لے کر اٹھنے والوں کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ کیا جائے، ان پر اعتراضات کر کے نہ صرف شخصیات کے بارے میں رائے خراب کی جائے بلکہ دین کو بھی مشتبہ کر دیا جائے۔

سوال6: یہود حق کو کیسے چھپاتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھپاتے تھے۔﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بشارتوں کو چھپاتے تھے۔مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تم محمد ﷺ کے بارے میں بشارتوں کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو اور ان کا تذکرہ تورات اور انجیل میں پاتے ہو۔

سوال7: آج حق کو کیسے چھپایا جا رہا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کتاب کی اصل تعلیمات کو آنے والی نسلوں سے چھپایا جا رہا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھپایا جا رہا ہے یہ کہہ کر کہ یہ اس دور کی بات تھی، آج اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔﴿3﴾ اصل کتاب کے مقابلے میں جھوٹے احکامات کو گھڑ کر دھوکہ دیا جا رہا ہے جیسے ''فرقان الحق'' کے ذریعے احکامات کو بگاڑا جا رہا ہے۔(فرقان الحق ایک کتاب ہے جس میں قرآنی آیات کو بدلنے کی جسارت کی گئی ہے)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿4﴾اسلام کے احکامات کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے اور شبہات اور اعتراضات سے حق کو چھپانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

سوال8:﴿وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''حالانکہ تم جانتے ہو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: حالانکہ تم جانتے ہو یعنی پہلی کتابوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو جانتے ہو۔

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ(43)﴾

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''(43)

سوال1:﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ یعنی ظاہری اور باطنی طور پر نماز قائم کرو اس لیے کہ نماز سے ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق جڑتا ہے اور اس کی مدد حاصل ہوتی ہے۔﴿2﴾﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ یعنی مستحق لوگوں کو زکوٰۃ دو۔زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مال میں عائد کردہ فریضہ ہے جس کو صاحب استطاعت ہر سال مقررہ شرح کے مطابق ادا کرتا ہے۔﴿3﴾﴿وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ ''اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو'' یہود کی صلوٰۃ میں رکوع نہ تھا۔اس آیت کے ذریعہ انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ نبی ﷺ کی اتباع کرو۔(تیسیر القرآن:18)﴿4﴾جماعت کے ساتھ نماز پڑھو یا اصحاب محمد ﷺ کے ساتھ نماز پڑھو۔(صفوۃ التفاسیر:46/1)﴿5﴾ابن جریر کہتے ہیں کہ اس آیت میں علمائے بنی اسرائیل اور بنی اسرائیل کے منافقین کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں،نماز پڑھیں،زکوٰۃ دیں،مسلمانوں کے ساتھ اسلام میں داخل ہوجائیں اور پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرلیں۔(تیسیر الرحمٰن:38/1)﴿6﴾اس آیت سے با جماعت نماز کے وجوب پر استدلال کیا جاتا ہے۔(الاساس:137/1)

سوال2: اِقامتِ صلوٰۃ کی تلقین کیوں کی گئی ہے؟

جواب:﴿1﴾ نماز کے ذریعے ایک ایمان لانے والے کا اللہ تعالیٰ سے تعلق بنتا ہے۔﴿2﴾نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے۔﴿3﴾نماز کی اقامت کے ذریعے مسلمانوں میں باہمی محبت پیدا ہوتی ہے۔﴿4﴾نماز کی اقامت کے ذریعے سب لوگوں میں مقصد کی یگانگت کی وجہ سے باہمی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(44)﴾

''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو،حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو،تو کیا تم نہیں سمجھتے؟''(44)

سوال1:﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ﴾ ''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ کیاتم لوگوں کوایمان اورنیکی کاحکم دیتے ہو۔﴿2﴾البراعمال خیر کے لیےایک جامع لفظ ہے۔(تفسیرکبیر)﴿3﴾یہاں اس سے مرادمحمد ﷺ پرایمان اوراسلام میں داخلہ ہے۔(ایسرالتفاسیر:32/1)

سوال2:﴿وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾''اوراپنے آپ کوبھول جاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اپنے آپ کوایمان اوربھلائی کاحکم دینا چھوڑ دیتے ہو۔﴿2﴾ کیاتم اپنے آپ کوبھول جاتے ہواورمحمد ﷺ کی اتباع نہیں کرتے۔(تفسیرخازن:41/1)

سوال3:دوسروں کونیکی کاحکم دینااورخودعمل پیرانہ ہونا کیسارویہ ہے؟

جواب:﴿1﴾دوسروں کونیکی کاحکم دینااورخودعمل پیرانہ ہوناالله تعالیٰ کےنزدیک ناپسندیدہ رویہ ہے۔جب بھی دین ایک پیشہ بن جاتا ہے تودین کولے کرچلنے والے زبان سے جوکچھ کہتے ہیں وہ ان کےعمل میں نہیں ہوتا۔وہ الله تعالیٰ سے خودنہیں ڈرتے لیکن دوسروں کواس کی دعوت دیتے ہیں۔لوگوں کوبھلائی کی دعوت دیتے ہیں لیکن اپنی عملی زندگی میں اس کےخلاف چلتے ہیں۔الله تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہوئے یہ دوغلا رویہ اختیارکرناانتہائی مکروہ کام ہے۔﴿2﴾الله تعالیٰ چاہتے ہیں کہ قول وفعل میں تضادنہ ہو،ہدایت وعمل کا آغازاپنی ذات سے ہو۔رسول الله ﷺ نے فرمایا:''میں معراج کےدن ان لوگوں کے پاس سےگزراجن کے ہونٹ اورزبان کاٹے جارہے تھے۔مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی امت کے بےعمل عالم ہیں۔''(ابوداؤد)﴿3﴾اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کےدن ایک آدمی کوآگ میں ڈالاجائے گا۔اس کی آنتیں باہرنکل آئیں گی۔وہ انہیں لے کرایسے گھومے گاجیسے گدھا چکی میں گھومتاہے۔اس کے گردجہنمی جمع ہوجائیں گے اورکہیں گے:اے فلاں! تجھے کیاہواہے؟ کیاتونیکی کاحکم نہیں دیتاتھااوربرائی سےنہیں روکتاتھا؟وہ کہے گا:ہاں!یقیناًلیکن میں لوگوں کوتونیکی کاحکم دیتا تھااورخودنہیں کرتاتھا''۔(بخاری:3267)الله تعالیٰ کوعمل سے خالی اورزبان کے رسیلے لوگ پسندنہیں۔اس لیے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾اےلوگوجوایمان لائے ہو!تم وہ بات کیوں کہتے ہوجوتم کرتے نہیں ہو؟(الصّف:2)﴿4﴾رسول الله ﷺ نے فرمایا:''جوعالم لوگوں کوبھلائی سکھائے اورخودعمل نہ کرےاس کی مثال چراغ جیسی ہے کہ لوگ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھارہے ہیں لیکن وہ خودجل رہاہے۔''(معجم کبیرطبرانی)﴿5﴾احوص بن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول الله ﷺ نے فرمایا:''آگاہ رہوکہ سب سے بدترعلماء بےعمل ہیں۔''(دارمی،تفسیرمظہری:104/1)

سوال4:بےعملی کےرویے کااپنی ذات اورمعاشرے کوکیانقصان پہنچتاہے؟

جواب:﴿1﴾بےعملی کےرویے کاانسان کی اپنی ذات پر یہ براا ثرپڑتاہے کہ اس کے الفاظ کھوکھلے ہوجاتے ہیں اورالله تعالیٰ کےعذاب کا مستحق ٹھہرتاہے۔﴿2﴾معاشرے میں انسان کی بات کاکوئی اثرنہیں رہتا۔لوگ داعی کےدوہرےرویے کودیکھ کرخودبھی عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔دعوت مشکوک ہوجاتی ہے۔دعوت دینے والےمشکوک ہوجاتے ہیں۔لوگوں کےدلوں سےایمان کی روشنی ختم ہوجاتی ہے۔دین پر سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لوگوں کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔

سوال5: ﴿وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عقل کو اس لیے عقل کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے فائدہ مند چیز اور بھلائی کا شعور حاصل کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے اس چیز سے بچا جاتا ہے جو ضرر رساں ہے۔ اس لئے کہ عقل انسان کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ جس چیز کا حکم دیتا ہے اس پر سب سے پہلے خود عمل کرے اور جس چیز سے روکتا ہے اس کو سب سے پہلے خود ترک کرے۔ ﴿2﴾ جو کوئی کسی کو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا یا وہ کسی کو برائی سے روکتا ہے اور خود اسے ترک نہیں کرتا تو یہ چیز اس کی جہالت اور اس کے بے عقل ہونے کی دلیل ہے خاص طور پر جب کہ ایسا شخص اس حقیقت کا علم بھی رکھتا ہو پس اس پر حجت قائم ہوگئی۔ ﴿3﴾ آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ انسان جس کام کے کرنے کا حکم دیتا ہے اگر خود اس پر عمل نہیں کرتا تو وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے رک جائے۔ (تفسیر سعدی:109,110/1)

سوال6: کتاب کی تلاوت کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہونے چاہئیں؟

جواب: کتاب کی تلاوت سے انسان کا رویہ بدلنا چاہیے اور اسے ایک ایسا انسان بننا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکم کے آگے جھکا ہوا ہو۔ جو ہر وہ کام کرنا چاہے جسے اللہ تعالیٰ کرنے کا حکم دیں اور اللہ تعالیٰ کے روکے سے اسے رک جانا چاہیے۔

سوال7: ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ کہہ کر کیا احساس دلایا جا رہا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی کتاب حق پر مبنی ہے اور انسان کو قول و عمل کی سچائی سکھاتی ہے۔ کتاب کی تلاوت کرنے والوں سے توقع ہوتی ہے کہ وہ کتاب سے سچائی سیکھیں گے۔ ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ کہہ کر یہ احساس دلایا ہے کہ کتاب کی تلاوت کرنے کے باوجود نہ قول کی سچائی سیکھی ہے نہ عمل کی۔ اگر تم عقل سے کام لو، غور و فکر کرو تو تمہیں اس گھناؤنی حرکت کا اندازہ ہوگا۔ تم دوسروں کو وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ خود عمل نہ کر کے عملی طور پہ سچائی سے دور ہو جاتے ہو۔ بے عملی کے ساتھ نیکی کا حکم دے کر قول سے بھی سچائی سے دور ہو جاتے ہو۔ اتنی سی بات تمہیں سمجھ نہیں آتی۔

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (45)﴾

''اور صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد مانگو اور بلاشبہ وہ (نماز) یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔'' (45)

سوال1: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ ''اور صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد مانگو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ تمام امور میں صبر کی تمام اقسام سے مدد لیں۔ ﴿2﴾ صبر کی اقسام یہ ہیں۔ (i) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اپنے نفس کو پابند کرنا۔ (ii) اس کی نافرمانی سے اپنے آپ کو روکنا یہاں تک کہ اسے ترک کر دے۔ (iii) اس کی تقدیر پر صبر کرنا اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس پر ناراضگی کا اظہار نہ کرنا۔ ہر معاملے میں صبر کے ذریعے بڑی مدد ملتی ہے۔ جو کوئی صبر کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے صبر کرنے کی توفیق سے نواز دیتا ہے۔ ﴿3﴾ اسی طرح نماز ہے جو کہ ایمان کی میزان ہے اور فواحش ومنکرات سے روکتی ہے۔ ہر معاملہ میں نماز سے مدد لی جاتی ہے ۔(تفسیر سعدی:111/1) ﴿4﴾ صبر اور صلوٰۃ ایک مومن کے دنیاوی زندگی کے مصائب کو برداشت کرنے کے لیے بڑے ہتھیار ہیں۔صلوٰۃ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی استعانت طلب کرے گا تو مصائب سے چھٹکارا ہوگا۔مصائب سے چھٹکارا نہ ہوسکا تو صبر کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے اجر پائے گا۔(تیسیر القرآن:18) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سجدہ کرتے ہوئے بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے،پس سجود میں کثرت کے ساتھ دعا کیا کرو۔(صحیح مسلم:1083) ﴿6﴾ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی کی رات میں نے دیکھا کہ ہم سب سو گئے تھے مگر اللہ کے رسول ﷺ ساری رات نماز میں مشغول رہے۔ (تفسیر مظہری:127/1) ﴿7﴾ رسول اللہ ﷺ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے: یَا بِلَالُ ! اَرِحْنَا بِالصَّلٰوۃ ''اے بلال رضی اللہ عنہ! نماز کے ذریعے ہمیں راحت پہنچاؤ (یعنی اذان دو)'' (مسند احمد:364/5)

سوال2: صبر سے مدد لینے کو کیوں کہا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ صبر کے ذریعے انسان کا دین پختہ ہوتا ہے اور انسان میں استقامت آتی ہے۔ ﴿2﴾ صبر کی جزا جنت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے نزدیک میرے اس بندہ مومن کے لیے اہل دنیا میں سے جس کے محبوب کو میں نے اٹھالیا اور وہ اس پر صبر وتحمل کرتے ہوئے اجر وثواب کی امید رکھے جنت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔(بخاری:6424)

سوال3: انسان کو حق کے راستے پر چلتے ہوئے صبر سے کام لینے کی ضرورت کب پیش آتی ہے؟

جواب: انسان کو زندگی میں بار بار صبر اور استقامت سے کام لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ﴿1﴾ صبر ہر مصیبت کا علاج ہے۔ ﴿2﴾ صبر ہر مشقت کی دوا ہے۔ ﴿3﴾ صبر ہر مشکل کا حل ہے۔ ﴿4﴾ صبر ہی انسان کو حق کے راستے پر ہمیشہ چلائے رکھتا ہے۔

سوال4: کون سی چیز انسان کے اندر صبر پیدا کرتی ہے؟

جواب: ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ جانے کا یقین انسان کے اندر صبر پیدا کرتا ہے۔

سوال5: مشکل معاملات میں نبی ﷺ کا کیا طرز عمل ہوتا تھا؟

جواب: آپ ﷺ کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو فوراً نماز کا اہتمام کرتے تھے۔(مسند احمد:388/5)

سوال6: انسان حق کے راستے پر چلنے کے لیے نماز سے کیسے مدد لے سکتا ہے؟

جواب: نماز بندے اور رب کے درمیان ایک خاص ملاقات ہے۔انسان کا دل اس ملاقات سے ایک خاص تعلق میں بندھ جاتا ہے۔انسان کی روح نماز سے غذا حاصل کرتی ہے،قوت حاصل کرتی ہے۔ یہ قوت، یہ تعلق دنیا کے تمام مال واسباب سے زیادہ قیمتی ہے۔جب ہر قسم کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مدد ختم ہوجائے، جب سارے اسباب کا رشتہ کٹ جائے تو انسان کو نماز مدد دیتی ہے۔

سوال7: نماز کی پابندی کن لوگوں کے لیے مشکل ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نماز کی پابندی ان لوگوں کے لیے مشکل ہوتی ہے جو آخرت کے بارے میں غلط فہمیوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری نہیں کرتے۔

سوال8: نماز کی پابندی کن لوگوں کے لیے آسان ہوتی ہے؟

جواب: نماز کی پابندی خشوع وخضوع کرنے والوں کے لیے آسان ہوتی ہے۔

سوال9: انسان کے لیے نیک کام کرنا کیسے مشکل ہوجاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آخرت سے بےفکری انسان کے لیے نیک کاموں کو مشکل بنادیتی ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو آزاد محسوس کرتا ہے تو اپنے فیصلے خود کرتا ہے۔ ایسے میں اسے نیک کاموں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ﴿2﴾ جب آخرت کی کامیابی مقصد نہیں رہتی تو اس کے لیے کوشش کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس لیے آخرت سے بےفکر ہونے والے نیک اعمال کو پہاڑوں جیسا بوجھل محسوس کرتے ہیں۔

سوال10: انسان کے لیے نیک اعمال کیسے آسان ہوتے ہیں؟

جواب: آخرت کا یقین انسان کے لیے بڑے سے بڑے مشکل کام کو آسان بنادیتا ہے۔

سوال11: نماز کا چھوڑنا کس کے لیے مشکل ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو یہ سمجھتا ہو کہ مرنے کے بعد اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب دینا ہے۔ ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے آگے سر جھکا چکا ہو۔

سوال12: ﴿وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾ ''اور بلاشبہ وہ (نماز) یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نماز ڈرنے والوں کے سوا سب پر شاق گزرتی ہے۔ ﴿2﴾ نماز خشوع کرنے والوں پر ہلکی اور آسان ہوتی ہے کیونکہ خشوع، خشیت الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید ان کے لیے شرح صدر کے ساتھ نماز کے قیام کی موجب ہوتی ہے کیونکہ وہ ثواب کی امید کرتے اور عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اس کے برعکس جو ثواب کی امید نہیں رکھتا اور عذاب سے نہیں ڈرتا اس کے اندر کوئی ایسا داعیہ موجود نہیں ہوتا جو اسے نماز کی طرف بلائے۔ جب ایسا شخص نماز پڑھتا ہے تو نماز اس کے لیے سب سے بوجھل چیز ہوتی ہے۔ خشوع سے مراد ہے قلب کا اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کے ساتھ سرافگندہ ہونا، اس کا اللہ تعالیٰ کے پاس پرسکون اور مطمئن ہونا اور اس کے سامنے ذلت وفقر کے ساتھ اس کی ملاقات کی امید پر انکسار کا اظہار کرنا۔ ﴿3﴾ دل کی حاضری اور اعضاء کا سکون خشوع کہلاتا ہے۔ یہاں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خضوع اوراس کے احکامات کی اطاعت اوراس کے نواہی سے اجتناب ہے۔(ایسرالتفاسیر:32/1)

سوال13: کون لوگ خشوع وخضوع کرتے ہیں؟

جواب: جوآخرت پریقین رکھتے ہیں یعنی موت کے بعد کی زندگی ،قبروں سے اٹھائے جانے کااوررب العالمین کے حضورپیش ہونے کایقین اور یہ کہ سارے معاملات اللہ تعالیٰ کی مشیت پرموقوف ہیں۔جویقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عدل وانصاف سے فیصلہ فرمائے گا۔

﴿اَلَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ اَنَّہُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّہِمۡ وَ اَنَّہُمۡ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ(46)﴾

''جویقین رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور یقیناً وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''(46)

سوال1: ﴿اَلَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ اَنَّہُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّہِمۡ وَ اَنَّہُمۡ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ﴾ ''جویقین رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور یقیناً وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿اَلَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ﴾یعنی جو یہ یقین رکھتے ہیں۔﴿2﴾﴿اَنَّہُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّہِمۡ﴾ کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کریں گے۔﴿3﴾ ﴿وَ اَنَّہُمۡ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ﴾اوروہ ان کواعمال کی جزادے گا۔﴿4﴾یہ یقین عبادت کوآسان کردیتاہے۔یہ یقین کہ ہم اپنے رب سے جزاپائیں گےمصائب کوآسان کردیتاہے،برے کاموں سے روکتاہے۔ایسےلوگوں کے لیے جنت کی نعمتیں ہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جانے کااحساس کیسے رہتاہے؟

جواب: ﴿1﴾اپنی پیدائش پرغوروفکرکرنے سے:'میں کیاہوں؟'' مجھے کس چیز سے بنایاگیا؟'' میں کس طرح تھی اب کیسے ہوگئی۔زندگی کا یہ سفرکہاں سے شروع ہوااورکہاں تک پہنچا؟ پیدائش سے لے کرآج تک ایک سفرتھاجوجاری رہا۔کس نے طاقت دی؟ کس نے راستہ بتایا؟ کس نے سفرکے مراحل بتائے؟ کون یہاں تک لے کرآیا؟ سفرتوجاری ہے۔جوآج یہاں تک لے آیااس نے یہی طریقۂ کارمقررکررکھا ہے۔جودنیامیں آتاہےوہ لوٹ کرجاتاہے۔مجھ سے پہلےلوگ بھی دنیامیں رہےضرورلیکن مستقل نہیں۔اگروہ لوٹ گئےتومجھے بھی لوٹ کرجانا ہے۔﴿2﴾اس کائنات پرغوروفکرکرنے سے،مختلف اشیاء کے فنا ہونے سے،موسموں کے بدلنے سے،دن اوررات کے آنے جانے سے،سورج کے نکلنےاورغروب ہونے سے انسان کواپنے لوٹ جانے کااحساس رہتاہے۔﴿3﴾قرآن مجیدکی تلاوت سے،اس پرغوروفکر کرنے سے۔﴿4﴾موت کویادرکھنے سے۔﴿5﴾ کثرت سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن پڑھنے سےاللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جانے کا احساس بڑھتاہے۔

رکوع نمبر6

﴿یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَ اَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ(47)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اے بنی اسرائیل! یادکرو میری نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی اور یقیناً میں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت عطا کی تھی۔''(47)

سوال1:﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ ﴾''اے بنی اسرائیل! یادکرو میری نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی''اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پر سب سے بڑا انعام کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے انہیں حق کا علم دیا تھا،اپنے پیغمبروں کے ذریعے شریعت کا علم عطا کیا تھا اور انہیں ساری دنیا کے لیے راہ نما بنایا تھا کہ وہ سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں۔یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام تھا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ انعام دوسری بار اس لیے یاد دلایا ہے تاکہ وہ قرآن مجید اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں۔سب سے پہلے انکار کرنے والے نہ بن جائیں۔وہ بھی جھک جانے والوں کے ساتھ جھک جائیں۔﴿ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾سارے جہان سے مراد ان کا زمانہ ہے۔یہ فضیلت اس اعتبار سے تھی کہ ان پر کتاب نازل کی اور ان میں رسول بھیجے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو لوگ تھے وہ ان کے آباء تھے۔(تفسیر قاسمی:120/1)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ فضیلت تب عطا کی تھی جب وہ صحیح معنوں میں حق پر قائم تھے۔جب انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تھا۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے یہود کو دوسری قوموں کو خبردار کرنے کا فریضہ سونپا تھا۔اس کے لیے انہیں اپنے دشمنوں پر غلبہ،وقتی لغزشوں سے درگزر،غیر معمولی حالات میں غیر معمولی مدد اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھانے پینے کے انتظامات جیسی سہولیات دی گئی تھیں۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے یہ فضیلت تب واپس لے لی جب انہوں نے اپنے رب کے احکامات سے منہ پھیر لیا،انبیاء علیہم السلام کی نافرمانیاں کرنے لگے،جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری کی،اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرنا چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فضیلت واپس لے لی۔﴿6﴾بنی اسرائیل نہ تو خود حق پر قائم رہے تھے اور نہ ہی انہوں نے انسانوں تک اللہ تعالیٰ کا صحیح پیغام پہنچایا تھا۔دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود کو بھول جاتے تھے۔

سوال2:﴿ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾''اور یقیناً میں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت عطا کی تھی''اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سارے جہان پر کیا فضیلت عطا کی تھی؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سارے جہان میں سے اپنے خاص کام کے لئے چن کر فضیلت عطا کی تھی۔ان میں بے شمار رسول بھیجے،کتابیں بھیجیں تاکہ ان کے ذریعے دوسری قوموں کو خبردار کردیں اور سب کو کائنات کی سب سے بڑی سچائی اللہ تعالیٰ کے متعلق بتادیں اور ان تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچادیں۔﴿ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾یعنی اپنے زمانے کے جہان پر۔

سوال3:بنی اسرائیل کے بعد فضیلت کا یہ منصب کس امت کو سونپا گیا؟

جواب:امت مسلمہ کو،رب العزت نے فرمایا:﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔(آل عمران:110)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (48) ﴾

''اورڈرواس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''(48)

سوال1:﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ ''اورڈرواس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو برائیوں سے بچانے اور نیکیوں پر آمادہ کرنے کے لئے قیامت کے دن سے ڈرایا ہے۔ **﴿2﴾﴿ يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا ﴾** ''اس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی''جس دن کوئی کسی قریبی رشتہ دار کے کام نہیں آئے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔(الزمر:7)﴿ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے نیاز کردے گی۔(عبس:34۔37)﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾اے لوگو!اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکے باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے۔(لقمان:33)﴿ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴾جس دن کسی جان کو کسی جان کے لیے کوئی اختیار نہ ہوگا اور اس دن حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا۔(الانفطار:19)**﴿3﴾** انسان کو کوئی تھوڑا یا زیادہ کچھ بھی کام نہیں آئے گا۔**﴿4﴾﴿ وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ ﴾** ''اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی''رب العزت نے فرمایا:﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴾چنانچہ سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کو کوئی نفع نہ دے گی۔(المدثر:48)﴿ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴾پس اب ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والوں میں سے نہیں۔(الشعراء:100)**﴿5﴾** شفاعت اس شخص کی قبول کی جائے گی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ پسند کریں اور جس کی وہ اجازت دیں یعنی ہر شخص شفاعت نہیں کر سکے گا اور نہ ہر کسی کے لیے شفاعت کی جا سکے گی۔**﴿6﴾﴿ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ ﴾** ''اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا''رب العزت نے فرمایا:﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ﴾یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگر چہ وہ اس کو فدیے میں دے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دردناک عذاب ہے اوران کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔(آل عمران:91)اسی طرح اس نے ارشاد فرمایا:﴿فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ﴾ اوراگر واقعی ان کے پاس جنہوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اوراس کے ساتھ اس کی مانند اور بھی ہوتو وہ قیامت کے دن کے برے عذاب سے بچنے کے لیے ضرور اسے فدیے میں دے دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے ان پر وہ ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے تھے۔(الزمر:47)﴿7﴾﴿وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور نہ ان کی مدد کی جائے گی''یعنی ان سے عذاب نہیں ہٹایا جائے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ﴾ تو اس کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ ہی مددگار۔(الطارق:10)(بخاری:2753)﴿8﴾ ہر چیز بندے پر واجب کرتی ہے کہ وہ مخلوق سے تعلق اور امید کو منقطع کر دے کیوں کہ اسے علم ہے کہ مخلوق اسے ذرہ بھر نفع پہنچانے پر قادر نہیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو جوڑے جو نفع پہنچانے والا اور تکالیف کو دور کرنے والا ہے پس صرف اسی کی عبادت کرے جس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کی عبادت پر اسی سے مدد مانگے۔(تفسیر سعدی:112/1)

سوال2: بنی اسرائیل کے بگاڑ کی بنیادی وجہ کیا تھی؟

جواب: بنی اسرائیل کے بگاڑ کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان کے عقیدۂ آخرت میں خرابی آ گئی تھی۔

﴿وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ(49)﴾

''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی، وہ تمہیں برے عذاب میں مبتلا کرتے تھے، وہ تمہارے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور تمہارے لئے اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔''(49)

سوال1:﴿وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ﴾ ''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں۔یہاں سے تفصیلاً ان کا ذکر شروع کیا گیا ہے۔﴿2﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں فرعون اور اس کے لشکروں سے نجات دی جو تمہیں ذلت آمیز عذاب میں مبتلا کرتے تھے۔﴿3﴾ آل فرعون سے مراد ہے فرعون کے خاندان کے لوگ ہیں۔مصر کے حکمران طبقے کے علاوہ آل فرعون میں اس کے وہ سارے ساتھی شامل تھے جو اس کے جیسے نظریات رکھتے تھے اور اس کو درست سمجھتے تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:﴿ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾ ''وہ تمہیں برے عذاب میں مبتلا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ تمہیں برے عذاب میں مبتلا رکھتے تھے، تم سے کام لیتے تھے، تمہیں ایذائیں پہنچاتے تھے۔

سوال3:﴿ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ﴾ ''وہ تمہارے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ تمہاری تعداد کو کم کرنے کے لیے تمہارے بیٹے ذبح کر دیتے تھے اور تمہاری عورتوں کو مذمت اور ذلت کے لیے زندہ رکھتے تھے۔ (زادالمسیر :65/1)

سوال4:﴿ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾ ''اور تمہارے لئے اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی تمہاری حالت یہ تھی کہ بیٹوں کے قتل سے تمہاری نسل ختم کی جارہی تھی، تمہاری عورتوں سے خدمت لے کر انہیں ذلیل کیا جارہا تھا، انہیں اظہار غلبہ کے لیے زندہ رکھا جاتا تھا اور ان سے مشقت لی جاتی تھی۔﴿2﴾ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے نجات عطا کی تو اس عظیم نعمت میں تمہارے لیے آزمائش ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے احسانات پر اس کا شکر ادا کرتے ہو اور اس کی اطاعت کرتے ہو یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کے احسان نے اطاعت اور شکر کو واجب کر دیا ہے۔

﴿ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (50) ﴾

''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہاری وجہ سے ہم نے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تمہیں نجات دی اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔'' (50)

سوال1:﴿ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہاری وجہ سے ہم نے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تمہیں نجات دی اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ ﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہاری وجہ سے ہم نے سمندر کو پھاڑ دیا'' رب العزت نے اسی بارے میں ارشاد فرمایا:﴿ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴾ اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکلو۔ پھر ان کے لیے سمندر میں سوکھا راستہ بنالو۔ نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ اور نہ تمہیں ڈر لگے۔ (طٰہٰ:77) سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا۔ اس وقت دائیں بائیں پر پیچ پہاڑی سلسلے تھے، پیچھے لشکر تھا اور سامنے سمندر۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ سمندر پر اپنا عصا ماریں۔ (الشعراء:63) سیدنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارتے ہی سمندر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور پانی کے عین درمیان میں خشک راستہ بن گیا۔ ﴿2﴾ ﴿فَاَنْجَيْنٰكُمْ﴾ ''پھر ہم نے تمہیں نجات دی'' اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دی۔ یعنی انہیں آل فرعون سے چھڑا لیا۔ بنی اسرائیل تو سمندر سے آرام سے گزر گئے۔ فرعون اور آل فرعون کو رب العزت نے غرق کر دیا۔ ﴿3﴾ ﴿وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے'' فرعون نے جب پیچھا کیا تو سمندر کے بیچ میں پہنچنے پر سمندر کو آپس میں ملا کر اسے اور اس کے لشکر کو ڈبو دیا گیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ﴾ پھر فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔ پھر ان کو سمندر کے پانی نے ڈھانپ لیا جیسا کہ ڈھانپ لیا۔ (طٰہٰ:78)

سوال2: فرعون غرق ہوا، اس دن سیدنا موسیٰ علیہ السلام کیسے شکر ادا کیا کرتے تھے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہر سال محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ رکھتے دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ خوشی کا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ان کے دشمنوں سے نجات دی تھی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے شکریے کے طور پر روزہ رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام کی سنت کا میں تم سے زیادہ حق دار ہوں'' آپ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ خود بھی رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا۔ (ابن ماجہ)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ آئے تو دیکھا کہ یہود محرم کی دس تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسا روزہ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ آج ہی کے دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر روزہ رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں موسیٰ کا تم سے زیادہ حق دار ہوں پھر رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری:2004)

سوال3: ﴿وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾ کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو کیسے بے دار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو اپنے مقام سے پھٹتے ہوئے سمندر کے درمیان لے جا کر کھڑا کر دیا ہے اور یہ سوال کر کے چھوڑ دیا ہے کہ کیا تمہارے دیکھتے دیکھتے فرعون کو ڈبو نہیں دیا گیا؟ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا احساس دلایا ہے کہ جو لوگ رب کے احکامات کے سامنے بڑے بنتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے لشکر (پانی) کے سامنے کیسے بے بس ہو جاتے ہیں!

﴿وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ (51)﴾

''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کی میعاد مقرر کی پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو پکڑ لیا اور تم ظلم کرنے والے تھے۔'' (51)

سوال1: ﴿وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کی میعاد مقرر کی'' سیدنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موسیٰ علیہ السلام کو چالیس روز کے لیے کہاں بلایا گیا اور کیوں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو چالیس روز کے لیے کوہ طور پر بلایا تھا تا کہ انہیں شریعت کے احکام (یعنی اپنی کتاب) عطا کریں۔

سوال2: ﴿ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ''پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو پکڑ لیا اور تم ظلم کرنے والے تھے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد یہ کیسے ممکن ہوا کہ بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنا لیا؟

جواب: بنی اسرائیل کو سامری نے یہ کہا تھا، سورہ طٰہٰ میں اس کا ذکر ملتا ہے کہ: ﴿هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ﴾ یہ ہے تمہارا اور موسیٰ کا خدا جسے وہ بھول گیا تھا۔ بنی اسرائیل نے قوم کے زیورات کے بوجھ سے دب جانے کی شکایت کی تھی۔ سامری نے کہا کہ سب مجھے دے دو۔ سب سونا چاندی اکٹھا کر لیا گیا، پگھلایا گیا، اسے بچھڑے کی شکل دی گئی جس میں سے آواز آتی تھی اور جب سامری نے کہا کہ یہی تمہارا معبود ہے تو بنی اسرائیل اس کے گرد چکر کاٹنے لگے اور اس سے برکتیں مانگنے لگے۔

سوال3: یہود نے بچھڑے کو معبود کیسے بنا لیا؟

جواب: بنی اسرائیل کے اندر گاؤ پرستی کی بیماری ہمسایہ قوموں سے آئی تھی۔ بنی اسرائیل کی ہمسایہ قوموں میں گائے کی پوجا کی بیماری پھیلی ہوئی تھی۔ مصر اور کنعان میں اس کا رواج عام تھا۔ بنی اسرائیل جب غلام بن کر گئے تو آہستہ آہستہ انہوں نے اپنے حکمرانوں سے یہ گائے پرستی کی بیماری لے لی۔ اس وجہ سے جب سامری نے بچھڑے کی صورت بنائی تو انہیں کچھ بھی عجیب نہیں لگا۔

سوال4: ﴿وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اور تم ظلم کرنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تم ظلم کرنے والے یعنی شرک کرنے والے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ﴾ یقیناً تم نے بچھڑے کو پکڑنے کی وجہ سے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ (البقرہ:54) ﴿2﴾ یعنی تم نے عبادت کو اس کے صحیح مقام پر نہ رکھا۔ (تفسیر قاسمی:125/1) ﴿3﴾ تم پر حجت قائم ہوگئی تم جانتے تھے کہ تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر گناہ کیا ہے۔

﴿ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (52)﴾

''پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معاف کر دیا تا کہ تم شکر کرو۔'' (52)

سوال1: ﴿ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ﴾ ''پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معاف کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے کس گناہ پر بنی اسرائیل کو معاف کر دیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بچھڑے کی پرستش جیسا گناہ اور جرم معاف کر دیا تھا۔ ﴿2﴾ اور اس توبہ پر یہ شرط رکھی تھی کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ لہٰذا تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو اور اپنے آپ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوقتل کرو۔(البقرہ:54)

سوال2:﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾''تاکہ تم شکر کرو''اللہ تعالیٰ نے شرک سے کیوں درگزر کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اس لئے شرک سے درگزر کیا تھا تاکہ لوگ معافی ملنے پر شکر ادا کریں۔﴿2﴾امام فراء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:احسان کی قدر شناسی اوراس کا زبان سے اقرار شکر کہلاتا ہے۔(قرطبی:166/2)﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرکے اس کا اظہار کرنا شکر گزاری کے تقاضے ہوتے ہیں۔

﴿وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ(53)﴾

''اور(وہ واقعہ یاد کرو)جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فرق کرنے والی چیز دی تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔''(53)

سوال1:﴿وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ﴾''اور(وہ واقعہ یاد کرو)جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فرق کرنے والی چیز دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾کتاب سے مراد تورات ہے۔(ابن ابی حاتم:109/1)﴿2﴾سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:فرقان سے مراد کتاب ہے جس سے حق اور باطل کا فرق واضح ہوجاتا ہے۔(جامع البیان:406/1)﴿3﴾یہاں اس سے مراد دین کا علم اورفہم ہے جس کی وجہ سے انسان کو بھلائی اور برائی میں،حق اور باطل میں فرق کا پتہ چلتا ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کسی قوم کو کیوں عطا کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی کتاب اس کے احکامات پر مشتمل ہوتی ہے جو اس کی طرف سے انسانوں کو ملتے ہیں اور جس امت کو یہ احکامات عطا کیے جاتے ہیں اس نے اس پیغام کو تمام دنیا تک پہنچانا ہوتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ اپنی کتاب اس لئے بھیجتے ہیں تاکہ وہ انسانوں کے لئے راہ نما بنے۔

سوال3:﴿لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾''تاکہ تم ہدایت حاصل کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾تاکہ تم کتاب پر عمل کرکے گمراہی سے ہدایت پاؤ۔(تفسیر قاسمی:126/1)﴿2﴾تاکہ تم دین ودنیا کے تمام معاملات کے لیے حق کو پہچان جاؤ۔(ایسر التفاسیر:34/1)

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ(54)﴾

''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا:''اے میری قوم!یقیناً تم نے بچھڑے کو پکڑنے کی وجہ سے اپنی جانوں پر ظلم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا،لہٰذاتم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرواوراپنے آپ کوقتل کرو یہی تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے، پھراللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کی، یقیناًوہی بے حدتوبہ قبول کرنے والا،نہایت رحم والا ہے۔''(54)

سوال1:﴿وَاِذْقَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ﴾ ''اور(اس وقت کو یادکرو)جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا:''اے میری قوم!یقیناًتم نے بچھڑے کوپکڑنے کی وجہ سے اپنی جانوں پرظلم کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد بنی اسرائیل نے یہ ظلم کیا تھا کہ انہوں نے بچھڑے کواپنا معبود بنالیا تھا۔

سوال2:﴿فَتُوْبُوْۤا اِلٰی بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ﴾ ''لہٰذاتم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرواوراپنے آپ کوقتل کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بنی اسرائیل کے ظلم کے بدلے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا کہ اپنی جانوں کو ہلاک کرو۔﴿1﴾قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ صفوں میں کھڑے ہوئے۔ان میں سے بعض نے بعض کوقتل کیا حتیٰ کہ انہیں کہا گیارک جاؤ۔ان میں سے مقتول کے لیے شہادت تھی اورزندہ کے لیے توبہ۔(جامع البیان:410/1)﴿2﴾ابن کثیراورفتح القدیر کی روایت کے مطابق 70 ہزارافرادقتل ہوئے۔

سوال3:﴿ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ ؕ﴾ ''یہی تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک توبہ اورقتل معصیت پراصرار سے بہتر ہے۔(الاساس:148/1)﴿2﴾یعنی تمہارااپنے لوگوں کوقتل کرنا تمہارا پیدا کرنے والے کے نزدیک بچھڑے کی پوجا پرقائم رہنے سے بہتر ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنے الباری ہونے کاشعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے کتاب اورفرقان عطا کرنے سے اپنے باری ہونے کاشعوردلایا ہے کہ جو پیدا کرنے والا ہووہی راہ نمائی کرنے والا ہوتا ہے،اسی کی راہ نمائی پراعتمادکیا جاتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رجوع کرنے کاحکم دے کراپنے باری ہونے کاشعوردلایا ہے۔ہرچیزاپنی اصل کی طرف لوٹتی ہےاورانسان کی اصل حقیقت اس کے پیدا کرنے والے سے جڑی ہوئی ہے۔

سوال5:﴿فَتَابَ عَلَیْكُمْ﴾ ''پھراللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: تم نے وہی کیا جوکہ تمہیں موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا توتمہاری توبہ قبول ہوئی اورتمہاری برائیوں سے درگزرکیا گیا۔(تفسیرمراغی:70/1)

سوال6:﴿فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ﴾ کے بعد **﴿فَتَابَ عَلَیْكُمْ﴾** کے الفاظ سے کیاسبق ملتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے اسی کے بتائے ہوئے معافی کے طریقۂ کارکوقبول کرناضروری ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کوتب معاف کیا تھاجب انہوں نے شرک کرنے والوں کواپنے ہاتھوں سے قتل کردیا تھا۔اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ لوگوں کو برائی سے نہ روکنے کی معافی یوں ہی نہیں مل سکتی۔اس کی سزابعض اوقات دنیا میں بھی برداشت کرنی پڑتی ہے۔﴿3﴾جب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تک برائی کے اثرات نہیں مٹائے جائیں گے معافی نہیں مل سکتی۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کوقتل کرنے کے حکم پرعمل پیرا ہونے سے تمہیں معاف کیا شائد کہ تم شکر ادا کرو۔

سوال7:﴿اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾''یقیناًوہی بے حدتوبہ قبول کرنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا،نہایت رحم والا ہے۔اللہ تعالیٰ التواب ہے۔بے شک وہ گناہ گاروں کوتوبہ کی توفیق دیتا ہے اوران سے توبہ قبول کرتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ اس کے لیے الرحیم ہے جواس کی طرف لوٹتا ہے اوراس سے رجوع کرتا ہے۔ (تفسیرمراغی:70/1)جوتوبہ کرے وہ اس کومعاف کرنے والا اور جوتوبہ پرمرجائے وہ اس کے حق میں رحیم ہے۔(تفسیرابن عباس)

﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ(55)﴾

''اور جب تم نے کہا:''اے موسیٰ!ہم ہرگز آپ پر یقین نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کواعلانیہ دیکھ لیں''،توتمہیں بجلی نے پکڑ لیااورتم دیکھ رہے تھے۔''(55)

سوال1:بنی اسرائیل کے علماء نے اللہ تعالیٰ کودیکھنے کا مطالبہ کیوں کیا؟

جواب:انہوں نے اپنی سرکشی اورسنگ دلی کی وجہ سے یہ مطالبہ کیا۔

سوال2:﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾''اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ!ہم ہرگز آپ پر یقین نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کواعلانیہ دیکھ لیں توتمہیں بجلی نے پکڑ لیااورتم دیکھ رہے تھے''کو ہِ طور پراعلانیہ اللہ تعالیٰ سے کلام کے مطالبے پر یہود کو کیسے ایک زبردست بجلی نے آ پکڑا،وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً﴾بنی اسرائیل کے 70 سرداروں کے سامنے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی کتاب اورفرمان پیش کیا۔ان میں سے بعض لوگ بے یقینی اورشک کی وجہ سے کہنے لگے کہ ہم تمہارے بیان پر کیسے یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ تم سے ہم کلام ہوا ہے جب تک کہ اپنی آنکھوں سے اعلانیہ اللہ تعالیٰ کوتم سے کلام کرتے نہ دیکھ لیں۔﴿2﴾﴿فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ﴾یہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کے سامنے تمہاری گستاخی کی انتہا تھی۔اس پراللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک کڑک نے انہیں آلیااوروہ بے جان ہوکرگر گئے۔﴿3﴾انہیں ایک بے ہوشی نے آلیایا توموت تھی یاعظیم بے ہوشی۔﴿4﴾﴿وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ﴾''اورتم دیکھ رہے تھے''(i)تم اس واقعے کودیکھ رہے تھے۔(ii)تمہارے میں سے ہرشخص اپنے ساتھی کودیکھ رہا تھا۔(iii)ابتدامیں جن پربجلی گری بعدوالے اسے دیکھ رہے تھے حتیٰ کہ سب کے سب مرگئے۔

﴿ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(56)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں اٹھایا تا کہ تم شکر کرو۔''(56)

سوال1:﴿ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ﴾'' پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں اٹھایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو سرداروں کی موت کے بعد یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اب قوم کو کیا منہ دکھاؤں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر انہیں دوبارہ زندگی دی۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو موت کے بعد زندگی عطا کی تھی۔اس میں کیا حکمت تھی؟

جواب: بنی اسرائیل کو موت کے بعد زندگی عطا کرنے میں حکمت یہ تھی کہ وہ احسان شناس بنیں،اللہ تعالیٰ کے احسان کو محسوس کرنے لگیں اور اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بن جائیں۔

سوال3:﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾'' تا کہ تم شکر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی تم موت کے بعد دوبارہ زندگی ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔(الوسیط:14/1)

سوال4:اللہ تعالیٰ کو کون سا شکر مطلوب ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو جو شکر مطلوب ہے وہ اس پر،اس کی کتابوں پر اور محمد ﷺ پر ایمان لانا ہے۔(تفسیر منیر:182/1)

﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ(57)﴾

''اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور تم پر من وسلویٰ نازل کیا،کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''(57)

سوال1:﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ﴾'' اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا'' یہود پر بادلوں کا سایہ کس مقام پر اور کیسے کیا گیا؟

جواب: بنی اسرائیل جب مصر سے نکلے تو لاکھوں کی تعداد میں تھے لیکن ان کے پاس سر چھپانے کے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں تھا جب کہ جزیرہ نمائے سینا میں دھوپ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں تھی۔اس دور میں بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ رکھا گیا تا کہ انہیں ہلاک ہونے سے بچایا جا سکے۔

سوال2:﴿وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى﴾'' اور تم پر من وسلویٰ نازل کیا'' من وسلویٰ سے کیا چیزیں مراد ہیں؟

جواب:﴿1﴾ مَن سے مراد اوس ہے جو درخت یا پتھر پر گرتی تھی اور شہد کی طرح میٹھی ہوتی تھی۔مَن سے مراد ترنجبین بھی لی جاتی ہے۔بعض کے نزدیک شہد یا میٹھا پانی ہے۔صحیح مسلم میں ہے:کھمبی مَن کی اس قسم میں سے ہے جو بنی اسرائیل اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی جس کا پانی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آنکھوں کے لئے شفاء تھا۔(کتاب الاشربہ)﴿2﴾ سلویٰ بٹیر یا چڑیا کی طرح کا پرندہ تھا جسے یہ ذبح کر کے کھا لیتے تھے۔

سوال3: یہود کو من و سلویٰ کی غذائیں کیوں دی گئی تھیں؟

جواب: یہود کو من وسلویٰ کی غذائیں اس لیے دی گئیں تا کہ وہ معاشی جدوجہد سے فارغ رہ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کو ادا کرنے میں زیادہ مشغول رہیں۔وہ ضرورت کی چیز پر قناعت کریں اور لذتوں کی تلاش میں بھاگنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے بھاگ دوڑ کریں۔سب سے بڑا فضل جو بنی اسرائیل پر ہوا وہ فکر معاش سے بے نیازی تھی تا کہ وہ پورے انہماک کے ساتھ دینی کاموں میں مشغول ہوسکیں۔ان پر من وسلویٰ کی نعمتیں نازل کی گئیں۔انہیں عام تکالیف سے بھی بچایا گیا۔جنگل کی دھوپ سے بچنے کے لیے بادلوں کا سایہ مہیا کیا گیا تا کہ انہیں کوئی شکایت باقی نہ رہے اور وہ پورے وقت،قوت اور استعداد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مشن کو پورا کریں لیکن وہ انعامات الٰہیہ سے صحیح صحیح استفادہ نہ کر سکے۔(سراج البیان:18/1)

سوال4: ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ''کھاؤ پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرئیل کو صحرائے سینا میں وافر رزق دیا تو انہیں حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق میں سے کھائیں اور شکر ادا کریں۔﴿2﴾ اس کی عطا وافر اور احسان عظیم تھا جس نے صحراؤں میں وہ نوازا جو آسودہ حال شہروں کے باشندوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔

سوال5: اس بات کو ذہن میں رکھنے کا کیا فائدہ ہے کہ رزق رب العزت کی طرف سے ملتا ہے؟

جواب: اس بات کو ذہن میں رکھنے سے کہ رزق رب العزت کی طرف سے ملتا ہے انسان کی طبیعت میں جھکاؤ آتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان کھانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اصولوں کو قبول کرتا ہے۔اس کے برعکس جب انسان اس بات کو ذہن میں نہیں رکھتا تو ایسی صورت میں ضابطے،اصول،طریقے سب اپنی مرضی کے بن جاتے ہیں۔

سوال6: ﴿وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمَا ظَلَمُوْنَا﴾ بنی اسرائیل نے نافرمانیاں کر کے اللہ تعالیٰ پر ظلم نہیں کیا تھا نافرمانوں کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔﴿2﴾ بنی اسرائیل نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت پر شکر ادا کرنے کی بجائے نافرمانیاں کیں تو ان کے دل سخت ہو گئے اور گناہوں کی کثرت بھی جاری رہی۔﴿3﴾ ﴿وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ بنی اسرائیل خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔اس کا نقصان بھی انہوں نے خود اٹھایا۔

سوال7: بنی اسرائیل کا ظلم کیا تھا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾بنی اسرائیل کھانے پینے میں حلال وحرام کی پابندی کرنے میں ظلم کرتے تھے۔﴿2﴾بنی اسرائیل رزق کواپنی محنت کا صلہ سمجھ کرظلم کرتے تھے۔

﴿وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ(58)﴾

''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب ہم نے کہا:''اس بستی میں داخل ہوجاؤ،پس اس میں جہاں سے چاہوخوب کھاؤاوردروازے میں سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوجاؤاورکہو:بخش دے!ہم تمہاری خطاؤں کوتمہارے لیے بخش دیں گےاورجلدہی ہم نیکی کرنے والوں کوزیادہ دیں گے۔''(58)

سوال1:﴿وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ﴾''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب ہم نے کہا:''اس بستی میں داخل ہوجاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پر یہ انعام تھا کہ نافرمانیوں کے بعد بھی انہیں حکم دیا کہ اس بستی میں داخل ہوجائیں۔(صفوۃ التفاسیر:52/1)اللہ تعالیٰ نے اس بستی کوان کے لیے باعث عزت بنایا،ان کا وطن اور مسکن قرار دیا۔

سوال2:﴿فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ﴾''پس اس میں جہاں سے چاہوخوب کھاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس بستی میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ انہیں بے روک ٹوک رزق ملے گا۔﴿2﴾اس لیے اس خوش گوار رزق کو بہ فراغت کھائیں۔(صفوۃ التفاسیر:52/1)

سوال3:﴿وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا﴾''اوردروازے میں سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوجاؤ''بستی کے دروازے میں سر جھکائے ہوئے داخل ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ صحرا سے نجات ملنے پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوں اور شکر ادا کریں۔﴿2﴾سجدے سے مراد جھکے ہوئے داخل ہونا ہے۔یعنی وہ اس حالت میں بستی میں داخل ہوں کہ ان پر خشوع وخضوع طاری ہو۔﴿3﴾یعنی تکبر کی بجائے عاجزی کے ساتھ،اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوئے اور اس سے استغفار کرتے ہوئے داخل ہوں۔

سوال4:﴿وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾''اورکہو:بخش دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہ کلمہ امید اور استغفار کا ہے جیسے مومن کہتا ہے استغفر اللہ۔(واضح المیسر:26)﴿2﴾یعنی اپنے رب سے مغفرت کا سوال کرنے پر کامیابی مل جائے گی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: بستی میں سر جھکا کر اور حطة حطة کہتے ہوئے داخل ہونے کے حکم میں کیا مصلحت تھی؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے احکامات انسانوں کے لئے آزمائش بن جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے اندر تکبر اور سرکشی پیدا ہوگئی تھی۔ اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کا مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں معافی مانگنے اور عاجزی سے داخل ہونے کا حکم دیا تو وہ اس موقع پر نا کام ہوئے۔ اس طرح ان کا جرم ثابت ہوگیا کہ بنی اسرائیل اخلاق و کردار کے اعتبار سے گر گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن چکے ہیں۔

سوال6: ﴿نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ﴾ ''ہم تمہاری خطاؤں کو تمہارے لیے بخش دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے یعنی اس سے پہلے جو نافرمانیاں تم کر چکے ہو انہیں معاف کر دیں گے۔ ﴿2﴾ یعنی ہم تمہارے گناہ مٹا دیں گے اور تمہاری برائیاں دور کر دیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر: 52/1)

سوال7: ﴿وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور جلد ہی ہم نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے'' زیادہ دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ احسان کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہر حکم کو حسن و خوبی سے انجام دیتے ہیں، نہ حکم بدلتے ہیں، نہ کام میں نقص رہنے دیتے ہیں۔ ﴿2﴾ احسان کرنے والوں کو زیادہ دینے سے مراد ہے ان کے حق سے زیادہ دینا، ان کے مطالبات سے زیادہ دینا، دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی اجر دینا۔ ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جو محسن ہے اس کے احسان میں اضافہ کر دیں گے اور جو خطا کار ہے اس کی خطائیں بخش دیں گے۔ ﴿4﴾ بھلائی کا کام کرنے والوں کو ہم دنیا اور آخرت میں ان کے اعمال کی جزا زیادہ دیں گے۔

﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (59)﴾

''پھر جن لوگوں نے ظلم کیا انہوں نے اس بات کو جو ان کے لیے کہی گئی تھی اس کے ماسوا سے بدل ڈالا تو ہم نے ان لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کیا جنہوں نے ظلم کیا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔'' (59)

سوال1: ﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''پھر جن لوگوں نے ظلم کیا انہوں نے بدل ڈالا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا، ان لوگوں نے اس قول کو بدل دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فَبَدَّلُوْا نہیں فرمایا کیونکہ سب قول کو بدلنے والے نہیں تھے۔

سوال2: ﴿قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ﴾ ''اس بات کو جو ان کے لیے کہی گئی تھی اس کے ماسوا سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی توہین کی اور اس سے استہزاء کرتے ہوئے حِطَّةٌ کی بجائے حَبَّةٌ فِيْ شَعْرِهٖ کا لفظ کہا۔ جب قول کو باوجود اس کے کہ وہ آسان تھا انہوں نے بدل دیا تو فعل کو بدلنے کی بدرجہ اولیٰ ان سے توقع کی جا سکتی ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

برعکس سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے۔

سوال3: یہودیوں نے انعامات ملنے پر کیسا رویہ اختیار کیا؟

جواب: ایک بڑا شہران کے قبضے میں دیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ عاجزی سے اس میں داخل ہوں مگر وہ تفریحی کلمات بولنے لگے اور اس طرح انہوں نے ظلم کا رویہ اختیار کیا اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی کون سی بات کو یہودیوں نے بدل ڈالا تھا؟

جواب: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی کتاب التفسیر میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو حکم دیا تھا کہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں مگر وہ سرینوں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے اور وہ حِطَّةٌ کی بجائے حَبَّةٌ فِيْ شَعْرِه (گندم بالی میں) کہتے رہے۔

سوال5: بات کا بدلنا کس چیز کی علامت ہے؟

جواب: بات کا بدلنا انسان کے تکبر اور سرکشی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ اس انسان کے نزدیک اس بات کی کوئی اہمیت نہیں۔

سوال6: ﴿فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ ''تو ہم نے ان لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کیا جنہوں نے ظلم کیا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہود کی سرکشی ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے واقع ہونے کا سبب تھی۔ ﴿2﴾ جن لوگوں نے ان میں سے ظلم کیا ان پر اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے عذاب نازل کیا۔

سوال7: یہود نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیوں کی؟

جواب: ﴿1﴾ یہود اللہ تعالیٰ کے احکامات کا مذاق اڑاتے تھے اور سرکشی کی وجہ سے نافرمانی کرتے تھے۔ ﴿2﴾ یہود اخلاق و کردار کے اعتبار سے پستی کا شکار ہو گئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے تھے۔

سوال8: یہود میں ڈھٹائی کا رویہ کیوں پیدا ہوا؟

جواب: ﴿1﴾ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ نجات یافتہ گروہ ہیں۔ ﴿2﴾ ان کی تنبیہ کے لیے جو لوگ اٹھے، انہوں نے ان کو دھتکارا حتیٰ کہ قتل تک کر ڈالا۔ ﴿3﴾ پھر ان کی بے حسی اتنی بڑھی کہ کھلی کھلی نشانیاں بھی ان کے دلوں کو پگھلا نہ سکیں۔

سوال9: یہود پر کون سا عذاب آیا تھا؟

جواب: یہود میں طاعون پھیلا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ طاعون اسی عذاب کا حصہ ہے جو تم سے پہلے لوگوں پر نازل ہوا۔ تمہاری موجودگی میں کسی جگہ طاعون پھیل جائے تو وہاں سے نہ نکلو اور اگر کسی علاقے کے بارے میں تمہیں پتہ چلے کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ۔'' (صحیح مسلم، کتاب السلام)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکوع نمبر7

﴿ وَاِذِاسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (60) ﴾

''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، بلاشبہ سب لوگوں نے اپنے پانی لینے کی جگہ کو جان لیا، اللہ تعالیٰ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد کرنے والے بن کر دنگا نہ کرو۔''(60)

سوال1: ﴿ وَاِذِاسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ ﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایک اور عظیم انعام یاد دلایا ہے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے لیے پانی کی دعا کی تو ہم نے قبول کر لی۔ یہ واقعہ صحرائے سینا کا ہے۔

سوال2: ﴿ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ﴾ ''تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ پتھر پر عصا مارو۔ ﴿2﴾ یہاں الحجر معرفہ آیا ہے۔ یا تو یہ کوئی مخصوص پتھر تھا جسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے یا اسم جنس کی بنا پر معرفہ ہے۔ (تفسیر سعدی:116/1)

سوال3: ﴿ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ﴾ ''تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارتے ہی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لیے بارہ چشمے جاری کیے۔ ﴿2﴾ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر پانی تقسیم کر دیا تاکہ پانی لینے کے معاملے میں جھگڑا نہ ہو۔

سوال4: ﴿ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ﴾ ''بلاشبہ سب لوگوں نے اپنے پانی لینے کی جگہ کو جان لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ہر قبیلے نے اپنی پانی لینے کی جگہ معلوم کر لی تاکہ وہ پیتے وقت ایک دوسرے سے نہ الجھیں۔

سوال5: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اللہ تعالیٰ نے صحراؤں میں بغیر کسی کوشش کے جو رزق تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ پیو۔

سوال6: ﴿ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴾ ''اور زمین میں فساد کرنے والے بن کر دنگا نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی نہ تم سرکشی کرو اور نہ زمین میں فساد کرنے کی کوشش کرو۔ (جامع البیان:883/1) ﴿2﴾ فساد پھیلانے کے لیے زمین کو برباد نہ کرو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: رزق ملنے کے بعد انسان فساد کرنے والا کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رزق ملنے کے بعد انسان تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے، اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھتا ہے۔ ﴿2﴾ رزق ملنے کے بعد انسان ناشکرا ہو جاتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی عطا نہیں اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ ﴿3﴾ رزق ملنے پر انسان مال کو اپنا حق سمجھنے لگتا ہے اور مال کو اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ ﴿4﴾ جہاں خرچ کرنے کے مواقع ہوں، وہاں بخیلی اختیار کرنے سے انسان فساد کرنے والا بن جاتا ہے۔ ﴿5﴾ جہاں خرچ کرنے سے لوگوں میں واہ واہ ہوتی ہو، وہاں خرچ کرنے سے انسان فساد کرنے والا بن جاتا ہے۔

سوال8: رزق حاصل کرنے کے بعد فسادی بننے سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رزق کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھ کر شکر ادا کرنے سے۔ ﴿2﴾ رزق پر اللہ تعالیٰ کا حق تسلیم کر کے صدقہ کرنے سے۔ ﴿3﴾ رزق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر کے یعنی مال کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق خرچ کرنے سے۔

﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (61)﴾

''اور جب تم نے کہا: ''اے موسیٰ! ہم ایک ہی کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے لہٰذا اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے اس میں سے وہ چیزیں نکالے جو زمین اگاتی ہے، اپنی سبزیوں میں سے، اور اپنی ترکاریاں اور اپنی گندم، اور اپنے مسور اور اپنے پیاز''۔ موسیٰ نے کہا: ''کیا تم ایک بہتر چیز کے بدلے میں کم تر چیز طلب کرتے ہو''؟ کسی شہر میں اتر جاؤ تو یقیناً جو کچھ تم نے مانگا ہے وہ تمہارے لئے ہوگا اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹے، یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس وجہ سے جو انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حدود سے گزر جاتے تھے۔''(61)

سوال1: ﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ﴾ ''اور جب تم نے کہا: ''اے موسیٰ! ہم ایک ہی کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ من وسلویٰ کھا کھا کے بنی اسرائیل اکتا گئے۔ جنگل کی زندگی سے طبیعت بے زار ہو گئی تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہم ایک ہی طرح کی طرز معیشت پر قانع نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے ہمیں پھر گیہوں عنایت ہوں۔ ہم خود زراعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کھیتوں میں برکت دے۔ یہ شوق تنوع تھا۔ (سراج البیان:20/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یاد دلایا ہے کہ وہ وقت یاد کرو جب تم نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اپنے رب کی نعمتوں سے اکتاتے ہوئے انہیں حقیر سمجھتے ہوئے کہا تھا کہ ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ ﴿3﴾﴿لَنْ نَّصْبِرَ﴾ ان کے نعمت پر عدم شکر اور زوال کی دلیل ہے یعنی گویا وہ اپنا زوال طلب کر رہے تھے۔ (تفسیر منیر:191/1)

سوال2: ﴿فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا﴾ ''لہٰذا اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے اس میں سے وہ چیزیں نکالے جو زمین اگاتی ہے، اپنی سبزیوں میں سے، اور اپنی ترکاریاں اور اپنی گندم اور اپنے مسور اور اپنے پیاز'' بنی اسرائیل کی طرف سے ''زمین کی پیداوار'' کا مطالبہ کس ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل نے من وسلویٰ پر صبر نہیں کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر مشقت کے عطا کر دیا تھا۔ ﴿2﴾ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے قدرتی غذائیں دی تھیں تاکہ وہ معاش کے لیے کی جانے والی کوششوں سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرنے میں مصروف ہو جائیں لیکن انہوں نے ضرورت پوری کرنے پر قناعت نہ کی۔ وہ لذتوں کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ یہ رویہ ان کی بے حس اور عیش پرست ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔ ﴿3﴾ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اپنے رب سے دعا کرو ہمارے لیے زمین کی پیداوار نکالے جیسے سبزی، لہسن، مسور، ککڑی اور پیاز وغیرہ جو کہ معروف ہیں۔

سوال3: ﴿قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''کیا تم ایک بہتر چیز کے بدلے میں کم تر چیز طلب کرتے ہو''؟ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''کیا تم کم تر چیز طلب کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم ادنیٰ چیز لینا چاہتے ہو'' یعنی وہ کھانے جن کا تم نے مطالبہ کیا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ﴾ ''ایک بہتر چیز کے بدلے میں'' اس سے مراد من وسلویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے سوال کیا ہے کیا تم کھانے کی عمدہ اور نفع مند چیزوں کی بجائے ردی چیزوں کو ترجیح دیتے ہو؟ (واضح المیسر :28)

سوال4: ﴿اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ﴾ ''کسی شہر میں اتر جاؤ تو یقیناً جو کچھ تم نے مانگا ہے وہ تمہارے لئے ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی تمہاری مطلوبہ چیزیں جہاں بھی تم جاؤ ہر شہر میں با آسانی مل سکتی ہیں۔ ﴿2﴾ مصر سے یہاں مراد ملک مصر نہیں بلکہ کوئی ایک شہر ہے۔

سوال5: ﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ ''اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی وہ ذلت جس کا ظاہری طور پر ان کے جسموں پر مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ ﴿وَالْمَسْكَنَةُ﴾ یعنی مسکینی جو ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گئی۔ پس ان کی عزت نفس باقی رہی نہ بلند ہمتی بلکہ ان کے نفس ذلیل وخوار اور ان کی ہمتیں پست ترین ہو گئیں۔ (تفسیر سعدی:117/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6:﴿وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ لوٹے۔غضب ان کی گردنوں کا طوق ہے کیونکہ انہوں نے حق کی پیروی سے انکار کیا تھا۔ان کا سودا کتنا برا تھا!

سوال7:﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ یہودی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ٹھہرے تھے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا تھا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی تعلیمات میں سے جو بات اپنی خواہشات کے خلاف لگی اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔﴿3﴾ ایک حکم کے بارے میں یہ جاننے کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، ڈھٹائی کے ساتھ اس کی خلاف ورزی کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی کچھ پرواہ نہ کی۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے حکم کو سمجھنے کے باوجود اسے اپنی خواہش کے مطابق بدل دیا۔

سوال8:﴿وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے،'' بنی اسرائیل پیغمبروں کو کیوں قتل کر ڈالتے تھے؟

جواب:﴿1﴾ بنی اسرائیل پیغمبروں کو اس لیے قتل کر ڈالتے تھے کیونکہ وہ من مانی کرنا چاہتے تھے اور اس لیے راستہ بتانے والوں کو ہی قتل کر ڈالتے تھے۔﴿2﴾ بنی اسرائیل نے سیدنا ذکریا، سیدنا یوحنا، سیدنا یحییٰ، سیدنا یرمیاہ علیہم السلام وغیرہ کو قتل کیا تھا۔﴿3﴾ قتل انبیاء کسی صورت میں بھی حق نہیں ہوتا۔یہ اس فعل کے گھناؤنے پن کو واضح کرنے کے لیے فرمایا۔﴿4﴾ ابن کثیر نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے شروع دن میں تین سو نبیوں کو قتل کر دیا۔پھر شام کو اپنے بازاروں میں سبزیوں کا کاروبار شروع کر دیا۔ (انوار البیان :104,105/1)﴿5﴾ مسند امام أحمد میں بسند معتبر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے بڑھ کر عذاب اس شخص پر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کو قتل کرے یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی اس کو قتل کرے۔(احسن التفاسیر:92/1)

سوال9:﴿ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا﴾ ''یہ اس وجہ سے جو انہوں نے نافرمانی کی'' یہود کی نافرمانیاں کیا تھیں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی بنی اسرائیل کو عذاب ان کے گناہوں کی وجہ سے ملا۔﴿2﴾ یہود نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی۔سیدنا عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا، واجبات کو ترک کیا، حرام کاموں کا ارتکاب کیا، اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ ڈالا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام نہیں کیا۔

سوال10:﴿وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ ''اور وہ حدود سے گزر جاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودی اللہ تعالیٰ کے بندوں پر زیادتیاں کرتے تھے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11: یہود اللہ تعالیٰ کی حدود سے کیسے زیادتی کے مرتکب ہوتے تھے؟

جواب:﴿1﴾ یہود بدعات ایجاد کرتے تھے یعنی دین میں اللہ تعالیٰ نے جو اصول مقرر کیے ہیں، جن کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہے، ان کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے دین میں نئی باتیں ایجاد کر کے اپنی مرضی سے گناہ اور ثواب کے فیصلے کرتے تھے۔﴿2﴾ یہود دین میں غلو کر کے حد سے نکل جاتے تھے۔ گناہ اور معاصی ایک دوسرے کا سبب بنتے ہیں۔ پس غفلت سے گناہ صغیرہ جنم لیتے ہیں پھر ان گناہوں سے گناہ کبیرہ جنم لیتے ہیں پھر کبیرہ گناہوں سے مختلف قسم کی بدعات اور کفر کے رویئے پیدا ہوتے ہیں۔ ہم ہر آزمائش سے اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:118/1)

رکوع نمبر 8

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَ النَّصٰرٰی وَ الصّٰبِـُٔوۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (62) ﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور عیسائی اور صابی، جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیے، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (62)

سوال1:﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَ النَّصٰرٰی وَ الصّٰبِـُٔوۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور عیسائی اور صابی، جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیے، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہ حکم خاص طور پر اہل کتاب کے لئے ہے کیونکہ صابئین کے بارے میں صحیح ترین رائے یہ ہے کہ یہ نصاریٰ ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس امت کے اہل ایمان، یہود و نصاریٰ اور صابئین میں سے جو کوئی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اپنے رسولوں کی تصدیق کی ان کے لئے اجر عظیم اور امن ہے۔ ان پر کسی قسم کا خوف ہوگا نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔ ان میں سے جس کسی نے اللہ تعالیٰ، اس کے انبیاء و رسل اور یوم آخرت کا انکار کیا تو ان کا حال مذکورہ بالا لوگوں کے حال کے برعکس ہوگا، پس وہ خوف اور غم سے دوچار ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:119/1)﴿2﴾ (اس آیت کی تفسیر میں) صحیح مسلک یہ ہے کہ ان فرقوں کے مابین یہ محاکمہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی نسبت سے نہیں بلکہ ان کی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہے۔ کیونکہ یہ تو نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل ان کے احوال کی خبر ہے۔ یہ قرآن مجید کا طریقہ ہے۔ جب سیاق آیات کے بارے میں بعض نفوس وہم کا شکار ہو جائیں تو لازمی طور پر وہ کوئی ایسی چیز ضرور پائیں گے جو ان کے وہم کو زائل کر دے۔ کیونکہ یہ کلام ایسی ہستی کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو اشیاء کے وجود میں آنے سے قبل ہی ان کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جانتی ہے۔اس کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا ذکر مذمت کے طور پر کیا ہے اور ان کے گناہوں اور برائیوں کا تذکرہ کیا ہے تو بسا اوقات دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس مذمت میں تمام بنی اسرائیل شامل ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بارے میں واضح کر دیا جو اس مذمت میں شامل نہیں۔ نیز چونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا خاص طور پر ذکر کیا ہے جس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ باتیں صرف بنی اسرائیل ہی سے متعلق ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایک عام حکم بیان کر دیا جو تمام طوائف کو شامل ہے تا کہ حق واضح اور وہم واشکال دور ہو جائے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی کتاب میں ایسی چیزیں بیان کی ہیں جو عقلوں کو متحیر کر دیتی ہیں۔(تفسیر سعدی:119/1)﴿3﴾﴿وَالَّذِيْنَ هَادُوْا﴾''اور جو یہودی ہوئے''سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والوں کو یہودی کہتے ہیں۔﴿4﴾﴿وَالنَّصٰرٰى﴾''اور عیسائی''سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو عیسائی کہتے ہیں۔﴿5﴾﴿وَالصّٰبِـُٔوْنَ﴾''اور صابی''صابی کسی دین کے پیروکار نہیں، لامذہب لوگوں کو صابی کہتے ہیں۔صحیح رائے یہ ہے کہ نصاریٰ کا ایک فرقہ ہے۔﴿6﴾﴿مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾جو اپنے نبی کے زمانے میں اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لایا۔ ﴿7﴾﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾اور اپنی شریعت کے مطابق نیک عمل کئے۔﴿8﴾﴿فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ﴾ان کے لئے ان کے اعمال کا ثواب ہے۔ (تفسیر منیر:193/1)﴿9﴾تمام ادیان دین اسلام کے آنے کے بعد منسوخ ہو گئے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اجر نبی آخر کی آمد سے پہلے لکھا تھا۔(تفسیر قاسمی :142)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کامیابی کا اصول کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی مخصوص گروہ (مسلمان، یہودی، عیسائی، صابی وغیرہ) ہونے کی بناء پر درجہ نہیں رکھتا۔کامیابی کا ایک ہی پختہ اصول ہے: ایمان اور عمل صالح۔اللہ تعالیٰ کے ہاں درجے کا اعتبار اس بناء پر ہے کہ کس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق اپنی عملی زندگی کو ڈھالا ہے۔

سوال3: کیا اب جو بھی جس دین کو مانتا ہے اس پر ایمان اور عمل صالح کے ساتھ اس کی نجات ہو جائے گی؟

جواب:﴿1﴾وحدت ادیان کے باطل فلسفے کا مرکز ومحور یہ ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں بلکہ جو بھی جس دین کو مانتا ہے اور اچھے عمل کرتا ہے اس کی نجات ہو جائے گی۔﴿2﴾رسول اللہ ﷺ نے واضح کیا ہے کہ اب میری رسالت پر ایمان لائے بغیر نجات ممکن نہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اس امت کا کوئی بھی یہودی اور نصرانی جو میری بات سنے، (شریعت) جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں (یعنی اسلام) اور وہ اس پر ایمان نہ لائے تو اس کا ٹھکانہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔''(صحیح مسلم:386)﴿3﴾سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اپنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رضا کا (دل سے) اعلان کر دیا، اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔'' (مسلم:151) ﴿4﴾ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو اس بات کا قائل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی بندی (سیدہ مریم علیہا السلام) کے بیٹے اور کلمۃ اللہ ہیں جو اس نے سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا تھا اور روح اللہ ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔'' (مسلم:140) ﴿5﴾ ﴿ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴾ یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا۔ آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ تعالیٰ سے کفر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ (آل عمران:19) ﴿6﴾ ﴿ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴾ اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے ہرگز وہ قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ (آل عمران:85) ﴿7﴾ وحدت ادیان کا فلسفہ گمراہ کن ہے۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر ایمان نہیں لایا وہ مومن نہیں ہے اور جو ان پر ایمان لایا وہ مومن ہو گیا۔ اب وہ یہودی، عیسائی یا مجوسی نہیں رہا۔ (تفسیر قاسمی:141/1)

سوال4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد عمل اور جزا کے اصول کی کیا شکل متعین ہو گئی ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ایمان کی آخری شکل اسلام کی صورت میں متعین ہو گئی ہے۔ لہٰذا اب اسلام قبول کئے بغیر کسی کو اس کے عمل کی جزا آخرت میں نہیں ملے گی۔ البتہ دنیا میں اچھے کاموں کی جزا ضرور دے دی جاتی ہے کبھی رزق کی کشادگی کی شکل میں، کبھی کاموں میں آسانی یا اچھی شہرت کی شکل میں۔

سوال5: ﴿ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾ ''اور ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' اللہ تعالیٰ کس کو غم اور خوف سے بے نیاز کر دیں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو غم اور خوف سے بے نیاز کر دیں گے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾ سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ (یونس:62)

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (63) ﴾

''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور ہم نے تم پر پہاڑ کو بلند کیا کہ جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو تا کہ تم بچ جاؤ۔'' (63)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ﴾ ''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور ہم نے تم پر پہاڑ کو بلند کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے بنی اسرائیل کو اپنے آباء واجداد کے برے افعال کی وجہ سے ان پر زجر وتوبیخ کی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ﴾ وہ وقت یاد کرو جب طور کو تمہارے اوپر معلق کر کے تم سے پختہ عہد لیا تھا۔ ﴿3﴾ ﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ﴾: اور طور کو تمہارے اوپر اٹھایا تھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: طور وہ پہاڑ ہے جس کے اوپر تورات نازل ہوئی تھی اور بنی اسرائیل اس کے نیچے تھے۔ (جامع البیان :464/1) ﴿4﴾ فرشتوں نے اس پہاڑ کو اوپر اٹھایا تھا۔ (ابن ابی حاتم:129/1)

سوال2: ﴿خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ﴾ ''جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ﴾ ''جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑو'' ﴿1﴾ حسن رحمہ اللہ نے کہا: یعنی تورات کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ (ابن ابی حاتم:130/1) ﴿2﴾ یعنی تورات کو محنت، کوشش اور اللہ تعالیٰ کے اوامر پر صبر واستقامت کے ساتھ پکڑے رکھو۔ (تفسیر سعدی:120/1)

سوال3: ﴿وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ﴾ ''اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ابوالعالیہ رحمہ اللہ نے کہا یعنی جو کچھ تورات میں ہے اسے سیکھو۔ (جامع البیان:466/1) ﴿2﴾ اس کتاب کی تلاوت کرو۔ ﴿3﴾ اس پر عمل کر کے یاد رکھو۔ (تفسیر منیر:196/1) ﴿4﴾ اس کتاب کو یاد رکھو اسے بھلاؤ نہیں، اس میں غور وفکر کرو۔ بے شک ذکر دل سے کرو یا اس پر عمل کرو۔ (تفسیر ابی سعود:210/1) ﴿5﴾ جو کچھ تورات میں حلال وحرام ہوا سے یاد رکھو اور اس پر عمل کرو اور کہا گیا: جو کچھ اس میں ثواب وعذاب ہے اسے یاد رکھو۔ (تفسیر الوسیط:151/1) ﴿6﴾ جو کچھ کتاب میں ہے اسے یاد رکھو اور اس کی تعلیم دو۔ نہ اسے بھولو اور نہ اس سے غافل ہو۔ (تفسیر قاسمی:148/1) ﴿7﴾ اس کتاب میں تدبر کرو۔ اس کے اوامر اور وعیدوں کو یاد رکھو اور نہ اسے بھولو اور نہ ضائع کرو۔ (المحرر الوجیز :159/1) ﴿8﴾ کتاب کو مضبوطی سے تھامنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے احکامات اور ہدایات کو یاد رکھیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ (تفسیر ثعالبی: 254/1)

سوال4: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ''تاکہ تم بچ جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کی ناراضگی سے بچو اور ایسے کاموں کو چھوڑ دو جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی طرف سے طور کی وادی میں اتنی دہشت ناک صورت حال کیوں پیدا کی گئی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے طور کی وادی میں کوہ طور کو اٹھا کر بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا۔ اس طرح وادی طور میں دہشت ناک صورت حال پیدا کی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل اس قوم کے افراد تھے جنہوں نے نیکی کی بات کو کم ہی قبول کیا تھا۔ اپنے بھائی بندوں کو قتل کر دینا، انبیاء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

علیہ السلام کو مار ڈالنا، زیادتیاں کرنا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنا اپنا شیوہ بنائے ہوئے تھے۔ان ہی میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بندر اور سؤر بنادیا۔ان کے دلوں کے اندر اتنی شدید سختی موجود تھی جس کے ساتھ ممکن نہیں تھا کہ وہ کوئی معاہدہ نبھا سکتے۔جب کبھی دل سخت ہوجاتے ہیں تو اس کا علاج اسی طرح کیا جاتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے کیا ہوا طریقۂ کار ہے۔

سوال6: ہر وہ شخص جو ایمان لاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ایک عہد (معاہدہ) کرتا ہے۔اس معاہدے کی نوعیت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان لانا اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرنا ہے کہ میرا جینا اور میرا مرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔﴿2﴾ اس معاہدہ میں ایک طرف عاجز بندہ ہے اور دوسری طرف وہ ذات جس کے ہاتھ میں آسمان وزمین کی طاقتیں ہیں۔﴿3﴾ اگر انسان اس معاہدے کو پورا کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی لازوال نعمتیں ہیں۔﴿4﴾ اگر انسان اس معاہدے سے پھر جائے تو اس کے لیے شدید خطرہ ہے کہ اس کا مالک اسے جہنم میں ڈال دے جہاں وہ اس طرح جلتا رہے کہ بچ نکلنے کے لیے پھر کبھی کوئی راستہ نہ ملے۔

سوال7: ایمانی عہد کے وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ایک خاص کیفیت سے گزارا گیا تھا۔بندۂ مومن سے اب کیسی کیفیت مطلوب ہے؟

جواب: ایمانی عہد پر ایک مومن سے وہی کیفیت مطلوب ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر گزری تھی۔ہر شخص کو جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ باندھتا ہے، اس عہد کی سنگینی سے اسی طرح کانپنا چاہیے کہ اگر اس نے عہد کی خلاف ورزی کی تو آسمان وزمین اس پر گر پڑیں گے۔

سوال8: کون اپنا معاہدہ ایمانی پورا کرسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو اپنا عقیدہ درست رکھے۔﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کی حدود کا خیال رکھے۔﴿3﴾ جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ، مستحب اور مسنون کاموں کا خیال رکھے۔

﴿ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (64) ﴾

''پھر اس کے بعد تم اس سے پھر گئے تو اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجاتے۔''(64)

سوال1: ﴿ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ﴾ ''پھر اس کے بعد تم اس سے پھر گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ ﴾ اس کے بعد تم نے اعراض کیا اور اس سے پیٹھ پھیری۔(صفوۃ التفاسیر:56/1) ﴿2﴾ ﴿ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ﴾ اس پختہ معاہدے کے بعد۔(تفسیر سعود:210/1) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑنے اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھنے کے عہد سے بنی اسرائیل پھر گئے تھے۔﴿4﴾ یہ معاہدے سے پھر جانا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بنا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: اللہ تعالیٰ کے دین سے منہ پھیرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے دین سے منہ پھیرنا دراصل اپنے آپ کو انسانی سطح سے گرا کر حیوانی سطح پر لے آنا ہے۔ ﴿2﴾ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دین کا پابند نہیں رہتا تو اس کے پاس دوسرا کوئی دین ہی نہیں ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے دین سے منہ پھیرنے سے انسانی ہمدردی ختم ہو جاتی ہے۔ انسان انسانوں کے حق مارتے ہیں، انسانوں کے خون پسینے کی کمائی چوستے ہیں، قتل وغارت گری ایسی سوسائٹی میں عام ہو جاتی ہے، چوری ڈاکے عام ہو جاتے ہیں، زنا کاری عام ہو جاتی ہے اور پوری زمین فساد سے بھر جاتی ہے۔

سوال3: ﴿فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾ ''تو اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے مراد قرآن مجید ہے۔ (ابن ابی حاتم: 131/1) ﴿2﴾ سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اسلام اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور قرآن اس کی رحمت ہے۔ (المحرر الوجیز: 159/1) ﴿3﴾ یعنی تمہاری توبہ قبول کر کے فضل نہ ہوا اور پھسل جانے پر معافی کی رحمت نہ ہوتی۔ (صفوۃ التفاسیر: 56/1)

سوال4: قرآن حکیم سے منہ پھیرنے کے اسباب کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ لوگ قرآن حکیم کو اپنے لیے غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ ﴿2﴾ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کا انہیں کوئی فائدہ ہونے والا نہیں۔ ﴿3﴾ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کو پڑھ لینے سے ہماری زندگی کے اندر کوئی ایسا معاملہ ہونے والا نہیں جس سے ہمیں کوئی فائدہ نصیب ہو جائے۔ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کو چھوڑ دینے سے ہمیں کوئی نقصان نہیں ہونے والا۔

سوال5: ﴿لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''تو تم ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو تم ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یعنی دنیا اور آخرت میں ہلاک ہو جاؤ گے۔ (ابن ابی حاتم: 132/1) اس کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ آپ کہہ دیں کہ یقیناً خسارہ اٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے۔ (الزمر: 15)

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ (65)﴾

''اور بلاشبہ تم جان چکے ہو کہ تم میں سے جو لوگ ہفتے کے دن میں حد سے گزر گئے تو ہم نے انہیں کہا کہ تم ذلیل ہونے والے بندر بن جاؤ۔'' (65)

سوال1: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ﴾ ''اور بلاشبہ تم جان چکے ہو کہ تم میں سے جو لوگ ہفتے کے دن میں حد سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گزر گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یاد دلایا ہے کہ احکامات کی نافرمانی کرنے اور عہد توڑنے کی سزا کے طور پر توہین آمیز عذاب ہے۔﴿2﴾﴿الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ﴾'' تم میں سے جولوگ ہفتے کے دن میں حد سے گزر گئے'' یہ وہ لوگ ہیں جن کا تفصیلی ذکر سورۃ الاعراف میں آئے گا رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَـِٕيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ اور آپ ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھیں جو سمندر کے کنارے تھی، جب وہ سبت (ہفتے کے دن) کے بارے میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب کہ ہفتے کے دن ان کی مچھلیاں سر اٹھائے ان کے پاس آجاتی تھیں اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہیں آتی تھیں، ہم نے ایسے ہی ان کی آزمائش کی اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا:'' تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو عذاب دینے والا ہے، سخت عذاب ؟'' انہوں نے کہا:'' تمہارے رب کے حضور معذرت کے لیے اور شاید وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں'' پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکا کرتے تھے۔ اور ان کو بدترین عذاب کے ساتھ پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔(الاعراف:165-163)﴿3﴾ سبت کا قانون یہ تھا کہ ہفتے کا دن عبادت کے لیے خاص ہوگا۔ اس دن دنیا کا کوئی کام نہ خود کریں گے، نہ اپنے ملازموں سے کروائیں گے۔ جو کوئی اس قانون کو توڑے گا وہ واجب القتل ہے۔

سوال2: بنی اسرائیل نے سبت کے معاملے میں کیا زیادتی کی تھی؟

جواب:﴿1﴾ بنی اسرائیل نے ہفتے کے دن عبادت کرنے کی بجائے تجارت کی اور اس دن کی حرمت کو پامال کیا۔﴿2﴾ بنی اسرائیل نے حد سے تجاوز کیا۔ شکار کو ان کے لئے حرام کیا گیا تھا تو انہوں نے شکار کیا۔(ایسر التفاسیر:41/1)

سوال3: سبت کا قانون توڑنے پر بنی اسرائیل کو کیا سزا ملی؟

جواب: انہوں نے عہد شکنی کی تو اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر ان کو بندر بنا دیا۔ جب انسان جانوروں کی طرح سوچتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو جانور بنا دیتا ہے۔

سوال4: شریعت سے انحراف انسان کو کس سطح پر لے آتا ہے؟

جواب: جب بھی انسان شریعت سے انحراف کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو جانوروں کی سطح پر لے آتا ہے جو کسی اخلاقی ضابطے کے پابند نہیں۔ شریعت کے ساتھ یہ کھیل کھیلنے سے ڈرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون اسی حیوانی ذلت میں مبتلا نہ کر دے جس میں یہود اپنے اس فعل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی وجہ سے مبتلا ہوئے تھے۔

سوال5: ایمان لانے کے بعد بے حسی کی بیماری کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو کر۔ ﴿2﴾ آخرت کو بھلانے سے۔ ﴿3﴾ زیادہ سوال کرنے سے۔ ﴿4﴾ تاویلیں گھڑنے سے۔ ﴿5﴾ حجتیں پیش کرنے سے۔ ﴿6﴾ بحثیں کرنے سے۔ یوں دل سخت ہو جاتے ہیں اور دل سخت ہو جائیں تو عام انسانی باتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی باتوں میں بھی انسان سرکشی پر مبنی رویہ اختیار کرنے لگتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا تصور دل کو نہیں پگھلاتا، اندر تڑپ پیدا نہیں کرتا اور روح کے اندر ارتعاش پیدا کرنے کا سبب نہیں بنتا۔

سوال6: ﴿فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾ ''تو ہم نے انہیں کہا کہ تم ذلیل ہونے والے بندر بن جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کیسے بندر بنا دیا؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل سے یہ کہا گیا تھا کہ ہفتے کے دن کی حرمت برقرار رکھو۔ اس روز مچھلیوں کا شکار نہ کرو۔ ہفتے کے دن مچھلیوں کے شکار کی یہ تدبیر ان کے ذہن میں آئی کہ گڑھے کھود کر ان میں جال اور کانٹے ڈال دیے جائیں۔ ہفتے کے دن مچھلیاں جالوں میں پھنس جائیں گی اور اتوار کو پکڑ لی جائیں گی۔ انہوں نے اس تدبیر پر عمل کیا۔ ﴿2﴾ بنی اسرائیل کی حیلہ سازی کے اس گناہ عظیم نے ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب واجب کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حقیر اور ذلیل بندر بنا دیا۔

سوال7: شریعت کے حامل گروہ کی گمراہی کی کیا صورت ہے؟

جواب: شریعت کے حامل گروہ کی گمراہی کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ عملاً اس کے خلاف چلے اور تاویلوں کے ذریعے یہ ظاہر کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہے۔ جیسے یہود کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ سبت کے دن کو عبادت کے لیے مخصوص رکھیں گے اور کوئی دنیوی کام نہیں کریں گے مگر انہوں نے اس دن کاروبار کیا اور تاویلوں سے یہ ثابت کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہیں۔

﴿فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ (66)﴾

''تو ہم نے اس کو اس دور کے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت بنا دیا۔'' (66)

سوال1: ﴿فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا﴾ ''تو ہم نے اس کو اس دور کے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس زمانے کی قوموں تک جنہیں یہ خبر پہنچی عبرت بنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیا۔﴿2﴾﴿وَمَاخَلْفَهَا﴾اوران قوموں کے لئے بھی اسے عبرت بنادیا جو بعد میں آئیں۔

سوال2: عبرت سے کیا مراد ہے؟

جواب: ماضی کے کسی واقعے سے اپنی زندگی کے لئے اچھا سبق لینا عبرت ہے۔

سوال3: جن لوگوں نے سبـــــــــت کے قانون الٰہی کی خلاف ورزی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بندر بنادیا۔ان کو اس دور کے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لئے کیسے عبرت بنادیا گیا؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے بندر بن جانے والوں کو جنہوں نے دیکھا،ان کے لئے یہ واقعہ آنکھوں دیکھی گواہی تھا۔اس زمانے کے باقی لوگوں اور یہ کہ بعد میں آنے والوں نے اگر چہ دیکھا نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو عبرت بنادیا کہ نافرمانی کرنے پر شکلیں مسخ ہوسکتی ہیں۔﴿2﴾انسان کے وجود پر اصل اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے۔وہ جو چاہے کرسکتا ہے، انسان جو چاہے نہیں کرسکتا۔اسے اپنے کیے کی سزا ملے گی۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اس واقعے سے ان پر حجت قائم کردی تا کہ وہ گناہوں سے باز آجائیں۔

سوال4:﴿وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت بنادیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿مَوْعِظَةً﴾ کا مادہ و۔ع۔ظ ہے۔وعظ ایسی نصیحت کو کہتے ہیں جو دل کو پگھلا دے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو سب کے لئے عبرت بنا دیا تا کہ وہ گناہوں سے باز آجائیں مگر نصیحت صرف متقیوں کے لئے ہے کیونکہ وہی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔واقعات عام لوگوں کے لئے عبرت بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت بنتے ہیں۔

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ(67)﴾

''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا:''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو''۔انہوں نے کہا:''کیا تم ہمارا مذاق بناتے ہو''؟موسیٰ نے کہا:''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہوجاؤں۔''(67)

سوال1:﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾''اور(اس وقت کو یاد کرو)جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو واقعات یاد دلاتے ہیں جو ان کے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان پیش آئے تھے۔یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔﴿2﴾ گائے ذبح کرنے کا حکم ایک قتل کے فیصلے کے لئے دیا گیا تھا۔بنی اسرائیل میں ایک بے اولاد مال دار آدمی تھا جس کا وارث اس کا بھتیجا تھا۔بھتیجے نے اپنے چچا کو قتل کر کے لاش کسی کے دروازے پر ڈال دی۔صبح لوگ قاتل کی تلاش میں ایک دوسرے پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الزام لگانے لگے۔ بات سیدنا موسیٰ علیہ السلام تک پہنچی تو انہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا جس کا ایک ٹکڑا مقتول کو مارا گیا تو وہ زندہ ہو گیا اور قاتل کی نشاندہی کر کے مر گیا۔ (فتح القدیر) ﴿3﴾ بنی اسرائیل گائے کی پوجا کرتے تھے، اس لیے انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ ان کے ذہن سے اس تقدس کو توڑا جائے۔ ﴿4﴾ تم نے گائے ذبح کرنے سے بچنے کے لئے کتنے عذر تراشے۔ تم پر واجب تھا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی پیروی کرتے۔

سوال2: ﴿قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا﴾ ''انہوں نے کہا: کیا تم ہمارا مذاق بناتے ہو'' یہ جواب کیسی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے؟

جواب: اس جواب سے بنی اسرائیل کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ نبی کی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیتے تھے، وہ اپنی مرضی کی زندگی گزارنا چاہتے تھے اور وہ ضد اور ہٹ دھرمی کی نفسیات رکھتے تھے۔

سوال3: ﴿قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''موسیٰ نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں'' اس بات سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو توجہ دلائی کہ مذاق اڑانا جہالت کا کام ہے اور جاہل ایسی بات کرتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ وہی لوگوں کا مذاق اڑاتا ہے۔ عقل مند آدمی اپنے جیسے کسی شخص کا مذاق اڑانا عقل اور دین کا سب سے بڑا عیب سمجھتا ہے۔ ﴿2﴾ رسول ہو کر میں جہالت کا کام کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ﴿3﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے کلام میں سبق بھی ہے کہ آپ کو بھی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ ﴿4﴾ یعنی اپنے آپ کو اپنی خواہش اور مرضی کے نہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں جو مجھے ہر برائی سے بچا سکتا ہے۔ کیونکہ جاہل ہی ایسی بات کیا کرتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور وہی لوگوں کا تمسخر اڑایا کرتا ہے۔ عقل مند شخص یہ سمجھتا ہے کہ اپنے جیسے کسی آدمی کا مذاق اڑانا عقل و دین کا سب سے بڑا عیب ہے۔ اگرچہ اسے اس آدمی پر فضیلت ہی کیوں نہ حاصل ہو۔ یہ فضیلت تو تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے رب کا شکر کرے و اس کے بندوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔ (تفسیر سعدی:123/1)

﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ (68)﴾

''انہوں نے کہا: ''ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہم پر واضح کر دے کہ وہ کیسی ہو''؟ موسیٰ نے کہا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا بلکہ اس کے درمیان جوان عمر کی ہو لہٰذا تم کرو جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔'' (68)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ﴾ ''انہوں نے کہا: ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہم پر واضح کر دے کہ وہ کیسی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بنی اسرائیل نے دین کے سادہ حکم کو بوجھل بنا دیا اور حکم کی تعمیل کی بجائے کھوج کرید کا طریقہ اختیار کیا کہ اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہم پر واضح کر دے کہ وہ کیا ہے یعنی اس گائے کی عمر کیا ہے۔

سوال2:﴿ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴾ ''موسیٰ نے کہا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا بلکہ اس کے درمیان جوان عمر کی ہو لہٰذا تم کرو جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی ہے جو بڑی نہیں اور نہ ہی زیادہ چھوٹی ہے، متوسط عمر کی ہے لہٰذا تشدد اور تکلف کو چھوڑو اور وہ کام کرو جسے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ﴿2﴾ مذہب کی اصل روح تسلیم و رضا ہے جرح و نقد نہیں۔ ایک دفعہ ایک نظام عمل کو مان لینے کے بعد صرف عمل کے لئے گنجائش رہ جاتی ہے پس تم سے بھی یہی مطالبہ ہے۔ (سراج البیان:23/1)

﴿ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ (69) ﴾

''انہوں نے کہا: ''ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے واضح کر دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو''؟ موسیٰ نے کہا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً وہ زرد رنگ کی گائے ہو، اس کا رنگ چمکنے والا ہو کہ دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہو۔'' (69)

سوال1:﴿ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ﴾ ''انہوں نے کہا: ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے واضح کر دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بنی اسرائیل نے ایک بار پھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرنے اور واضح کرنے کے لیے کہا کہ گائے کا رنگ کیسا ہو۔

سوال2:﴿ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴾ ''موسیٰ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً وہ زرد رنگ کی گائے ہو، اس کا رنگ چمکنے والا ہو کہ دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا گائے گہرے زرد رنگ کی ہو، اس کا چمکتا رنگ ہو۔ ﴿2﴾ ﴿ تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴾ اپنے حسن کی وجہ سے لوگوں کو بہت زیادہ اچھی لگتی ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: بنی اسرائیل کی طرف سے بار بار گائے کے بارے میں وضاحت معلوم کرنا کیا ظاہر کرتا ہے؟

جواب: بنی اسرائیل کی طرف سے بار بار تفصیلات معلوم کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ کسی بھی طرح سے اس حکم کی پیروی سے نکلنا چاہتے تھے۔ یہ دراصل صرف حکم سے فرار نہیں، خود رب سے فرار ہے۔

سوال4: انسان جب کوئی کام نہیں کرنا چاہتا تو کیسا رویہ اختیار کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب انسان نے کوئی کام نہیں کرنا ہوتا تو ایک کے بعد ایک اعتراض کرتا ہے۔ ﴿2﴾ جب انسان کوئی کام نہیں کرنا چاہتا تو اس کے لئے بعض اوقات بہت سوال کرتا ہے۔

سوال5: حکم آنے پر ایک مومن کا رویہ کیسا ہونا چاہئے؟

جواب: حکم آنے پر ایک مومن کو فوراً اس پر عمل کرنا چاہیے۔

﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۚ إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۖ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ (70)﴾

''انہوں نے کہا: ''ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے واضح کر دے کہ وہ کیسی ہو؟ بے شک گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے اور یقیناً اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم ضرور مقصد تک پہنچنے والے ہوں گے۔'' (70)

سوال1: ﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۚ إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا﴾ ''انہوں نے کہا: ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے واضح کر دے کہ وہ کیسی ہو؟ بے شک گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے'' کیا بنی اسرائیل کو گائے کے بارے میں شبہ تھا؟

جواب: انہیں شبہ نہیں تھا بلکہ بالکل واضح طور پر پتہ تھا کہ گائے کو ذبح کرنا ہے لیکن چاہتے تھے کہ کوئی سوال ہمیں گائے کو ذبح کرنے سے بچا ہی دے۔

سوال2: کیا بہت زیادہ سوال کرنے سے انسان ہدایت پا سکتا ہے؟

جواب: بہت زیادہ سوال کرنے سے انسان ہدایت نہیں پا سکتا۔

سوال3: زیادہ سوال کرنے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ دل سخت ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ بے حسی آجاتی ہے۔

سوال4: ﴿وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ﴾ ''اور یقیناً اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم ضرور مقصد تک پہنچنے والے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی گائے کو ذبح کرنے کی ہدایت پالیں گے۔ (تفسیر قاسمی: 154/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ (71) ﴾

''موسیٰ نے جواب دیا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی ہو کہ نہ جوتی ہوئی ہو کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ کھیتوں کو پانی دیتی ہو، صحیح سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو'' انہوں نے کہا: ''اب تم حق لائے ہو،'' پھر انہوں نے اسے ذبح کیا اور وہ قریب نہ تھے کہ کرتے۔''

(71)

سوال1: ﴿ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَا ﴾ ''موسیٰ نے جواب دیا: یقیناً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی ہو کہ نہ جوتی ہوئی ہو کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ کھیتوں کو پانی دیتی ہو، صحیح سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ لَّا ذَلُوْلٌ ﴾ کہ گائے کام کرنے والی نہ ہو۔ ﴿2﴾ ﴿ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ ﴾ یعنی وہ کھتی باڑی کے کام کر کے کمزور اور مطیع نہ ہو اور نہ کھیتیوں کو پانی پلاتی ہو۔ ﴿3﴾ ﴿ مُسَلَّمَةٌ ﴾ ہر عیب سے اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ رکھا ہو۔ اس سے کوئی کام نہ لیا جاتا ہو۔ ﴿4﴾ ﴿ لَّا شِیَةَ فِیْهَا ﴾ اس میں کسی دوسرے رنگ کا نشان نہ ہو۔

سوال2: ﴿ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اب تم حق لائے ہو پھر انہوں نے اسے ذبح کیا اور وہ قریب نہ تھے کہ کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی گائے کے بارے میں آپ نے صحیح بات بتائی ہے حالانکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پہلی بار ہی بات واضح کر دی تھی۔ وہ کوئی گائے بھی لے آتے اور ذبح کرتے تو حکم پورا ہو جاتا مگر انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا۔

سوال3: ﴿ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴾ سے اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کو کیسے بے نقاب کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَذَبَحُوْهَا ﴾ انہوں نے مطلوبہ گائے ذبح کر دی۔ ﴿2﴾ ﴿ وَمَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴾ ''اور وہ قریب نہ تھے کہ کرتے'' وہ تکلف اور تشدد کی وجہ سے گائے ذبح کرتے نظر نہیں آتے تھے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی سرکشی اور ڈھٹائی کو بے نقاب کیا ہے۔ کٹ حجتیاں کرنا اور بحثیں کرنا سرکشی اور ڈھٹائی کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گائے ذبح کرنے کے حکم سے ان کے اندر کی گائے کی محبت کو ضرب لگائی جس سے ان کی ڈھٹائی اور سرکشی کٹ حجتیوں میں اتر آئی اور یوں ان کی اصلیت بے نقاب ہو گئی تھی۔ ﴿4﴾ سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ نے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر یہ لوگ ہلکی سے ہلکی گائے لا کر ذبح کر دیتے تو ان کا کام چل جاتا لیکن انہوں نے تشدید کی اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر تشدید کر دی۔ (احکام القرآن: 40/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکوع نمبر9

﴿وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ(72)﴾

''اور(اس وقت کو یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا، پھر ایک دوسرے سے اس بارے میں جھگڑا کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ اس کو نکالنے والا تھا جو تم چھپاتے تھے۔''(72)

سوال1: ﴿وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا﴾ ''اور(اس وقت کو یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر ایک دوسرے سے اس بارے میں جھگڑا کرنے لگے'' اس آیت میں کس واقعے کا تذکرہ کیا گیا ہے؟

جواب: یہ واقعہ بنی اسرائیل میں پیش آیا تھا۔ قاتل یا مقتول کون تھے؟ قرآن مجید اس معاملے میں خاموش ہے۔ واقعات عبرت اور نصیحت کے لئے ہوتے ہیں اور ہمارا کام عبرت پکڑنا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے قتل کی حقیقت کھولنے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ گائے کا ایک عضو مقتول کو مارا جائے۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو مردہ زندہ ہوا، اس نے اصل قاتل کے بارے میں بتایا اور پھر مر گیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے حقیقت کھول دی جسے وہ چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں باخبر کر دیا کہ قاتل کون ہے؟ ﴿3﴾ مقتول کو دوبارہ زندہ کرنے سے اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت کھول دی کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا۔

سوال3: گائے کو ذبح کرنے اور قتل کے واقعے سے یہودیوں کے کون سے امراض سامنے آئے؟

جواب: ﴿1﴾ غیر ضروری بحثیں کرنا۔ ﴿2﴾ جرم چھپانا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں ٹال مٹول سے کام لینا۔ ﴿4﴾ سرکشی۔ ﴿5﴾ ڈھٹائی۔ ﴿6﴾ گائے پرستی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار انسان کے لیے کیسے ممکن ہو جاتا ہے؟

جواب: اگر انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کرنا چاہے تو اس کے لیے کوئی نہ کوئی تاویل ڈھونڈ ہی لیتا ہے۔ تاویلوں سے مطمئن لوگ اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے الگ کر لیتے ہیں اور پھر بے حسی کی وجہ سے ڈھیٹ ہو جاتے ہیں۔ بے حس وہی انسان ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو مانتا ہو لیکن دل سے یہ نہ مانتا ہو کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے اور سن رہا ہے۔

سوال5: ﴿وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نکالنے والا تھا جو تم چھپاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ جیسے رات میں کیا گیا قتل تم نے چھپایا تھا تو اسے کھول دیا گیا۔ ایسے ہی نیکی ہو یا بدی چھپ کر کرو تب بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے کی قدرت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکھتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے انسان کے چھپے ہوئے کو ظاہر کرنے سے یہ سبق دیا ہے کہ برائی کھل جائے تو بدنامی اور رسوائی ہوتی ہے لہٰذا برائی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے علم کو ضرور ذہن میں رکھو۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے سبق دیا ہے کہ ہر جگہ، ہر وقت اچھے کام کرو تا کہ اگر وہ ظاہر ہو جائیں تو شرمندگی نہ ہو۔

سوال 6: ''اور اللہ تعالیٰ نکالنے والا تھا جو تم چھپاتے تھے'' اللہ رب العزت نے قتل کے واقعے کے حوالے سے اس بات کو باور کیوں کروایا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے چھپی ہوئی چیزیں کھول کر انسانوں کے سامنے رکھی ہیں تا کہ انسان تسلیم کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چھپے کو کھول سکتا ہے۔﴿2﴾اصل میں بتانا یہ مطلوب ہے کہ تم چھپ کر کوئی برائی کرو تو تب بھی اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ یہ زندگی کا اصول اور عقیدہ ہے۔ یہی عقیدہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دیتا ہے۔

سوال 7: چھپی ہوئی حقیقت کے کھل کر سامنے آنے کا انسانوں کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب: چھپی ہوئی حقیقت سامنے آتی ہے تو انسان کو ایمان ملتا ہے۔ اس کے اندر دل کی گہرائیوں تک یقین اتر جاتا ہے کہ کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں ہے اور یہ کہ جیسے آج یہ چیز دنیا میں کھل کر سامنے آ گئی ہے، کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ساری حقیقتیں کھل جانی ہیں۔

سوال 8: ''اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے'' انسانی دل پر اس یقین کے کیسے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: یہ بات دل کو خوف میں مبتلا کرتی ہے۔ انسان اپنی برائیوں کو چھپانا چاہتا ہے کہ میری عزت پر حرف آئے گا، میرا تاثر خراب ہو جائے گا۔ لہٰذا اللہ رب العزت نے یہ بتایا ہے کہ اس کے سامنے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ تم نے تنہائی میں چھپ کر بھی جرائم کئے تو اللہ تعالیٰ کھول دے گا۔ اس احساس کے تحت اگر ایک انسان تنہائی میں بھی اپنے اوپر رب کو نگران سمجھتا ہے تو پھر اپنی برائی کے پیچھے پڑتا ہے پھر اس کی اصلاح ہوتی ہے۔

﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ(73)﴾

''چنانچہ ہم نے حکم دیا کہ اس لاش کو اس گائے کا کوئی ٹکڑا مارو، اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تا کہ تم سمجھو۔''(73)

سوال 1:﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا﴾ ''چنانچہ ہم نے حکم دیا کہ اس لاش کو اس گائے کا کوئی ٹکڑا مارو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے قتل کے معاملے کو واضح کرنے کے لیے حکم دیا تھا کہ گائے ذبح کرو اور اس کا ایک عضو مقتول کو لگاؤ۔﴿2﴾یہ عضو جسم کے کس حصے کا تھا اگر اس کے بتانے میں کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور بتا دیتے۔﴿3﴾جس طرح کی گائے کا بالآخر مطالبہ کیا گیا وہ بنی اسرائیل کے ایک لڑکے کے پاس مل گئی۔بنی اسرائیل نے اسے سونے کے ساتھ تول کر خریدا۔﴿4﴾پھر اس کے جسم کے ٹکڑے کو مقتول کے ساتھ لگایا تو وہ فوراً زندہ ہو گیا۔اس کے زخموں سے خون جاری تھا۔اس سے پوچھا گیا کس نے قتل کیا؟اس نے قاتل کا نام بتایا اور پھر مر گیا۔

سوال2:﴿كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى﴾''اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے مردہ گائے کے ٹکڑے سے مقتول کو زندہ کروایا۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کا مشاہدہ کروا کے زندگی بعد الموت کا نمونہ بھی دکھا دیا اور باہمی جھگڑا بھی چکا دیا۔(مختصر ابن کثیر:50,51/1)

سوال3:﴿وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ﴾''اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اس واقعے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں مثلاً﴿1﴾جس زندہ گائے کی عظمت کے تم قائل ہو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی لیکن اللہ تعالیٰ جب چاہے مردہ گائے کے ٹکڑے سے مردہ کو زندگی بخش دے۔﴿2﴾اسی طرح قیامت اور موت کے معاملات انسان کے لئے راز رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ تم راز کو نہیں پا سکتے لہٰذا بغیر راز کو جانے یقین کر لو کہ موت اور قیامت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی قدرت کے دلائل دکھاتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو، تدبر کرو اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(صفوۃ التفاسیر:59/1)

سوال4:﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾''تاکہ تم سمجھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾تاکہ تم اللہ عزوجل کی قدرت کو پہچان لو کہ وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے؟تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا: مر جاؤ، پھر اس نے انہیں زندہ کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔(البقرۃ:243)﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ یا اس شخص کی مانند جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں کے اوپر اوندھی پڑی تھی، اس نے کہا: ''اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو کیسے زندہ کرے گا؟'' تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک موت دے دی، پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا: ''تم کتنی دیر رہے؟'' اس نے کہا: ''میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ رہا'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بلکہ تم سو سال تک رہے، سو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ بالکل بھی خراب نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کیسے ہم ان کو اٹھا کر جوڑتے ہیں پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں۔'' پھر جب اس پر خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا: ''میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟'' اس نے کہا: ''کیوں نہیں؟ لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو پرندوں میں سے چار لے کر انہیں اپنے سے مانوس کرو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف بھاگتے چلے آئیں گے۔'' اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (البقرۃ:259،260) ﴿2﴾ تاکہ تم عقل سے کام لو اور ان کاموں سے رک جاؤ جو تمہارے لیے ضرر رساں ہیں۔

﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (74) ﴾

''پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی طرح یا سختی میں اس سے بڑھ کر ہو گئے اور بے شک پتھروں میں سے یقیناً کچھ وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بے شک ان میں سے یقیناً وہ بھی ہے جو پھٹ جاتا ہے تو اس میں سے پانی نکل آتا ہے اور بے شک ان میں سے ہے جو یقیناً اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو۔'' (74)

سوال1: ﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ﴾ ''پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ پھر تمہارے دل سخت ہو گئے کہ ان پر نصیحت اثر نہیں کرتی ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ﴾ مقتول کے جی اٹھنے کے واقعے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر کیے جانے والے عظیم انعامات کے بعد یہود کے دل سخت ہو گئے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے جیسے تمہیں انعامات سے نوازا، جیسے اپنی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ کرایا تو آپ لوگوں کے دل نرم پڑنے چاہیے تھے مگر وہ سخت ہو گئے۔

سوال2: ﴿ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ﴾ ''تو وہ پتھروں کی طرح یا سختی میں اس سے بڑھ کر ہو گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ ﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے دلوں کی سختی کے بارے میں واضح فرمایا کہ وہ پتھر کی مانند ہیں جو لوہے سے زیادہ سخت ہوتا ہے کیونکہ لوہا پگھل جاتا ہے جب کہ پتھر کبھی نہیں پگھلتا۔ ﴿2﴾ ﴿ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ﴾ یعنی پتھروں سے بھی زیادہ سخت یعنی دلوں کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سختی پتھروں سے کسی بھی طور کم نہیں۔

سوال3: دل کی سختی سے کیا مراد ہے؟

جواب: دل کی سختی سے مراد ہے:﴿1﴾ دل پر کسی ہدایت یا نشانی کا اثر نہ ہونا۔﴿2﴾ دل کا اچھی بات کے لیے بند ہوجانا۔﴿3﴾ دل کا نہ پگھلنا۔﴿4﴾ حق قبول کرنے کے لئے دل کا بند ہوجانا۔

سوال4: دل کب سخت ہوجاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ مسلسل گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دل سخت ہوجاتے ہیں۔﴿2﴾ جب اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس نہ رہے اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی ہو۔﴿3﴾ جب قیامت کے دن اور حساب کتاب کا احساس نہ رہے۔﴿4﴾ جب اپنی غلطی کا احساس نہ ہو اور انسان اپنی غلطیوں کو دوسروں میں دیکھے اور ایک دوسرے پر الزام تراشے تو دل سخت ہوجاتے ہیں۔رب العزت نے دل کی سختی کے بارے میں فرمایا:﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ﴾ چنانچہ ان کے اپنا معاہدہ توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔(المائدہ:13)

سوال5: اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیوں سے مومنوں کے دل پر کیا اثرات مرتب ہونے چاہئیں؟

جواب:﴿1﴾ مومنوں کے دل پگھلنے چاہئیں۔﴿2﴾ دلوں کے اندر تڑپ پیدا ہونی چاہیے۔﴿3﴾ روح کے اندر ارتعاش پیدا ہونا چاہیے۔ رب العزت نے اسی کے بارے میں ارشاد فرمایا:﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور جو حق نازل ہوا ہے اس کے لیے جھک جائیں؟ اور وہ ان لوگوں جیسے نہ ہوجائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ان پر جب لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں سے اکثریت نافرمان ہے۔''(الحدید:16)

سوال6:﴿ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاۗءُ ۭ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ﴾ ''اور بے شک پتھروں میں سے یقیناً کچھ وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بے شک ان میں سے یقیناً وہ بھی ہے جو پھٹ جاتا ہے تو اس میں سے پانی نکل آتا ہے اور بے شک ان میں سے ہے جو یقیناً اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے دل کی سختی کو پتھر کی سختی سے زیادہ شدید کیوں قرار دیا؟

جواب: رب العزت نے فرمایا:﴿ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا، ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔(الحشر:21)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پتھر کی سختی	دل کی سختی
1۔پتھروں سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں،	1۔انسان کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنسو نہیں نکلتے۔
2۔پتھروں سے پانی نکل آتا ہے،	2۔انسان کے دل سے خیر (نیکی) کا کوئی جذبہ باہر نہیں نکلتا، مال نہیں نکلتا، نیکی کا کوئی کام نہیں ہوتا۔
3۔پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرز اٹھتے ہیں،	3۔دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے نہیں لرزتا، اس کی اطاعت نہیں کرتا اور نماز میں خشوع وخضوع نہیں ہوتا۔

سوال7: رسول اللہ ﷺ نے دل کی سختی کی کیا نشانیاں بتائی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ''چار چیزیں بدبختی اور شقاوت کی علامت ہیں: اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنکھوں سے آنسو نہ بہنا، دل کا سخت ہوجانا، امیدوں کا بڑھ جانا، لالچی بن جانا۔'' (مسند بزار:3230) ﴿2﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا زیادہ باتیں نہ کیا کرو کیونکہ کلام کی کثرت دل کو سخت کردیتی ہے اور سخت دل والا اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہوجاتا ہے۔'' (ترمذی:2411) ﴿3﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: زیادہ ہنسا نہ کرو، زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کردیتا ہے۔ (ابن ماجہ:4193)

سوال8: انسان کے دل کو پتھر کے ساتھ تشبیہ کیوں دی گئی؟

جواب: امام رازی لکھتے ہیں کہ جب ایک شے میں دوسری شے سے متاثر ہونے کی صلاحیت ہو اور پھر کسی عارضہ کے سبب وہ صلاحیت سلب ہوجائے تو عربی زبان میں اس پر ''قاسی'' کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یہی حال انسان کے دل کا ہے کہ اس میں دلائل وآیات سے متاثر ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے مگر جب عوارض کے سبب وہ صلاحیت سلب ہوجاتی ہے تو عدم تاخر میں اسے پتھر کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ (اشرف الحواشی:14)

سوال9: دل کی سختی کیسے دور کریں؟

جواب: ﴿1﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے دریافت فرمایا: ''اس زنگ کو کیسے دور کیا جائے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت اور کثرت سے آخرت کی یاد۔'' (مشکوۃ) ﴿2﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے دل کی سختی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہوجائے تو مسکین کو کھانا کھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو۔ (مسند احمد:2/263، مجمع الزوائد:8/160) ﴿3﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سیدنا اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے دل پر (کبھی کبھی) کچھ غفلت آجاتی ہے، اسی وجہ سے میں دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔'' (مسلم:6858)

سوال10: ﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو'' دل کی سختی کو دور کرنے کے لیے یہ عقیدہ کیسے مددگار رہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی وہ تمہارے چھوٹے بڑے تمام اعمال کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ (الزلزال7,8) ﴿2﴾ انسان جب غور وفکر کے نتیجے میں اس حقیقت کو پالیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا ہوا نہیں تو انسان اپنے اعمال کی تبدیلی کے لئے آمادہ ہوجاتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں جو تم عمل کرتے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں ہے۔ جو تم سے چھپا ہے اسے اللہ تعالیٰ کھول سکتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ زمین میں چھپے ہوئے بیج کو کونپل کے نکلنے سے کھول دیتا ہے ایسے ہی گناہ اپنے اثرات سے کھل جاتے ہیں۔ ﴿4﴾ انسان کو جب غور وفکر کے نتیجے میں یہ پتہ چل جاتا ہے کہ ہر چیز اپنے انجام کو پہنچتی ہے تو اسے برے اعمال کے بارے میں فکر لاحق ہوجاتی ہے کہ یہ مجھے انجام تک پہنچا کر رہیں گے۔ یوں انسان اللہ تعالیٰ کے غافل نہ ہونے کے علم سے اپنی غفلت دور کرلیتا ہے۔

﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ(75)﴾

''تو کیا تم طمع رکھتے ہو کہ وہ تمہارے لیے ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ یقیناً ان میں سے ایک گروہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنتا ہے پھر اس کے بعد اس کو بدل دیتے ہیں کہ وہ اسے سمجھ لیتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔'' (75)

سوال1: ﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ﴾ ''تو کیا تم طمع رکھتے ہو کہ وہ تمہارے لیے ایمان لے آئیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو یہود کے حلیف تھے اور ان کے درمیان رضاعت اور ہمسائیگی تھی۔ وہ چاہتے تھے کاش یہودی اسلام لے آئیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (البحر المحیط:271/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے بارے میں ایمان والوں کی امیدوں کو ختم کردیا کہ تم ان کے ایمان کی طمع نہ رکھو ان کا طرز عمل تو ایسا ہے کہ ان سے ایمان کی امید نہیں رکھی جاسکتی۔

سوال2: مسلمان یہودیوں کے بارے میں یہ امید کیوں رکھتے تھے کہ وہ آپ ﷺ کی بات مان لیں گے؟

جواب: یہودی اہلِ کتاب تھے اور رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے آپ ﷺ کے انتظار میں تھے۔ یہودیوں کی باتیں سن سن کر بہت سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لوگوں کے دل میں اسلام قبول کرنے کا جذبہ ابھرا تھا۔اس لئے امید تھی کہ وہ آگے بڑھ کر ساتھ دیں گے اور آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے۔

سوال3: ﴿وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ ''حالانکہ یقیناً ان میں سے ایک گروہ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنتا ہے'' کیا اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کے علاوہ بھی کسی اور مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہودی کلام اللہ سن کر، خوب سمجھ کر جان بوجھ کر اس میں تحریف کرتے تھے۔یوں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کلام اس لیے سنتے تھے کہ اسے بدل ڈالیں۔﴿2﴾ آج مسلمانوں میں بھی ایسے افراد ہیں جو کلام اللہ اس لیے سنتے اور پڑھتے ہیں کہ وہ اس کو اپنی مرضی سے بدل ڈالیں۔وہ اس کے الفاظ بدل نہیں سکتے لیکن عملی صورتیں بدل دیتے ہیں۔

سوال4: ﴿ثُمَّ يُحَرِّفُونَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ﴾ ''پھر اس کے بعد اس کو بدل دیتے ہیں کہ وہ اسے سمجھ لیتے ہیں'' کتاب اللہ کو سمجھ لینے کے بعد اس میں تحریف کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہودی کتاب اللہ کو سمجھ کر جان بوجھ کر اس کے معانی میں تحریف کرتے تھے۔﴿2﴾ تحریف کہتے ہیں کتاب اللہ کے احکامات کو بدل ڈالنا، چاہے اس کے الفاظ بدلے جائیں، معانی بدل دیئے جائیں یا اس کی تفسیر بدل دی جائے۔﴿3﴾ تحریف یہ کی جاتی تھی کہ حرام کو حلال، حلال کو حرام، حق کو باطل اور باطل کو حق بتایا جاتا تھا۔

سوال5: کتاب اللہ میں تحریف کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: کتاب اللہ میں تحریف اس لئے کی جاتی ہے کہ خواہشات پوری کی جاسکیں۔یوں اللہ تعالیٰ کے دین کو خواہشات کا دین بنالیا جاتا ہے۔

سوال6: کیا آج بھی یہ تحریف ہوتی ہے؟

جواب: قرآن حکیم کی حفاظت کی ذمہ داری رب العالمین نے لی ہے۔الفاظ میں تبدیلی کرنا تو ممکن نہیں لیکن الفاظ کے معانی اور مفہوم بدلنے کا کام آج بھی جاری ہے۔دین کے بنیادی تصورات کو اپنی خواہشات کے مطابق بدلنے کی کوشش کی جارہی ہے۔مثال کے طور پر شرک کا مفہوم، نبی ﷺ کی حیثیت، آخرت کی کامیابی کا عقیدہ، پردے کے احکامات، حلال وحرام کے احکامات، سود کے احکامات وغیرہ۔

سوال7: ﴿وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور وہ جانتے ہیں'' کہہ کر اللہ تعالیٰ نے کس حقیقت کی نشاندہی کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہودی تورات کو سننے سمجھنے کے باوجود اسے بدل ڈالتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ﴿وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ سے توجہ دلائی ہے کہ وہ یہ حرکت سوچ سمجھ کر، جانتے بوجھتے ارادے سے کرتے تھے اور وہ یہ جانتے ہوئے کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف ہے۔﴿2﴾ اس سے ان کی چالبازی، منافقت اور فریب کاری کی طرف نشاندہی کی گئی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جان بوجھ کر حق کو چھپاتے اور تحریف کرتے ہیں۔ایسے لوگوں سے جو اپنی کتاب کو جسے وہ باعث شرف سمجھتے ہیں اور اسے بدل ڈالتے ہیں کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ایمان لے آئیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (76) ﴾

''اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب بعض ان کا بعض کی طرف تنہا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ کیا تم انہیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تا کہ وہ ان کے ساتھ تمہارے رب کے پاس تم سے جھگڑا کریں تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' (76)

سوال1: ﴿ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ﴾ ''اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جب وہ ایمان والوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تو محض زبان سے ہی اظہار کرتے ہیں جب کہ ایمان ان کے دلوں میں نہیں ہوتا۔

سوال2: ﴿ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ ''اور جب بعض ان کا بعض کی طرف تنہا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ کیا تم انہیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تا کہ وہ ان کے ساتھ تمہارے رب کے پاس تم سے جھگڑا کریں تو کیا تم سمجھتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا ﴾ یعنی جب وہ اکیلے میں یہودیوں سے ملتے ہیں جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿ اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ﴾ ''کیا تم انہیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں'' کیا تم ان کے سامنے اپنے ایمان کا ظہار کرتے ہو؟ وہ رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرتے تھے۔ جب اہل ایمان ان کے پاس جاتے تو کہتے وہ آپ کے رسول ہیں ہمارے نہیں اور جب وہ آپس میں بیٹھتے تو کہتے کیا تم ان کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہو؟ یہ چیز ان کے لیے تمہارے خلاف حجت بن جائے گی۔ اہل ایمان اپنے رب کے ہاں تمہارے خلاف دلیل دیں گے۔ وہ ایک دوسرے کو ملامت کرتے تھے کہ عربوں سے اس قسم کی باتیں کیوں کرتے ہو ان باتوں سے وہ تم لوگوں پر غالب آجائیں گے اور قیامت کے دن تمہیں لاجواب کر دیں گے۔ آخر ہم اللہ تعالیٰ کے رسول کی تلاش میں اس علاقے میں آئے۔ تم اس رسول کے لیے دعائیں کرتے تھے کہ وہ آئے تو تم عربوں کے ساتھ جنگ کرو گے اور تورات میں تم سے نبی امی کی پیروی کا عہد لیا گیا ہے۔ اب وہ رسول مسلمانوں سے کہتا ہے کہ میں وہی نبی ہوں جس کی خبر تورات میں ہے اور یہود جس کا انتظار کر رہے تھے۔ اب اگر یہ باتیں تم انہیں بتاتے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تو وہ اپنے رب کے حضور جھگڑا کریں گے۔ تم اس نبی کی رسالت کا انکار کر دو اور ان کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دو۔ ﴿3﴾ ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ ''تو کیا تم سمجھتے نہیں'' کیا تمہیں اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بات کی سمجھ نہیں کہ تم انہیں وہ بات بتا رہے ہو جو تمہارے خلاف حجت بن جائے گی۔

سوال3: یہود ایمان والوں کے سامنے اپنے آپ کو ایمان والا کیوں ظاہر کرنا چاہتے تھے؟

جواب: مدینہ میں نبی ﷺ کی آمد کے بعد آپ ﷺ کو ریاست کا سربراہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ یہودی اس ریاست کے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ بنا کر رکھنے پر مجبور تھے کیونکہ اسی صورت میں ان کے مفادات محفوظ رہ سکتے تھے اسی مفاد پرستی کی وجہ سے وہ ایمان والوں کے سامنے اپنے آپ کو ایمان والا ظاہر کرنا چاہتے تھے۔

سوال4: وہ کون سی بات تھی جو وہ مسلمانوں کے سامنے کھولنے سے ایک دوسرے کو روکتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ یہود کتمان حق یعنی حق چھپانے کے مجرم تھے۔ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کے بارے میں جو خوش خبریاں موجود تھیں ان کو چھپاتے تھے۔ ﴿2﴾ یہود ان احکامات کو چھپاتے تھے جن میں نبی ﷺ کا ساتھ دینے کا حکم تھا۔

﴿اَوَ لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ(77)﴾

''کیا وہ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔''(77)

سوال: ﴿اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ﴾ ''کیا وہ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے بنی اسرائیل کے عقیدے کی خرابی کی نشاندہی کی ہے۔ ﴿2﴾ ہر چند کہ وہ اپنے ان عقائد کو چھپاتے ہیں جو ان کے مابین معروف ہیں اور وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے اپنے عقائد کو چھپایا ہوا ہے تاکہ یہ چیز اہل ایمان کے لیے ان کے خلاف حجت نہ بنے تاہم وہ اس بارے میں غلطی پر ہیں اور بہت بڑی جہالت میں مبتلا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے۔ اس کے بندے جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کر دے گا۔ (تفسیر سعدی:127/1)

﴿وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ(78)﴾

''اور ان میں کچھ ان پڑھ بھی ہیں جو کتاب کا علم ہی نہیں رکھتے سوائے چند آرزوؤں کے اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ گمان کرتے ہیں۔''(78)

سوال1: ﴿وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ﴾ ''اور ان میں کچھ ان پڑھ بھی ہیں جو کتاب کا علم ہی نہیں رکھتے سوائے چند آرزوؤں کے اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ گمان کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾﴿وَمِنْهُمْ﴾ اور ان اہل کتاب میں سے ہیں ۔﴿2﴾﴿اُمِّيُّوْنَ﴾ ان پڑھ لوگ بھی ہیں جو علم والوں میں شامل نہیں۔ ﴿3﴾﴿لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ﴾ وہ کتاب کا نہ علم رکھتے ہیں، نہ اس پر عمل کرتے ہیں، نہ اس کے پیغام کو پہنچاتے ہیں، تلاوت کے سوا ان کا کتاب میں کوئی حصہ نہیں، ان کے پاس اپنے سے پہلے لوگوں کی بھی خبر نہیں ۔﴿4﴾﴿وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ گمان کرتے ہیں۔یعنی ان کے پاس گمان اور اہل علم کی تقلید کے سوا کچھ نہیں۔﴿5﴾ قرآن مجید نے ان کی آرزوؤں کا حوالہ دیا ہے۔﴿وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ﴾ اور انہوں نے کہا ''جہنم کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن۔'' (البقرہ:80)﴿6﴾﴿وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ﴾ اور انہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو، یہ ان کی تمنائیں ہیں۔(البقرہ:111)﴿7﴾﴿قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں کے ماسوا خاص تمہارے ہی لیے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔(البقرہ:94)﴿8﴾﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾ اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔(المائدہ:18)﴿9﴾رب العزت نے فرمایا:﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ نہ تمہاری تمناؤں پر (مدار) ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی بھی برا عمل کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی۔ (النساء: 123)﴿10﴾اور فرمایا:﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا﴾ یقیناً گمان حق کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہیں آتا۔(یونس:36)

سوال2: اللہ رب العزت نے کن لوگوں کو امی کہا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو امی یعنی ان پڑھ کہا ہے جو کتاب کا علم نہیں رکھتے ، جو کتاب سے آرزوئیں رکھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں۔﴿2﴾ آج بھی مسلمانوں کے اندر ایسے ان پڑھ افراد کی کثرت ہے جو دنیا کے علوم رکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم نہیں رکھتے۔﴿3﴾اگر آج ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب نہ پڑھیں تو ہمارا شمار امیوں میں ہوگا۔اگر ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب نہ جانیں تو یہ ہماری بھول ہے کہ ہمارا ایمان مکمل ہوگا۔

سوال3: یہودی عوام محض آرزوئیں رکھتے تھے۔ان آرزوؤں سے کیا مراد ہے؟

جواب: آرزوؤں سے مراد وہ جھوٹے قصے کہانیاں ہیں جو انہوں نے اپنے دین کے نام پر گھڑ رکھے تھے۔ان کا خلاصہ یہ تھا کہ جہنم کی آگ یہودیوں کے لیے نہیں ہے۔بزرگوں کے نام سے ایسی باتیں منسوب کی گئی تھیں جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ جہنم کی آگ سے نجات پانے اور جنت میں داخلے کے لیے معمولی معمولی چیزیں بھی کافی ہیں۔یہ سستے نسخے ان کو بہت پسند تھے کیونکہ ان کی وجہ سے غیر ذمہ دارانہ رویئے کو بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور یہودی عالم انہیں جو کہانیاں سناتے تھے وہ ان میں بہت مقبول تھیں۔

سوال4: انسان وہم وگمان پر زندگی کی بنیاد کیوں رکھتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾انسان جب اپنی ذات، کائنات اوراپنے خالق کے بارے میں وحی کے دیئے ہوئے علم سے جواب نہیں لیتا تو علم کی روشنی کے بغیر وہم وگمان کے اندھیروں میں چلا جاتا ہے۔یوں اپنی زندگی کی بنیاد وہم وگمان پر رکھ لیتا ہے۔﴿2﴾انسان جب وحی الٰہی سے زندگی کے مقصد کونہیں سمجھتا تو محض دل کی خواہشات اوراچانک پیدا ہونے والے خیالات یا معاشرے کے توہمات پر زندگی کے مقصد کومتعین کر لیتا ہے اور یوں ایک قیمتی زندگی کو وہم وگمان دیمک کی طرح چاٹ جاتا ہے۔﴿3﴾انسان جب وحی الٰہی سے اپنی کوششوں کے انجام کونہیں سمجھتا تو وہم وگمان کی بنیاد پر اپنے انجام کا تعین خود کر لیتا ہے یوں خود ساختہ نجات کے تصورات سے اپنی زندگی کو آگ لگانے کی تیاری کر لیتا ہے اور وہم وگمان کی بنیاد پر بالآخر موت کے بعد جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔

سوال5: گمان پر زندگی کی بنیاد رکھنے کے نقصانات بتائیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:﴿وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ان میں سے اکثر لوگ نہیں پیروی کرتے مگر ایک گمان کی، یقیناً گمان حق کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہیں دیتا۔(یونس:36)﴿1﴾ گمان سچائی کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔﴿2﴾ گمان پر زندگی کی بنیاد رکھنے سے زندگی انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ(79)﴾

''تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تا کہ اس کے بدلے میں وہ تھوڑی سی قیمت وصول کریں پس ان کے لئے تباہی ہے اس چیز کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا ہے اور ہلاکت ہے ان کے لیے اس کی وجہ سے جو وہ کماتے ہیں۔''(79)

سوال1:﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ﴾''تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سخت تنبیہ کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف کرتے ہیں کہ ہلاکت اور عذاب ہے ان لوگوں کے لیے جو تورات میں تحریف کرتے ہیں اور تحریف شدہ آیات کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں۔(صفوۃ التفاسیر:63/1)﴿2﴾وہ ایسا اس لئے کرتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے کچھ دنیاوی فائدے حاصل کر لیں مثلاً مال، عزت، اقتدار، مقبولیت عامہ وغیرہ۔

سوال2:﴿ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ﴾''پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وہ اپنے پیروکاروں سے یہ کہتے ہیں کہ وہ چیز جو تمہارے پاس ہے تورات کی نصوص میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نازل کیا۔اس کے ساتھ کہ وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں۔(صفوۃ التفاسیر:63/1)﴿2﴾ یہ کتمان حق اور باطل کا اظہار ہے، وہ علم رکھنے کے باوجود ایسا کرتے ہیں۔

سوال3:﴿لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ ''تا کہ اس کے بدلے میں وہ تھوڑی سی قیمت وصول کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کہ وہ اس تحریف کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت لے لیں۔﴿2﴾﴿ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ کتاب اللہ کے مقابلے میں قیمت ہے جو پوری زمین کی دولت ہوتب بھی قلیل ہے۔﴿3﴾ یہودی عالم اپنے علم سے دنیا کماتے تھے۔وہ عوام کو مفت جنت حاصل کرنے کا طریقہ بتاتے تھے۔اس سے ان کے اوپر نذرانوں کی بارش کردی جاتی تھی اور یوں لوگ مفت جنت کے بدلے ان علماء کو مفت دنیا فراہم کردیتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے میں فرمایا کہ ان کی یہ کمائی ان کے لیے ہلاکت کا باعث ہے۔﴿4﴾ یہودی عالم کتاب کی پیروی کرنے کے حکم کو تبدیل کرکے ایسے مشورے دیا کرتے تھے جس کے ذریعے لوگ اپنا جرم چھپا سکیں یا جس کی وجہ سے لوگ اپنی معذرت پیش کرسکیں یا اپنے گناہوں پر پردہ ڈال سکیں اور مطمئن ہوجائیں کہ یہ سب دین کے مطابق ہے۔وہ اس پر لوگوں سے بھاری جرمانے وصول کرتے تھے تا کہ انہیں دین دار ثابت کیا جاسکے۔کتاب کے بدلے میں لوگ مال،شہرت اور اقتدار حاصل کرتے ہیں۔

سوال4: اللہ رب العزت نے اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ کر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کا کیا انجام بتایا ہے؟

جواب: اللہ رب العزت نے فرمایا کہ جو کچھ وہ اپنے ہاتھوں سے لکھ رہے ہیں اور جو کچھ وہ کمارہے ہیں،اس کے بدلے ان کے لئے ہلاکت،تباہی اور بربادی ہے۔

سوال5:﴿فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ﴾ ''پس ان کے لئے تباہی ہے اس چیز کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا ہے اور ہلاکت ہے ان کے لیے اس کی وجہ سے جو وہ کماتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہود کے ظلم کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اس طرح ایک جانب ان کا سچا دین چھپا لیتے ہیں اور دوسری جانب وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔﴿2﴾﴿وَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ﴾ ''ہلاکت ہے ان کے لیے اس کی وجہ سے جو وہ کماتے ہیں۔'' ویل عذاب کی شدت اور حسرت کو کہا جاتا ہے۔ان کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے جو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر فروخت کرکے کماتے ہیں۔﴿3﴾ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ''تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کیوں پوچھتے ہو جب کہ تمہاری کتاب جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی وہ تازہ بھی ہے اور محفوظ بھی اور تمہیں اس نے بتا بھی دیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنا دین بدل ڈالا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تبدیلی کردی اور اسے اپنے ہاتھ سے از خود بنا کر لکھا اور کہا کہ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے تا کہ اس کے ذریعے دنیا کا تھوڑا سا مال کمالیں۔تمہارے پاس جو علم ہے وہ تمہیں ان سے پوچھنے سے منع کرتا ہے۔واللہ! میں تو نہیں دیکھتا کہ اہل کتاب میں سے کوئی تم سے اس کے بارے میں پوچھتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔'' (بخاری:7363)﴿4﴾ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان یہود علماء کی مذمت کی ہے جو تورات کی آیات کو بدل دیتے تھے لیکن دین اسلام کے آنے کے بعد ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو بدعتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قرآن وسنت میں تحریف کرتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:48/1)

﴿وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(80)﴾

''اورانہوں نے کہا:''جہنم کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن''۔کہہ دو:''کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے تو وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرے گا یا تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے؟''(80)

سوال1:﴿وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً﴾''اورانہوں نے کہا''جہنم کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد یہ ہے کہ آگ ہمیں تھوڑے دن ہی چھوئے گی پھر ہمیں آگ سے نکال لیا جائے گا۔اس عقیدے کی وجہ یہ تھی کہ یہودی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا لاڈلا سمجھتے تھے۔﴿2﴾یہودی کہتے تھے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور ہم ہر ہزار سال کے بدلے ایک دن دوزخ میں رہیں گے۔اس لحاظ سے جہنم جانے کی کل مدت سات دن بنتی ہے۔﴿3﴾ان میں سے کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ ہم نے چالیس دن بچھڑے کی عبادت کی ہے اس لئے چالیس دن جہنم میں رہیں گے۔﴿4﴾آخرت کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے چہیتے ہونے کی وجہ سے بچ جائیں گے،انسان کو دنیا میں اپنی فکر کرنے سے،جواب دہی کے احساس سے اور نیک اعمال سے روک دیتا ہے۔

سوال2: یہودی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے باوجود کیوں مطمئن تھے؟

جواب:﴿1﴾یہود کا عقیدہ خراب تھا اس لئے وہ نافرمانیاں کر کے مطمئن رہتے تھے۔﴿2﴾یہود کے اندر عقیدے کی خرابی کی وجہ سے سرکشی آ گئی تھی۔وہ سمجھتے تھے کہ نافرمانیاں کرنے سے ہمارا کچھ بگڑنے والا نہیں اور کوئی ہمیں پکڑنے والا نہیں۔اس لئے وہ نافرمانیوں پر مطمئن رہتے تھے۔﴿3﴾یہود نبیوں کی اولاد ہونے کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ ہماری نافرمانیوں پر ہمیں نہیں پکڑا جائے گا۔

سوال3: جو لوگ اس خوش گمانی میں مبتلا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے حقوق محفوظ ہو چکے ہیں، سچی دعوت پر ان کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟

جواب: ایسے لوگ سچی دعوت کو گوارا نہیں کر سکتے کیونکہ(الف)سچی دعوت ان کو اپنی میٹھی نیند اور میٹھے خواب خراب کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔(ب)سچی دعوت زندگی کے حقائق کو واضح طور پر سامنے لے آتی ہے جس کو وہ لوگ سمجھنا نہیں چاہتے۔لہٰذا وہ ایسی دعوت پر تنقید کرتے ہیں،اس کا مذاق اڑاتے ہیں،اس کے مخالف بن جاتے ہیں اور اس کے راستے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: اللہ تعالیٰ نے یہود کے دعوت حق پر ایمان نہ لانے کے کون سے اسباب بیان کیے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ علماء کے ایمان نہ لانے کے اسباب: (i) اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر، سمجھ کر جان بوجھ کر بدل ڈالتے ہیں۔ (ii) دورخے (منافق) ہیں۔ (iii) حق کو چھپاتے ہیں۔ (iv) اپنے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کی کتاب لکھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (v) کتاب پر معاوضہ حاصل کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ عوام کے ایمان نہ لانے کے اسباب: (i) کتاب کے بارے میں بے بنیاد امیدیں رکھتے ہیں۔ (ii) کتاب کے بجائے وہم وگمان پر چلتے ہیں۔ (iii) کتاب کا علم نہیں رکھتے۔ ﴿3﴾ مشترکہ سبب: یہ یقین کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی یعنی عقیدے کی خرابی کہ آخرت کا گھر ہمارے لیے ہے۔

سوال5: ﴿قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ﴾ ''کہہ دو کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے تو وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اے رسول ان سے کہہ دو: ﴿1﴾ کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لے رکھا ہے؟ ایسا ہے تو وہ وعدہ شکنی ہرگز نہ کرے گا۔ ﴿2﴾ کیا تم ایسی بات کہتے ہو جس کی حقیقت سے خود ہی ناواقف ہو؟ علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ذمے کوئی بات لگانا سب سے بڑا حرام اور سب سے بڑی برائی ہے۔ کیا رسولوں پر ایمان لاکر ان کی اطاعت نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد لے رکھا ہے؟ اگر ایسا ہے تو یقیناً یہ وعدہ صاحب وعدہ کی نجات کا باعث بنے گا۔

سوال6: قرآن یہود کی اس غلط فہمی کہ ''جہنم کی آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی مگر چند دن'' کا کیا جواب دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید میں رب العزت نے اس کا جواب دیا ہے کہ جو بھی بدی کمائے گا اور اپنی خطاؤں، گناہوں اور نافرمانیوں میں گھر جائے گا وہ دوزخی ہے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا۔ ﴿2﴾ جو لوگ ایمان لائیں گے، نیک عمل کریں گے، وہ جنتی ہیں اور جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

سوال7: ﴿اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''یا تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کیا تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ایسا معاملہ لگاتے ہو جس کا آپ کو علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس دعوت کی صداقت دو میں سے ایک امر پر ہے: ﴿1﴾ یا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے نجات کا عہد لیا ہوگا تب تو ان کا وعدہ درست ہے۔ ﴿2﴾ یا لوگ بہتان لگا رہے ہیں اور یہ عذاب اور رسوائی کے لیے کافی ہے۔ (تفسیر سعدی: 129/1)

﴿بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (81)﴾

''کیوں نہیں! جس نے برائی کمائی اور اس کے گناہ نے اسے گھیرے میں لے لیا تو وہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والے ہیں۔''(81)

سوال1:﴿بَلٰی مَنۡ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّ اَحَاطَتۡ بِہٖ خَطِیۡٓـَٔتُہٗ﴾'' کیوں نہیں! جس نے برائی کمائی اوراس کے گناہ نے اسے گھیرے میں لے لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾سعدی نے کہا:﴿سَیِّئَۃً﴾وہ گناہ ہیں جن پر عذاب کا وعدہ ہے۔(جامع البیان:464/1)﴿2﴾یہاں اس سے مراد شرک ہے۔ ﴿3﴾ضحاک نے کہا ہے:﴿وَّ اَحَاطَتۡ بِہٖ خَطِیۡٓـَٔتُہٗ﴾یعنی وہ اپنے گناہوں کے ساتھ مر گیا۔(جامع البیان:461/1)اس کا مطلب یہ ہے کہ برائیوں نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا۔انسان اپنی سوچ سے گھرتا ہے۔پہلی بار برائی کرنا مشکل ہوتا ہے مگر شیطان برائی کو دل پسند بنا کر دکھاتا ہے۔اندر ہی اندر سوچیں خراب ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ پھر شیطان اگلی برائی کے لئے آمادہ کرتا ہے۔یوں برائیوں کی تزئین سے انسان کے لیے برائیاں کرنا آسان ہوجاتی ہیں۔ایک برائی کرنے سے دوسری برائیوں کے راستے کھل جاتے ہیں جیسے ایک جھوٹ سے کئی جھوٹ کے راستے کھلتے ہیں۔یوں انسان برائیوں کے چکر میں پھنس جاتا ہے۔انسان جب برے کام کرتا ہے تو اس کی دوستی بھی برے لوگوں سے ہوتی ہے۔پھر اگر انسان برائی سے نکلنا چاہتا ہے تو دوست نکلنے نہیں دیتے۔یوں انسان خطا کاری کے چکر میں پھنس جاتا ہے اوراس کی برائیاں اسے گھیر لیتی ہیں۔﴿4﴾یعنی جس کے گناہوں نے اسے گھیر لیا ہو اور یہ گناہ شرک ہے اس لیے کہ مومن موحد کا گناہ اسے ہر چہار جانب سے احاطہ نہیں کر پاتا۔﴿5﴾قرآن مجید برائیوں کو انسان کی کمائی کہتا ہے کیونکہ انسان کمانے کے لئے وقت، صلاحیتیں، قوتیں اور مال لگاتا ہے۔زندگی میں انسان جو کام کرتا ہے یہ بھی اس کی کمائی ہے کیونکہ وہ اپنی زندگی کا قیمتی وقت، صلاحیتیں،قوتیں اور مال لگاتا ہے۔پھر اس سے برے کام کرتا ہے تو یہ برائی ہی اس کی کمائی ہے۔

سوال2:انسان خطاؤں کے اس چکر سے کیسے نکل سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان خطاؤں کے اس چکر سے تب نکل سکتا ہے جب وہ برائی سے کراہت محسوس کرے۔﴿2﴾جب وہ برائی کے نقصان کو شعوری طور پر محسوس کرنے لگے اور یہ تب محسوس کرے گا جب وہ ہر موقع پر سوچے گا اور یہ تبھی ممکن ہے کہ انسان زندگی کے مقصد کو سمجھے،اپنے آنے اور دنیا سے جانے کی حقیقت کو سمجھے،اللہ تعالیٰ کی کتاب اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا علم حاصل کرے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور توبہ کرے۔﴿4﴾آئندہ کبھی نہ کرنے کا عہد کرے۔﴿5﴾یہ سب کچھ تبھی ممکن ہوگا جب صحبت بدل جائے گی۔

سوال3:کیا خطائیں ہلاکت کا سبب بن جاتی ہیں؟

جواب:سیدنا ابوبختری نبی ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''لوگ ہلاک نہیں ہوں گے یہاں تک کہ ان کے گناہ بہت زیادہ ہوجائیں۔''(ابوداؤد:4347)یا اللہ! ہمیں خطاؤں سے بچالے،ہماری مغفرت فرمادے۔(آمین)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: ﴿فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''تو وہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: شرک ایسا گناہ ہے جو ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنے کا سبب بنے گا جب کہ اہل توحید جہنم سے نکال لیے جائیں گے۔ اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ جہنم میں ہمیشہ کے لیے صرف کافر ومشرک ہی رہیں گے۔ گناہ گار موحدین جہنم سے نکال دیئے جائیں گے۔ نبی کریم ﷺ کی سنت سے یہی ثابت ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:465/1)

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (82)﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، وہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (82)

سوال1: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں گے۔ ﴿2﴾﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ کوئی عمل صالح نہیں ہوسکتا جب تک خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور محمد ﷺ کی اتباع میں نہ ہو۔ ﴿3﴾ سلف وصالحین کا اجماع ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے اس لیے جن آیتوں میں ایمان کے بعد عمل صالح کا ذکر ہوا ہے وہاں عام کے بعد خاص کا ذکر مقصود ہے۔ اور مقصود عمل صالح کے لیے مزید رغبت دلانا ہے۔ کوئی بھی عمل اسی وقت عمل صالح ہوگا جب اس میں دو شرطیں پائی جائیں پہلی شرط یہ ہے کہ اس عمل سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عمل رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔ (تیسیر الرحمٰن: 50/1)

سوال2: ﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''وہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے فرمایا: ﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (123) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴾ نہ تمہاری تمناؤں پر (مدار) ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی بھی برا عمل کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔ اور جو بھی نیک اعمال میں سے کوئی عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ (النساء:123,124)

سوال3: اللہ تعالیٰ کے انسان کے بارے میں آخری فیصلے کی بنیاد کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جنت ان لوگوں کے لئے بنائی ہے جو اللہ تعالیٰ کو، اس کے احکامات کو دل سے مان لیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکوع نمبر10

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ(83) ﴾

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور والدین اور رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے احسان کرو گے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پھر تم میں سے تھوڑے سے لوگوں کے ماسوا سب اس عہد سے پھر گئے اور تم منہ موڑنے والے تھے۔''(83)

سوال1: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ ''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ احکام ان اصول دین میں سے ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہر شریعت میں دیا، کیونکہ یہ احکام ہر زمان ومکان میں مصالحہ عامہ پر مشتمل ہیں۔ دین میں ان کی حیثیت بنیاد کی سی ہے جو منسوخ نہیں ہوسکتی۔ ﴿2﴾ بنابریں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان اصولوں پر عمل کرنے کا حکم اس فرمان میں دیا ہے۔ ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَۨا ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور پہلو کے ساتھی اور مسافر کے ساتھ اور (ان کے ساتھ) جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا فخر کرنے والا ہو۔(النساء:36) ﴿3﴾ ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یاد دلایا ہے کہ تم سے ہم نے اس وقت عہد لیا تھا جب تم اپنے آباء کی پشت میں ذرے کی طرح تھے۔(البحرالمحیط:455/1)

سوال2: بنی اسرائیل سے میثاق کیوں لیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل کو جب بھی کوئی حکم دیا جاتا تھا وہ نافرمانی کرتے تھے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات کی پابندی کروانے کے لیے ان سے پختہ قسمیں اور معاہدے لیے کیونکہ اس کے بغیر وہ حکم کو قبول نہیں کرتے تھے۔

سوال3: میثاق بنی اسرائیل کی شقیں کون سی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا۔ ﴿2﴾ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ ﴿3﴾ رشتے داروں سے حسن سلوک کرنا۔ ﴿4﴾ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ ﴿5﴾ مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ ﴿6﴾ لوگوں سے بھلی بات کہنا۔ ﴿7﴾ نماز قائم کرنا۔ ﴿8﴾ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ﴿9﴾ اپنے بھائیوں کا خون نہ بہانا۔ ﴿10﴾ ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے نہ نکالنا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:﴿لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ﴾ ''تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا منع ہے۔﴿2﴾ یہ دین کی بنیاد ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس بنیاد کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔﴿3﴾ یہ پہلا حکم، پہلا واجب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی توحید اور اس کی اطاعت کرنا اور شرک نہ کرنا۔(الاساس:2/1059)﴿4﴾ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق ہے۔

سوال5: انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ کا پہلا حق کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ نبی ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ بولے: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔فرمایا: اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔پھر فرمایا: جانتے ہو، بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ جب بندے اس کی توحید پر قائم ہوں، شرک سے بے زار ہوں تو ان کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے۔(بخاری:7373)﴿2﴾ رب العزت نے ارشاد فرمایا:﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔(النحل:36) اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں جو رسول بھیجا اسے اپنی توحید سکھانے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ بندوں کو اس کی عبادت کرنے کا حکم دیں۔﴿3﴾﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ یقیناً میرے سوا کوئی معبود نہیں۔پھر تم میری ہی عبادت کرو۔(الانبیاء:25)﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حق یہی ہے کہ صرف اس کی عبادت کی جائے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

سوال6:﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ ''اور والدین سے احسان کرو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے حق کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا ہے اسی لیے رب العزت نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا:﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے اٹھایا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔(لقمان:14)﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔ پوچھا گیا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کی فرماں برداری کرنا۔ پوچھا گیا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔(مسلم:252)﴿4﴾ والدین کے ساتھ حسن سلوک میں قولی اور فعلی ہر رویہ شامل ہے جسے حسن سلوک کہا جا سکتا ہے۔﴿5﴾ والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض ہے اور کسی چیز کی فرضیت کے ساتھ لازم آتا ہے کہ اس کی ضد ممنوع ہو۔﴿6﴾ حسن سلوک کی دو اضداد ہیں برا سلوک کرنا بڑا جرم ہے اور عدم احسان یعنی حسن سلوک نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرنا، دونوں سے روکا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:131/1)والدین کے ساتھ دونوں رویے حرام ہیں۔﴿7﴾جہاں تک اقوال کا تعلق ہے تو فرمایا:﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴾ اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔(بنی اسرائیل:23)یعنی انہیں بری بات کہنے یا ان سے اکتاہٹ کا اظہار کرنے کی بھی ممانعت ہے۔﴿8﴾اور قول کریم کا حکم دیا۔﴿9﴾جہاں تک فعلی حسن سلوک کا تعلق ہے تو ان کی خدمت اور ان کے مطالبات کو پورا کرنا، ان کی ضرورت کے موقع پر ان پر استطاعت کے مطابق خرچ کرنا اور نرمی کا برتاؤ رکھنا اور کلام میں بھی نرمی اختیار کرنا شامل ہے۔(تفسیر منیر:66/3)﴿10﴾والدین کے ساتھ حسن سلوک میں ان کے ساتھ حسن معاشرت، ان کے لیے تواضع، ان کے حکم کی اطاعت، ان کی موت کے بعد ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا وغیرہ شامل ہیں۔(تفسیر منیر:230/1)

سوال7:﴿وَّذِي الْقُرْبٰى﴾''اور رشتے داروں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رشتہ دار خواہ دور کے ہوں یا قریب کے ان کے ساتھ قول وفعل کے ذریعے سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کا عہد لیا گیا اور اپنے قول وفعل کے ساتھ ان کے ساتھ قطع رحمی نہ کرنے کا حکم دیا گیا۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴾ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔(الرحمٰن:60)

سوال8:انسانی معاملات میں کون سا برتاؤ درست ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان کا انسان سے واسطہ پڑے تو انصاف اور خیر خواہی کے مطابق کیا گیا برتاؤ ہی درست ہے۔﴿2﴾قرآن مجید میں گیارہ جگہ رشتہ داروں کے حقوق کا تذکرہ ملتا ہے۔﴿3﴾رب العزت کا فرمان ہے:﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾اور رشتے دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی اور تم بے جا خرچ نہ کرو، بے جا خرچ کرنا۔(بنی اسرائیل:26)﴿4﴾حسن اور فطر نے نبی اکرم ﷺ سے مرفوعاً بیان کیا، فرمایا کہ ''کسی کام کا بدلہ دینا صلہ رحمی نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ نہ کیا جا رہا ہو تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔''(بخاری:5991)﴿5﴾سیدنا سلیمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسکین کو صدقہ دینا صدقہ دینا اور رشتہ دار کو(صدقہ دینا)دو نیکیاں ہیں۔صدقہ بھی اور صلہ رحمی بھی۔(ابن ماجہ:1844)

سوال9:رشتے داروں سے حسن سلوک کرتے ہوئے کن چیزوں کا خیال رکھنا چاہئے؟

جواب:﴿1﴾حسن سلوک اللہ تعالیٰ کی رضا کے تحت ہو۔﴿2﴾بدلے کی توقع نہ ہو۔﴿3﴾حسن سلوک کے بعد بھی زیادتی ہو تو برداشت کرنا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال10: رشتہ داری کیسے جڑتی اور کیسے ٹوٹتی ہے؟

جواب: رشتہ داری حسن سلوک اور رشتے کا احساس کرنے سے جڑتی ہے جب کہ ملاقات نہ کرنے، بدگمانیاں پالنے، رشتے کی حفاظت نہ کرنے سے، اس کا احساس نہ کرنے سے اور خوشیوں اور غموں میں شریک نہ ہونے سے رشتہ داری ٹوٹ جاتی ہے۔

سوال11: ﴿وَالْيَتٰمٰى﴾ ''اور یتیموں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یتیم وہ ہے جو کم سنی میں باپ کے سایہ شفقت سے محروم ہوجائے۔ ﴿2﴾ یتیم کے لیے اس کے آباء میں سے کوئی کمانے والا نہیں ہوتا۔ ﴿3﴾ یتیم کے ساتھ احسان حسن تربیت ہے اور اس کے حقوق کو ضائع ہونے سے بچانا ہے۔ کتاب وسنت میں ان کے ساتھ نرمی، ان کی کفالت کی ترغیب اور ان کے مال کی حفاظت کے بارے میں کثیر وصیتیں ہیں۔ (تفسیر منیر:231/1) ﴿4﴾ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے'' اور آپ ﷺ نے شہادت اور درمیانی انگلیوں کے اشارہ سے (قرب کو) بتایا۔ (بخاری:6005)

سوال12: ﴿وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ ''اور مسکینوں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مساکین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ مسکین وہ محتاج اور تنگ دست ہے جس کے پاس اتنا نہ ہو کہ اپنے بیوی بچوں کا خرچ اٹھالے۔ ﴿2﴾ صفوان بن سلیم تابعی اس حدیث کو مرسلاً روایت کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بیواؤں اور مسکینوں کے لیے کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح ہے جو دن میں روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے۔'' (بخاری:6006)

سوال13: یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک انسان کے لیے امتحان کیوں بن جاتا ہے؟

جواب: کمزور اور محروم افراد کے ساتھ حسن سلوک کے لیے کوئی اضافی محرک نہیں ہے جب کہ طاقت ور کا قوی ہونا اس بات کی ضمانت ہے کہ لوگ اس کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ کمزور آدمی کے ساتھ صرف وہ انسان حسن سلوک کرسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایسا کررہا ہو۔

سوال14: حسن سلوک کا شعور کب اور کیسے دب جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب انسان کا معاملہ کسی کمزور انسان سے ہوتا ہے تو حسن سلوک کا شعور دب جاتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ انسان کمزور انسان کو مدد دیتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا محسوس کرنے لگتا ہے اور اس وجہ سے کمزور انسان کی عزت نفس کا خیال رکھنے میں یہ احساس رکاوٹ بن جاتا ہے۔ ﴿2﴾ جب کسی کمزور انسان کی طرف سے نیازمندی کا اظہار نہیں ہوتا تو اسے نااہل سمجھ لیا جاتا ہے اور انسان ایسے کمزور افراد سے جان چھڑانے کے لیے غیر شریفانہ رویہ اختیار کرلیتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال15:﴿وَقُوْلُوْالِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ ''اورلوگوں سے اچھی بات کہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اچھی بات کہنے کا حکم دیا ہے یعنی جولا الٰہ الاّ اللہ نہ کہے اسے اس کی ترغیب دلا ناحتیٰ کہ وہ اسی طرح کہے جیسے اسے کہلوایا جائے یہ اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہے۔(جامع البیان:533/1)﴿2﴾ قول حسن میں لوگون کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا آتا ہے ۔سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:لوگوں سے بھلی بات کرو یعنی انہیں نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔(جامع البیان:472/1)﴿3﴾ حسن عام اسم ہے جو خیر کے معانی کا جامع ہے۔اس میں کلام میں نرمی ،ادب جمیل ،خلق کریم وغیرہ آجاتے ہیں ۔(صفوۃ التفاسیر:65/1)﴿4﴾ سیدنا طلحہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے امام تفسیر وحدیث عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ کے پاس فاسد عقیدے والے لوگ بھی جمع رہتے ہیں۔مگر میرے مزاج میں تیزی ہے،میرے پاس ایسے لوگ آتے ہیں تو میں ان کو سخت باتیں کہہ دیتا ہوں،سیدنا عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ایسا نہ کیا کرو، کیونکہ حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ ﴿قُوْلُوْالِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ اس میں تو یہودی ونصرانی بھی داخل ہیں،مسلمان خواہ کیسا ہی ہو وہ کیوں نہ داخل ہوگا۔(قرطبی) ﴿5﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی حقیر نہ جانو چاہے نیکی یہی ہو کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ مسکراتے چہرے کے ساتھ ملو۔(صحیح مسلم :6690)﴿6﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ گالی دیتے تھے،نہ بدگو تھے اور نہ بدخو تھے اور نہ لعنت ملامت کرتے تھے۔اگر ہم میں سے کسی پر ناراض ہوتے تو اتنا فرماتے:''اسے کیا ہو گیا ہے،اس کی پیشانی میں خاک لگے۔''(بخاری:6031)﴿7﴾ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کا ذکر کیا اور اس سے پناہ مانگی اور چہرے سے اعراض وناگواری کا اظہار کیا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کا ذکر کیا اور اس سے پناہ مانگی اور چہرے سے اعراض وناگواری کا اظہار کیا۔شعبہ نے بیان کیا کہ دومرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہنم سے پناہ مانگنے کے سلسلے میں مجھے کوئی شک نہیں ہے۔پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ''جہنم سے بچو خواہ آدھی کھجور ہی (کسی کو) صدقہ کرکے ہو سکے اور اگر کسی کو یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کرکے ہی۔''(بخاری:6023) ﴿8﴾ قول حسن میں لوگوں کو علم سکھانا،ان میں سلام پھیلانا،خندہ پیشانی اور بشاشت کا اظہار کرنا اور دیگر تمام اچھی باتیں آجاتی ہیں ۔﴿9﴾ قول حسن کے ضمن میں لوگوں سے برا کلام کرنے اور بری گفتگو کی ممانعت بھی آجاتی ہے۔حتیٰ کہ رب العزت نے کافروں سے بھی برا کلام کرنے سے روکا ہے۔﴿وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۡ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ اور تم اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر انتہائی احسن انداز میں سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا اور کہہ دو کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا۔اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اس کی فرماں برداری کرنے والے ہیں۔(العنکبوت:46)﴿10﴾ انسانی آداب میں سے،جن کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دی ہے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے اقوال اور افعال میں پاکیزہ رہے،فحش گوئی اور بے ہودہ باتوں سے اجتناب کرے۔گالی گلوچ اور سب وشتم کرنے اور لڑائی جھگڑے سے باز رہے بلکہ اس کے برعکس حسن خلق ،بے پایاں حلم، ہر ایک کے ساتھ اچھے سلوک اور مخلوق کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایذارسانی پرصبر کا مظاہرہ کرے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور ثواب کی امید پر کرے۔(تفسیر سعدی:131,132/1)

سوال16: اچھی بات کہنے کے لیے مطلوبہ رویئے کون سے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ بردباری اختیار کرنا۔ ﴿2﴾ درگزر کرنا۔ ﴿3﴾ معاف کرنا اور درگزر کرنا۔ ﴿4﴾ کسی چیز کو حقیر نہ سمجھنا۔ ﴿5﴾ مسکرا کر محبت و پیار اور نرمی سے باتیں کرنا۔

سوال17: ﴿وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے نماز قائم کرنے کا عہد لیا تھا۔ ﴿2﴾ اقامت صلوٰۃ سے مراد وقت کی پابندی، وضو کی تکمیل، ارکان کے اعتدال، ترتیل قرأت، خشوع وخضوع، توجہ قائم کر کے دل لگا کر نماز پڑھنا ہے۔ ﴿3﴾ اقامت صلوٰۃ میں حضور قلب اور اپنے قول وفعل میں کامل تدبر بھی ضروری ہے۔ ﴿4﴾ نماز میں معبود کے لیے اخلاص ہے۔ ﴿5﴾ نماز دین کا ستون، تقویٰ کا راستہ، اللہ تعالیٰ سے تعلق کا جوڑنا، فضیلت کا راستہ اور رزائل سے دوری ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے سلطان کے مطابق اخلاص اور کامل خشوع کی شرط ہے ۔(تفسیر منیر:232/1)

سوال18: ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل کے دور میں نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں پر زکوٰۃ فرض ٹھہرائی تھی اور یہ محمد ﷺ سے پہلے ان کا طریقہ تھا۔ ان کے مالوں کی زکوٰۃ قربانی تھی جسے آسمانی آگ آ کر کھا لیتی تھی اور یہ قبولیت کی نشانی تھی اور جس کو آگ نہیں کھاتی تھی وہ عدم قبولیت کی دلیل تھی۔(جامع البیان:554/1)

سوال19: ﴿ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''پھر تم میں سے تھوڑے سے لوگوں کے ماسوا سب اس عہد سے پھر گئے اور تم منہ موڑنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے عہد ومیثاق کے بعد کیا ہونا چاہیے تھا اور کیا ہوا؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھ کر قبول کرتے کہ ان باتوں کا حکم دے کر اس نے اپنا فضل کیا مگر ہوا کیا؟ ﴿2﴾ ﴿تَوَلَّيْتُمْ﴾: تم نے پیٹھ پھیر لی کہ تمہیں ان احکامات سے نہ رغبت تھی نہ ان کی طرف لوٹنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں انہوں نے سب احکامات چھوڑ دیے۔ ﴿4﴾ ﴿اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ﴾ چند لوگ ان میں سے ایسے بھی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور انہیں ثبات عطا فرمایا۔ ﴿5﴾ ﴿وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''اور تم منہ موڑنے والے تھے'' بنی اسرائیل نے قصداً اور عمداً اعراض کیا حالانکہ وہ جانتے تھے اور انہیں یاد تھا۔(الاساس:176/1)

سوال20: شریعت کے بنیادی احکامات کی پابندی کو اکثر لوگ نظر انداز کیوں کر دیتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ کیونکہ شریعت کے بنیادی احکامات جہالت کی زندگی کو چھوڑنے کے لیے ہوتے ہیں۔ ﴿2﴾ انسان کی خواہشات نفس سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ٹکراتے ہیں۔﴿3﴾وہ انسان کی دنیادارانہ سیاست پر پابندی لگاتے ہیں۔

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ(84)﴾

''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا تھا کہ تم اپنوں کا خون نہ بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود اس پر گواہی دیتے ہو۔''(84)

سوال1:﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ﴾''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس آیت اور آگے آنے والی آیات میں ان یہودیوں سے خطاب ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مدینہ میں تھے۔ ﴿2﴾یہودی جاہلی تعصّبات کی وجہ سے گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔﴿3﴾مدینہ کے انصار کے دو بڑے قبائل اوس اور خزرج تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے وہ مشرک تھے۔دور جاہلیت میں ان کے درمیان جنگ وجدال جاری رہتا تھا۔﴿4﴾یہودیوں کے تین قبائل بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع مدینہ میں آکر آباد ہوگئے اور انہوں نے ان میں سے ہر قبیلہ کے ساتھ دفاعی معاہدہ کر رکھا تھا۔ ﴿5﴾جب کبھی اوس اور خزرج کے درمیان جنگ ہوتی تو ہر قبیلہ کا حلیف یہودی قبیلہ اپنے دوستوں کا ساتھ دیتا تھا اور اپنے حلیف انصاری قبیلے کے ساتھ مل کر اس کے انصاری قبیلے کے خلاف اس کی مدد کرتا جس کی مدد دوسرا یہودی قبیلہ کر رہا ہوتا تھا۔اس طرح یہودی قبیلے ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے،جلاوطن کرتے ،ایک دوسرے کا مال لوٹ لیتے تھے پھر جب جنگ بندی ہوتی تو جنگ کے فریقین ایک دوسرے کے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھوڑتے اور یہ سمجھتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کر کے قیدی چھڑوا رہے ہیں۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ نے یہود مدینہ کو میثاق یاد دلایا ہے۔

سوال2:﴿لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ﴾''کہ تم اپنوں کا خون نہ بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:میثاق بنی اسرائیل کی دوشقوں کا بیان ہے کہ تم ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے اور اپنے لوگوں کو گھروں سے نہیں نکالو گے۔

سوال3:﴿ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ﴾''پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود اس پر گواہی دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ رب العزت نے فرمایا:تم نے اس کا اقرار کیا اور تم اس کے گواہ بنے۔﴿2﴾ہر معاہدے میں دو فریق ہوتے ہیں۔ایک فریق معاہدہ لیتا ہے اور دوسرا معاہدہ کرتا ہے۔اس پر قول وقرار بھی ہوتا ہے اور گواہیاں بھی۔جب اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تو انہوں نے اس کا اقرار کیا اور اس پر گواہ بنے۔

﴿ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۭ وَاِنْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿ثُمَّ اَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ وَتُخۡرِجُوۡنَ فَرِيۡقًا مِّنۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِهِمۡ تَظٰهَرُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَاِنۡ يَّاۡتُوۡكُمۡ اُسٰرٰى تُفٰدُوۡهُمۡ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيۡكُمۡ اِخۡرَاجُهُمۡ ؕ اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَتَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ يَّفۡعَلُ ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ اِلَّا خِزۡىٌ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يُرَدُّوۡنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الۡعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ(85)﴾

''پھر تم تو وہ لوگ ہو کہ اپنے آپ کو قتل کرتے ہو اور اپنوں میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، گناہ اور زیادتی میں ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو، اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو تم ان کا فدیہ دیتے ہو حالانکہ انہیں نکالنا تم پر حرام کیا گیا تھا تو کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حصے کا کفر کرتے ہو؟ تو جو تم میں سے ایسا کرتا ہے دنیا کی زندگی میں رسوائی کے ماسوا اس کی اور کیا جزا ہو سکتی ہے؟ اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں گے اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز غافل نہیں ہے۔''(85)

سوال1: ﴿ثُمَّ اَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ وَتُخۡرِجُوۡنَ فَرِيۡقًا مِّنۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِهِمۡ﴾ ''پھر تم تو وہ لوگ ہو کہ اپنے آپ کو قتل کرتے ہو اور اپنوں میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہود مدینہ کو مخاطب کیا تھا کہ تم پر تو یہ فرض کیا گیا تھا کہ تم اپنوں کا خون نہ بہاؤ گے اور نہ اپنوں کو گھروں سے نکالو گے اور تم ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو، ایک دوسرے کو گھروں سے نکالتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے دونوں احکامات کی صریحاً خلاف ورزی کیسا ایمان اور کیسا طرز عمل ہے؟

سوال2: ﴿تَظٰهَرُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ﴾ ''گناہ اور زیادتی میں ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے یہود کے طرز عمل کو واضح کیا کہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ کتنے مخلص ہیں۔ گناہ اور ظلم کے ساتھ ایک دوسرے کے خلاف دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ یہ مدد کبھی قتل کی صورت میں، کبھی گھر بار اور کاروبار لوٹنے کی صورت میں سامنے آتی تھی۔

سوال3: ﴿وَاِنۡ يَّاۡتُوۡكُمۡ اُسٰرٰى تُفٰدُوۡهُمۡ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيۡكُمۡ اِخۡرَاجُهُمۡ﴾ ''اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو تم ان کا فدیہ دیتے ہو حالانکہ انہیں نکالنا تم پر حرام کیا گیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے فرمایا قتل وغارت گری، لوٹ مار کے بعد جنگ ختم ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے کے جو لوگ جنگی قیدی بناتے ہو ان کو فدیہ دے کر آزاد کرواتے ہو حالانکہ ان کو گھروں سے نکالنا تم پر حرام تھا۔

سوال4: ﴿اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَتَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ﴾ ''تو کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حصے کا کفر کرتے ہو'' یہود کتاب کے ایک حصے پر ایمان لا کر دوسرے سے کفر کیسے کرتے تھے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾یہود کتاب کے بعض حصوں پر ایمان لاتے تھے یعنی کچھ احکامات پر عمل کرتے تھے اور کچھ حصوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔مثلاً قتل،ایک دوسرے کو گھروں سے نکالنا اور ایک دوسرے کے خلاف مدد کرنا ان کی شریعت میں حرام تھا۔ان کاموں کا انہوں نے کھلے عام ارتکاب کیا اور فدیہ دے کر چھڑوا لینے کے حکم پر عمل کیا حالانکہ اگر وہ پہلے احکامات کو مانتے تو فدیہ دے کر چھڑانے کی نوبت ہی نہ آتی۔
﴿2﴾ایمان اس کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل کیا جائے اور جس سے اس نے رکنے کا حکم دیا ہو اس سے رکا جائے۔
﴿3﴾حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہود کے اسی خبث باطن کی وجہ سے کہ تورات کا جو حکم اپنی خواہش کے مطابق پایا بیان کیا اور جسے چاہا چھپا دیا،تورات اور اس میں موجود احکام اور رسول اللہ ﷺ کی صفات آپ ﷺ کی بعثت اور ہجرت سے متعلق خبروں کے بارے میں ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ (تیسیر الرحمٰن:52/1)

سوال5:﴿فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ ''تو جو تم میں سے ایسا کرتا ہے دنیا کی زندگی میں رسوائی کے ماسوا اس کی اور کیا جزا ہو سکتی ہے؟اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے شریعت کے کسی حکم پر ایمان لانے اور کسی سے کفر کرنے کی یہودیوں کو سزا دی،انہیں رسوا کیا گیا،ان میں سے کسی کو قتل کیا گیا،کسی کو غلام بنایا گیا،کسی کو جلاوطن کیا گیا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو غلبہ عطا فرمایا جو ان کے لیے دنیا میں رسوائی تھی۔وہ اپنی نوآبادیوں سے محروم ہوئے،ان کے نخلستان چھن گئے،بستیاں نذر آتش کر دی گئیں اور قیامت کے دن کا عذاب دنیا کے عذاب سے بڑھ کر ہوگا۔

سوال6:شریعت کے کسی حکم کو مان لینے اور کسی کو نظر انداز کرنے کی کیا سزا ہے؟

جواب:اس کی سزا دنیا میں ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب ہے۔

سوال7:آج مسلمانوں کی دنیا میں ذلت اور رسوائی کا سبب کیا ہے؟

جواب:آج مسلمانوں کی دنیا میں ذلت اور رسوائی کا سبب اللہ تعالیٰ کے کچھ احکامات کو مان لینا اور کچھ پر عمل کرنا چھوڑ دینا ہے۔

سوال8:اللہ تعالیٰ کے یہاں کون سا عمل قابل قبول ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ عمل قابل قبول ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کی جائے۔

سوال9:﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ سے کیسے شعور کو بیدار کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾''اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو'' کہہ کر انسان کو بیدار کیا گیا ہے کہ تمہارے اعمال اللہ تعالیٰ کی نظروں میں ہیں۔اس لئے ان کی جواب دہی اور انجام سے نہیں بچ سکتے۔﴿2﴾انسان کو جب یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کا کام کسی کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مشاہدے میں ہے تو وہ اپنے کام کے بارے میں محتاط ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو محتاط اور اس کے شعور کو بیدار کیا ہے۔

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ(86) ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی ہے،سو نہ ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ ہی وہ مدد دیئے جائیں گے۔''(86)

سوال1: ﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی ہے'' آخرت بیچ کر دنیا خریدنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان دنیا کے فائدوں کی خاطر آخرت کو داؤ پر لگا دے۔﴿2﴾ انسان آخرت کے لیے نہیں، دنیا کے لیے اپنا سب کچھ لگا دے۔﴿3﴾ یہود نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دی تھی۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا ترک کر کے اپنی خواہشات کا دین اپنایا تھا۔یہی آخرت کو بیچنا اور دنیا کو خریدنا ہے۔﴿4﴾ انہوں نے دنیا کے قلیل کو آخرت کے کثیر پر ترجیح دی۔(الدرالمنثور:167/1)

سوال2: ﴿ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴾ ''سو نہ ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ ہی وہ مدد دیئے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ان پر عذاب کی شدت ہمیشہ رہے گی ،کبھی ہلکا نہیں کیا جائے گا۔﴿2﴾ ان سے عذاب کو کبھی ہٹایا نہیں جائے گا۔ہمیشہ ان پر مسلط رہے گا۔ایک گھڑی بھی عذاب کے بغیر نہ گزاریں گے۔

رکوع نمبر11

﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ۖ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۗ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ(87) ﴾

''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد ہم نے پے در پے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو روشن نشانیاں دیں اور روح پاک سے اس کی مدد کی،تو کیا جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول اس چیز کے ساتھ آیا جو تمہارے دل نہیں چاہتے تھے،تم نے تکبر کیا چنانچہ کسی گروہ کو تم نے جھٹلایا اور کسی کو قتل کر دیا۔''(87)

سوال1: ﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً موسیٰ کو کتاب دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ہے۔﴿2﴾ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب مقدس تورات عطا کی۔(تفسیر قاسمی:186/1)﴿3﴾ ﴿ إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ‌ ؕ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا‌ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۴۴﴾ ﴾ یقیناً ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار انبیاء، اللہ والے اور علماء ان لوگوں کے لیے فیصلہ کرتے تھے جو یہودی بنے۔ اس لیے کہ انہیں کتاب اللہ کا محافظ بنایا گیا تھا۔ اور وہ اس پر گواہ بھی تھے۔ چنانچہ تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو، اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔ (المائدہ:44)

سوال2: ﴿ **وَقَفَّيۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ بِالرُّسُلِ** ﴾ ''اور اس کے بعد ہم نے پے در پے بہت سے رسول بھیجے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے پے در پے رسول بھیجے جو تورات کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَا‌ ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوۡلُهَا كَذَّبُوۡهُ فَاَتۡبَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ بَعۡضًا وَّجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ‌ ۚ فَبُعۡدًا لِّقَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۴﴾ ﴾ پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے۔ جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا انہوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے ان کے بعض کو بعض کے پیچھے چلتا کیا اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا سو اس قوم کے لیے دوری ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (المومنون:44)

سوال3: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد کون کون سے پیغمبر بھیجے؟

جواب: قرآن حکیم میں جن پیغمبروں کے نام آئے ہیں، ان میں سیدنا ہارون علیہ السلام، سیدنا ذوالکفل علیہ السلام، سیدنا الیاس علیہ السلام، سیدنا الیسع علیہ السلام، سیدنا داؤد علیہ السلام، سیدنا سلیمان علیہ السلام، سیدنا زکریا علیہ السلام، سیدنا یونس علیہ السلام، سیدنا عزیر علیہ السلام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا یحییٰ علیہ السلام وغیرہ شامل ہیں۔

سوال4: ﴿ **وَاٰتَيۡنَا عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ الۡبَيِّنٰتِ** ﴾ ''اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو روشن نشانیاں دیں'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کن روشن نشانیوں کے ساتھ بھیجا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے پے در پے پیغمبر بھیجے حتیٰ کہ بنی اسرائیل کے آخری نبی عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا اور انہیں واضح نشانیاں عطا کیں۔ ﴿2﴾ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے تھے۔ مٹی کا پتلا بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جاتا۔ وہ یہ بتا دیتے تھے کہ کیا کھا کر آئے ہو اور کیا ذخیرہ کر کے آئے ہو۔ ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَرَسُوۡلًا اِلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ‌ ۙ اَنِّىۡ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ‌ ۙ اَنِّىۡۤ اَخۡلُقُ لَـكُمۡ مِّنَ الطِّيۡنِ كَهَيۡـئَةِ الطَّيۡرِ فَاَنۡفُخُ فِيۡهِ فَيَكُوۡنُ طَيۡرًا بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ ۚ وَاُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡىِ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ ۚ وَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا تَاۡكُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ‌ ۙ فِىۡ بُيُوۡتِكُمۡ‌ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴾ اور وہ بنی اسرائیل کی جانب رسول ہوگا'' بلاشبہ میں یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں کہ میں یقیناً تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی چیز بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں پیدائشی اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردوں کو بھی زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ذخیرہ کرتے ہو بلاشبہ اس میں یقیناً تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔(آل عمران:49)

سوال5:﴿وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ ''اور روح پاک سے اس کی مدد کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ روح سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔القدس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو درست قرار دیا ہے۔روح القدس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔(فتح البیان،ابن کثیر)﴿2﴾ روح القدس سے مراد وہ ایمان ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قوت اور استقامت عطا کرتا ہے(تفسیر سعدی:134/1)﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: روح القدس سے مراد وہ نام ہیں جن سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔﴿4﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پاکیزہ روح جو سیدنا مریم علیہ السلام کے بیٹے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیدا کیا۔﴿5﴾ مجاہد نے کہا کہ قدس اللہ تعالیٰ ہیں۔(ابن ابی حاتم)﴿6﴾ علم وحی الٰہی۔﴿7﴾﴿اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾: اسماعیل بن ابی خالد نے کہا: سیدنا جبریل علیہ السلام نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی۔(الدر المنثور:167/1)

سوال6: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی روح پاک سے کیسے مدد کی گئی؟

جواب:﴿1﴾ ان کو انجیل عطا کی گئی۔﴿2﴾ ان کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا۔

سوال7:﴿اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ﴾ ''تو کیا جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول اس چیز کے ساتھ آیا جو تمہارے دل نہیں چاہتے تھے،تم نے تکبر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ کبھی رسول تمہارے پاس وہ چیز لائے جس کو تمہارا دل نہیں چاہتا تھا تو تم نے تکبر کیا۔﴿2﴾ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے تو عناد اور انکار تمہاری طبیعت کا خاصہ ہے۔(تفسیر مراغی:94/1)﴿3﴾ جو ان کے دل نہیں چاہتے تھے وہ ایمان تھا۔﴿4﴾ جو دل چاہتا تھا وہ شہوات تھیں۔(المحرر الوجیز:177/1)﴿5﴾﴿اسْتَكْبَرْتُمْ﴾: تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ آیا اس پر ایمان لانے اور اس کی اتباع کرنے سے تکبر کیا۔(ابی سعود:236/1)

سوال8: بنی اسرائیل کا رسولوں کے ساتھ رویہ کیسا تھا؟

جواب: جب بھی کوئی رسول ان کی خواہشات نفس کے خلاف کوئی چیز لے کر آیا تو انہوں نے ﴿1﴾ اس کے مقابلے میں سرکشی کی۔﴿2﴾ رسولوں کو جھٹلایا۔﴿3﴾ رسولوں میں سے کسی کو قتل کر ڈالا۔

سوال9: بنی اسرائیل کے اس رویئے کی وجہ کیا تھی؟

جواب: اس لئے کہ رسولوں کی تعلیمات ان کی نفسانی خواہشات سے ٹکراتی تھیں۔

سوال10: رسولوں کی لائی ہوئی تعلیمات انسان کی خواہشات نفس کے خلاف کیوں ہوتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ رسولوں کی لائی ہوئی تعلیمات خواہشات کے خلاف اور فطرت کے مطابق ہوتی ہیں۔﴿2﴾ خواہشات نفس شیطان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اکساہٹ کا نتیجہ ہوتی ہیں۔اس لئے وہ فطرت کے خلاف اور رسولوں کے لائے ہوئے سچے دین کے خلاف ہوتی ہیں۔

سوال11: یہود کا تورات کے ساتھ کیسا رویہ تھا؟

جواب: یہود تورات کی اپنے پاس موجودگی کو اپنے لیے عظمت اور کامیابی کی علامت سمجھتے تھے مگر اس سے راہ نمائی لینا انہوں نے چھوڑ دیا تھا۔

سوال12: آج مسلمانوں کا قرآن سے کیسا تعلق ہے؟

جواب: مسلمان بھی قرآن حکیم کی اپنے پاس موجودگی کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں مگر انہوں نے اسے راہ نما کتاب کے مقام سے ہٹا دیا ہے۔

سوال13: ﴿فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾ ''چنانچہ کسی گروہ کو تم نے جھٹلایا اور کسی کو قتل کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ﴾ جن پیغمبروں کو یہود نے جھٹلایا وہ محمد ﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔(الوسیط :121/1) ﴿2﴾ ﴿وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾ جن کو یہود نے قتل کیا وہ یحییٰ علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام وغیرہ ہیں۔ ﴿3﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیبر کی یہودن، بکری کا گوشت زہر آلودہ کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ لے کر آئی۔رسول اللہ ﷺ نے ایک دست میں سے اٹھایا اور کھانا شروع کیا اور چند صحابہ نے بھی کھانا شروع کیا، جب کچھ کھا لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھانے پر سے ہاتھ اٹھا لو اور یہودن کو بلانے کو آدمی بھیجا، جب وہ آئی تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تو نے اس کے گوشت میں زہر ملایا ہے؟ اس نے پوچھا آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بکری کے اس ہاتھ نے خبر دی جو میرے ہاتھ میں ہے۔اس نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے یہ فعل اس وجہ سے کیا کہ اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو آپ کو کچھ نہیں ہوگا اور اگر نہیں ہیں تو ہم آرام سے ہو جائیں گے اور جس جس نے گوشت کھایا تھا وہ وفات پا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس زہر کو نکالنے کے لئے شانے سے خون نکلوایا۔(تفسیر مظہری:129/1)

﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ(88)﴾

''اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی لہٰذا کم ہی ہے جس پر وہ ایمان لاتے ہیں۔''(88)

سوال1: ﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہود نبی ﷺ سے یہ کہتے تھے کہ ہمارے دل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں یعنی ان پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ﴿2﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اب دل میں کوئی نئی بات داخل نہیں ہو سکتی۔اب تک جو سوچ اور جو عمل ہے اسی پر قائم رہیں گے۔ ﴿3﴾ یہود یہ سمجھتے تھے کہ ان کا عقیدہ پختہ ہے۔اس لئے کوئی ہمیں کچھ بھی کہے ہم پر اس کی بات کا اثر نہیں ہوگا حالانکہ جس عقیدے کی غلطی ثابت ہو چکی تھی، اب اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر جم جانا جاہلانہ تعصب تھا۔انسان اگر تعصب کوعقیدے کی پختگی کا نام دے تو یہ خوبی نہیں ہے۔﴿4﴾ یہ اسرائیلی مفکر کہتے ہیں کہ ہماری مقدس کتابیں اوران سے حاصل شدہ علم ہمارے دلوں کا محافظ ہے۔اس نے غلاف کی طرح ہمارے دلوں کو لپیٹ رکھا ہے اور وہ کوئی غیر ضروری چیز اس میں داخل نہیں ہونے دیتا۔یعنی یہ خود اپنی زبان سے تسلیم کررہے ہیں کہ اپنی مسخ شدہ کتابوں میں سے اپنے مطلب کی باتیں انہوں نے یادکرلی ہیں جوان کے دلوں پر مہر کی طرح ثبت ہوگئی ہیں۔اب سب دروازے اصلاح اور راستی کے ان پران کی اپنی بدبختی کے باعث بند ہوگئے ہیں اور یہ کم ہی ایمان لائیں گے۔(تعارف الفرقان:125,126/1)﴿5﴾ یہودی کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر پردے ہیں اس لئے تمہاری بات سمجھ نہیں سکتے۔﴿6﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسرا قول یہ مروی ہے کہ یہود نے کہا، ہمارے دل علم کے مخزن ہیں یہ پہلے سے ہی علم ومعرفت سے بھرے ہوئے ہیں،اب ان میں علم محمد کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سوال2:﴿بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی لہٰذا کم ہی ہے جس پر وہ ایمان لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تردید کی اور کہا کہ ایسی بات نہیں کہ ان کے دل قبول حق کی صلاحیت نہیں رکھتے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر وعناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر لعنت بھیج دی ہے،اوران پر مہر لگادی ہے اسی لئے ان کا حال یہ ہے کہ تورات کے بہت ہی تھوڑے احکام پر ایمان رکھتے ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:53/1)﴿2﴾ یہودی اپنے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور،ملعون اور دھتکارے ہوئے ہیں اس لئے کم ہی ایمان لائیں گے یعنی ان کا کفر زیادہ ہے۔﴿3﴾ عبدالرزاق اور ابن جریر نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ان میں سے کم ہی ایمان لائیں گے۔(الدالمنثور:169/1)﴿4﴾ واقدی فرماتے ہیں:معنی یہ ہیں کہ نہ قلیل ایمان لاتے ہیں نہ کثیر،یعنی بالکل ایمان نہیں لاتے۔(تفسیر مظہری:130/1)

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ(89)﴾

''اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس ایک کتاب آگئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہیجو ان کے پاس ہے،حالانکہ وہ اس سے پہلے کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے پھر جب وہ چیز ان کے پاس آگئی جسے انہوں نے پہچان لیا تو انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا،کفر کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔''(89)

سوال1:﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس ایک کتاب آگئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہیجو ان کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ یہود کے پاس آنے والی اس کتاب کا ذکر کیا گیا ہے جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی یعنی قرآن حکیم۔﴿2﴾﴿مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ﴾ یعنی توحید اور اصول دین کی موافقت کرتا ہے۔(تفسیر مراغی:95/1)﴿3﴾ قرآن مجید کے احکامات اور پچھلی آسمانی کتابوں کے احکامات ایک ہی چشمے سے ہیں،اس لئے یہ کتاب پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔

سوال2:﴿وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''حالانکہ وہ اس سے پہلے کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ دور جاہلیت میں جب کبھی ان کے اور مشرکوں کے درمیان جنگ ہوتی تو وہ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! اس نبی کے ذریعے ہماری مدد فرما اور وہ مشرکین کو ڈرایا کرتے تھے کہ اس نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ وہ اس نبی کے ساتھ مل کر مشرکوں کے خلاف جنگ کریں گے۔(تفسیر سعدی:135/1)﴿2﴾ اس سے مراد یہود کی دعائیں ہیں جو وہ مشرکین سے شکست کھانے پر مانگا کرتے تھے۔ یہود یہ دعائیں کرتے تھے کہ یا اللہ! آخری نبی ﷺ کو جلدی بھیج دیجیے تا کہ اس کا ساتھ دے کر ہم مشرکین پر غلبہ حاصل کر سکیں۔

سوال3:﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾ ''پھر جب وہ چیز ان کے پاس آ گئی جسے انہوں نے پہچان لیا تو انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہود نے محمد ﷺ کو پہچان لیا تھا۔عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کے واقعہ میں یہودیوں کو خطاب کر کے کہا تھا کہ اے قوم یہود، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ،تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور دین حق لے کر آئے ہیں۔(بخاری:3911)﴿2﴾ سہل سے روایت ہے جو خُثَیْمہ کے غلام تھے کہ میں یتیمی کی حالت میں اپنے چچا کی پرورش میں تھا (یہ لوگ عیسائی تھے)۔ایک روز میں نے انجیل اٹھائی اور پڑھنے لگا۔ پڑھتے پڑھتے میں ایک صفحے پر پہنچا جو گوند سے اگلے صفحے کے ساتھ چپکا دیا گیا تھا، میں نے اس صفحے کو دوسرے سے الگ کر کے کھول ڈالا۔اس صفحے پر نبی ﷺ کا حلیہ اور صفات لکھی ہوئی تھیں۔اس وقت میرے چچا آ گئے۔ جب انہوں نے مجھے انجیل کا وہ صفحہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو مجھے مارا اور کہنے لگے: ''یہ کیا حرکت ہے! تم نے یہ ورق کھول کر کیوں پڑھا؟'' میں نے کہا: ''اس میں تو نبی احمد ﷺ کا حلیہ اور صفات لکھی ہوئی ہیں۔'' انہوں نے جواب دیا: ''اب وہ نبی ظاہر ہونے والا نہیں ہے۔''(سیرت حلبیہ:32/1)﴿3﴾ نعمان سبائی یمن کے یہودی عالموں میں سے تھے، وہ کہتے ہیں: جب میں نے نبی ﷺ کے ظہور کا چرچا سنا تو میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے بہت سی باتوں کے بارے میں سوالات کیے (جن کے جوابات سن کر مجھے آپ ﷺ کی سچائی کا یقین ہو گیا) آخر اس کے بعد میں نے عرض کیا: ''میرے والد جب (تورات کا) ایک سفر یعنی باب ختم کیا کرتے تھے تو یہ کہا کرتے تھے کہ تم اس باب کو یہودیوں کے سامنے اس وقت تک مت پڑھنا جب تک کہ تم یہ نہ سن لو کہ ایک نبی یثرب میں ظاہر ہو گیا ہے۔ جب تم یہ خبر سن لو تو پھر اس کو کھول سکتے ہو۔'' چنانچہ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں نے آپ ﷺ کے متعلق سنا تو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں نے وہ سفر کھولا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں آپ ﷺ کی وہ تمام صفتیں لکھی ہوئی تھیں جو میں اس وقت آپ ﷺ میں دیکھ رہا ہوں۔ پھر اس میں یہ سب تفصیلات تھیں کہ آپ ﷺ کن چیزوں کو حلال قرار دیں گے اور کن چیزوں کو حرام قرار دیں گے۔ اس کے بعد اس میں یہ لکھا تھا کہ آپ ﷺ سب سے بہترین نبی ہیں اور آپ ﷺ کی امت سب امتوں سے بہترین امت ہے۔ یہ کہ آپ ﷺ کا نام احمد ہے اور آپ ﷺ کی امت حماد ہوگی یعنی تنہائی میں اور کھلے عام ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے والی ہوگی۔ ان کی نذر ونیاز خود ان کی جانیں ہوں گی یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی حاصل کرنے کے لیے وہ لوگ جہاد میں اپنی جانوں کی سوغات پیش کریں گے۔ یہ کہ ان کی کتاب یعنی قرآن پاک ان کے سینوں میں محفوظ ہوگا یعنی اپنی کتاب کی پوری طرح حفاظت کریں گے۔ وہ جب بھی کسی لڑائی میں شریک ہوں گے تو جبرائیل علیہ السلام ان کے ساتھ ہوں گے جو اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ان پر سایہ کیے رکھیں گے جیسے پرندہ اپنے بچوں پر چھایا رہتا ہے۔'' (پھر سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) مجھ سے میرے باپ نے کہا تھا کہ جب بھی تم اس نبی کے متعلق خبر سنو تو فوراً ان کے پاس حاضر ہونا، ان پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا۔'' یہ واقعہ سن کر آپ ﷺ نے چاہا کہ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس واقعے کو سنیں۔ چنانچہ ایک روز آپ ﷺ نے سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا: ''اے نعمان رضی اللہ عنہ! ہمیں وہ واقعہ پھر سناؤ۔'' چنانچہ نعمان رضی اللہ عنہ نے پورا واقعہ شروع سے آخر تک سنایا۔ جب نعمان رضی اللہ عنہ یہ واقعہ سنا رہے تھے تو اس وقت آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر مسکراہٹ تھی۔ (واقعہ سن لینے کے بعد) آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔'' (سیرت حلبیہ: 37,38)

﴿4﴾ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ کعب بن اشرف رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا اور ہجویہ اشعار کہتا اور قریش کو ورغلاتا۔ مکہ میں ابوسفیان نے اس سے پوچھا: خدارا بتایئے! کیا ہمارا دین اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے یا محمد ﷺ اور اس کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا دین؟ آپ کے نزدیک ہم میں سے کون بہتر، ہدایت یافتہ اور حق وصداقت کے زیادہ سے زیادہ قریب ہے؟ ہم کوہان والے عمدہ اونٹوں کو ذبح کر کے کھلاتے ہیں، گھاٹ پر لوگوں کو دودھ پلاتے ہیں اور خشک سالی میں محتاجوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ سن کر کعب بن اشرف نے کہا: تم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے وحی اتاری: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴾ کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جو کتاب میں سے ایک حصہ دیے گئے؟ وہ بتوں پر اور باطل معبود پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا یہ ان لوگوں سے زیادہ ہدایت کے راستے پر ہیں جو ایمان لائے۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے تو اس کے لیے آپ ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔ (النساء: 51,52) موسیٰ اور محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ وہ مدینہ واپس آیا اور برملا عداوت اور مخالفت کا اظہار کرنے لگا، لوگوں کو جنگ پر اکسانے لگا اور مکہ میں بھی وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کا منصوبہ تیار کر کے دے آیا تھا۔ ام فضل بن حارث وغیرہ مسلمانوں کی نیک خواتین کی وہ اشعار میں تشبیب بیان کرتا اور ان کے حسن وجمال

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی اعلانیہ تشہیر کرتا۔(سیرت النبی ابن کثیر:2/20)﴿5﴾ابن اسحاق کہتے ہیں:مخیّریق کا حال مجھ کواس طرح پہنچا کہ مخیّریق یہودیوں میں ایک عالم اورنہایت مال دار شخص تھےاوراپنی کتابوں کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی صفات سے خوب واقف تھے۔جب احد کی جنگ کا موقع ہواتو وہ ہفتہ کادن تھااورمخیّریق نے یہودیوں سے کہا کہ اے گروہ یہود!تم جانتے ہوکہ محمد ﷺ کی مدد تم پر کرنی لازمی ہے۔یہودیوں نے کہا کہ آج ہفتہ کادن ہے۔مخریق نے کہا:ہفتہ سے تمہارے واسطے کچھ نقصان نہیں ہےاورپھرانہوں نے اپنے ہتھیار لیےاور نبی ﷺ کے ساتھ جنگ احد میں شریک ہوکرکفارکوخوب قتل کیااورآخرخودبھی شہید ہوئے اورچلتے وقت یہودیوں سے انہوں نے کہہ دیاتھا کہ اگرمیں قتل ہوگیاتومیراسب مال محمد ﷺ کا ہے،وہ جوچاہیں اس کوکریں۔مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مخیّریق بہترین یہودمیں سے تھےاور نبی ﷺ نے مخیّریق کے مال کواپنے تصرف میں کرلیااورمدینہ میں آپ ﷺ کے عام اخراجات اسی سے ہوتے تھے۔(ابن ہشام:1/347)﴿6﴾ابن اسحاق کہتے ہیں:سیدناابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہوداوس اورخزرج کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے سے پہلے آپ ﷺ کے واسطے سے دعائے فتح کیاکرتے تھے۔پھرجب آپ ﷺ مبعوث ہوئے توانہوں نے کفرکیااورانکارکرگئے۔سیدنامعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اوربشر بن براء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اے یہود!خداسے ڈرواوراسلام لےآؤ۔ پہلےتوتم ہم پرمحمد ﷺ کے واسطے سے دعائے فتح کیاکرتے تھےاورہم کوخبردیتے تھے کہ وہ مبعوث ہونے والے ہیں اوران کی صفات بیان کرتے تھے،اب ان پرایمان کیوں نہیں لاتے ہو؟سلام بن مشکم یہودی نے جو بنی نضیر میں سے تھا،ان کوجواب دیا کہ محمد ﷺ کے پاس کوئی ایسی علامت نہیں ہےجس سے ہم ان کو پہچانیں اورنہ محمد ﷺ وہ نبی ہیں جس کا ہم تم سے ذکرکرتے تھے۔(ابن ہشام:1/373)

سوال4:تورات کی پیشین گوئیوں کے باوجودآخری نبی(محمد ﷺ)کااعتراف یہود کے لیےمشکل کیوں ہوا؟

جواب:﴿1﴾یہود کے جاہلی تعصّبات اپنے گروہ سے باہرکے ایک نبی کااعتراف کرنے میں رکاوٹ بن گئے۔﴿2﴾یہود کی سرکشی اورحسد اس اعتراف کےراستے کی رکاوٹ بن گئے۔نزول قرآن سے پہلے یہودی ایک ''سرخ وسپید''نبی کےمنتظر تھے۔جس کے ہاتھ میں آتشین شریعت ہو۔بحری ممالک جس کی راہ تکیں۔جوفاران کی چوٹیوں پرسے چمکے۔دس ہزارقدوسی جس کے ساتھ ہوں مگرجب وہ گوراچٹانبی صحرائے عرب کی جھلس دینے والی فضامیں ظہورپذیرہوا،جس کے ہاتھ میں آتشین شریعت تھی۔جس کی فتوحات سمندروں تک پہنچیں تو انہوں نے انکارکردیاحالانکہ اس سے پہلے وہ مخالفین سے ہمیشہ یہ کہتے کہ جب ہمارا موعود نبی آئے گاتوہم غالب ہوجائیں گےاورہماری موجودہ پستی بلندی سے بدل جائے گی۔(سراج البیان:1/30)﴿3﴾یہودکوحسد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جس پرچاہتاہے اپنافضل نازل فرماتاہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فضل نبوت ان کی بجائے کسی اورکوکیوں دے دیا۔

سوال5:﴿فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾''کفرکرنے والوں پراللہ تعالیٰ کی لعنت ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یہود جانتے تھے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔انہوں نے دنیاکوآخرت پرترجیح دی تویہودمیں سے ہرکافرپراللہ تعالیٰ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لعنت ہے کیونکہ انہوں نے اسلام کی دعوت کا انکار کیا۔(تفسیر منیر:234,244/1)﴿2﴾اللہ کے رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کفر اس امر کی دلیل ہے کہ انہوں نے اپنے دلوں کے گرد جہل اور تکبر کی فولادی دیوار اٹھالی ہے۔اپنے دلوں پر انکار کی مہریں لگالی ہیں اور یہ اپنے اس رویے کے باعث ملعون ہوگئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی برکتوں سے ہمیشہ کے لیے محروم اور عذاب کے سزاوار۔اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان پر۔(تعارف الفرقان:126/1)

سوال6: تورات پر ایمان رکھنے کے باوجود یہود کے لیے انبیاء علیہم السلام کی نصیحت نا قابل برداشت کیوں ہوئی؟

جواب: اس کی وجہ یہ تھی کہ تورات کے نام پر جس زندگی کو وہ اختیار کیے ہوئے تھے وہ خود پرستی اور دنیا پرستی کی زندگی تھی جس پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کا لیبل لگا دیا تھا۔جب انبیاء علیہم السلام نے انہیں حق کی نصیحت کی تو انہیں محسوس ہوا کہ یہ تو ہماری مذہبی حیثیت کی نفی ہے۔اس لیے وہ نبیوں کا اعتراف کرنے کی بجائے ان کو ختم کرنے کے درپے ہو جاتے تھے۔

سوال7: یہود حق کا انکار کر کے خود کو کیسے مطمئن کرتے تھے؟

جواب: یہود یہ بات اپنے آپ کو سمجھا کر اور اس کا اظہار کر کے خود کو مطمئن کرتے تھے کہ آخر اس حق کو قبول کر کے ہم اپنے بڑوں کا دین تو نہیں چھوڑ سکتے۔

سوال8: یہود کا کتاب اللہ یعنی قرآن کے ساتھ برتاؤ کیسا تھا؟

جواب: ﴿1﴾انہوں نے کتاب کو پہچان لیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔﴿2﴾ کتاب کے احکامات کو ضد کی وجہ سے ماننے سے انکار کر دیا۔﴿3﴾یہود صرف اس کتاب پر ایمان لائے جو ان کی قوم میں آئی تھی۔﴿4﴾انہوں نے تعصب کی وجہ سے کہا کہ ہم نے سن لیا مگر مانیں گے نہیں۔

سوال9: یہود قرآن کی دعوت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔اس کی کیا وجہ تھی؟

جواب: ﴿1﴾ان کے اندر یہ احساس تھا کہ وہ پہلے سے حق پر ہیں۔﴿2﴾ان کا یہ خیال تھا کہ حق پرستوں کے سب سے بڑے گروہ بنی اسرائیل سے وابستگی رکھتے ہیں۔

﴿بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ(90)﴾

''بری ہے وہ جس کے بدلے میں انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا کہ وہ انکار کر دیں اس کا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا،اس ضد کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ اپنا کچھ فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔پھر وہ غضب پر غضب لے کر لوٹے اور کافروں کے لیے توہین

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آمیز عذاب ہے۔''(90)

سوال1:﴿ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا ﴾'' بری ہے وہ جس کے بدلے میں انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا کہ وہ انکار کر دیں اس کا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا، اس ضد کی وجہ سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سودا یہ ہے کہ اپنی کامیابی، اپنی سعادت، فلاح اور نجات کو قربان کر دیا ضد اور حسد کی بناء پر کہ یہ نبی ﷺ ہماری نسل سے کیوں نہیں آیا۔ یہ سودا برا ہے جس کی خاطر انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔ اس سودے کو اس لئے برا کہا ہے کہ اس میں اپنی ہمیشہ کی کامیابی قربان کر کے یہود نے صرف حسد اور ضد حاصل کی۔﴿2﴾ یہود کا انکار دلائل پر نہیں، حسد اور ضد کی وجہ سے تھا۔

سوال2:﴿ اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾'' کہ اللہ تعالیٰ اپنا کچھ فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ فضل سے مراد نبوت اور رسالت ہے۔(المحرر الوجیز:179/1)﴿2﴾ انہیں حسد اس بات پر تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل یعنی رسالت اور نبوت جس پر چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔

سوال3:﴿ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ﴾'' پھر وہ غضب پر غضب لے کر لوٹے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: پہلا غضب اس پر کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کیا اور دوسرا غضب اس پر کہ انہوں نے محمد ﷺ اور قرآن کا انکار کیا۔(الدر المنثور:171/1)

سوال4:﴿ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾'' اور کافروں کے لیے توہین آمیز عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کفر کا سب سے بڑا سبب حسد اور بغض تھا جو غرور سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے انہیں غرور کی یہ سزا دی گئی کہ دنیا میں بھی ذلیل ہوئے اور آخرت میں بھی۔ لہٰذا ان پر ذلت والے عذاب مسلط کر دیے گئے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔(غافر:60)

سوال5: اپنی ضد کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا انکار کرنے والوں کے بارے میں ربّ کا کیا فیصلہ ہے؟

جواب: ضد کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا انکار کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے ہیں اور ایسے کافروں کے لیے سخت ذلت آمیز سزا مقرر ہے۔

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (91) ﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر تو ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو اس کے علاوہ ہے اس کا وہ کفر کرتے ہیں، حالانکہ وہ حق ہے اور جو ان کے پاس ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہے۔ کہہ دو کہ اگر تم ایمان لانے والے تھے تو اس سے پہلے انبیاء کو کیوں قتل کرتے تھے؟''(91)

سوال1:﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر تو ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو اس کے علاوہ ہے اس کا وہ کفر کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ﴾ یعنی جب یہودیوں سے کہا جاتا ہے۔﴿2﴾﴿اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ کہ اس پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا یعنی قرآن۔﴿3﴾﴿قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا﴾ وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے ہیں جو ہم پر نازل ہوا یعنی تورات۔ ﴿4﴾﴿وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ﴾ ''اور جو اس کے علاوہ ہے اس کا وہ کفر کرتے ہیں'' یعنی قرآن۔(تفسیر الوسیط:174/1)﴿5﴾ یہود تورات کے سوا سب کتابوں کا انکار کرتے تھے حالانکہ ان پر واجب تھا کہ اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں پر ایمان لائیں۔﴿6﴾﴿قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ﴾ یہود اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور رسولوں کے درمیان تفریق کرتے تھے۔ کسی پر ایمان لانا اور کسی کا انکار کرنا عین کفر ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لاتے ہیں اور کسی کا کفر کرتے ہیں اور وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اس کے درمیان ہی میں کوئی راستہ بنالیں۔ یہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(النساء:150,151)

سوال2:﴿وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ﴾ ''حالانکہ وہ حق ہے اور جو ان کے پاس ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَهُوَ الْحَقُّ﴾ یہ قرآن اپنے احکامات، اپنی خبروں میں حق پر مشتمل ہے، حق ہی پر نازل کیا گیا اور حق تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ قرآن حکیم کا انکار دراصل اللہ تعالیٰ کا اور اس حق کا انکار ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔﴿2﴾﴿مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ﴾ قرآن مجید کا ان تمام کتابوں کی تصدیق کرنا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل پر نازل کی گئیں اس کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس پر ایمان لائیں۔﴿3﴾ قرآن حکیم کا انکار دراصل ساری کتابوں کا انکار ہے۔

سوال3:﴿قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''کہہ دو کہ اگر تم ایمان لانے والے تھے تو اس سے پہلے انبیاء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کو کیوں قتل کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے یہود سے سوال کیا ہے کہ اگر تم تورات اور انجیل پر ایمان رکھتے تھے تو ان نبیوں کو کیوں قتل کیا جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے؟

سوال4: یہود کا تورات پر ایمان کا دعویٰ کیسے درست نہیں ہے؟

جواب: یہود کا تورات پر ایمان کا دعویٰ اس لئے درست نہیں کہ تورات پر ایمان لانے کے باوجود اپنے نبیوں کو قتل کرتے رہے۔

سوال5: یہود نسل پرست تھے پھر انہوں نے اپنی نسل کے انبیاء علیہم السلام کو کیوں قتل کر ڈالا؟

جواب: یہود ان لوگوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے جو ان کے خلاف گواہی دیتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام چونکہ ان پر تنقید کرتے تھے، انہیں نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے تھے اس لئے انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کر ڈالا اگرچہ وہ ان کی اپنی نسل سے تھے۔

سوال6: یہود نے کن انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا؟

جواب: سیدنا زکریا علیہ السلام اور سیدنا یحییٰ علیہ السلام وغیرہ کو۔ (نحمیاہ 26:9)

﴿ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ (92) ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً تمہارے پاس موسیٰ روشن نشانیاں لے کر آئے، پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو پکڑ لیا حالانکہ تم ظلم کرنے والے تھے۔'' (92)

سوال1: ﴿ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً تمہارے پاس موسیٰ روشن نشانیاں لے کر آئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام واضح معجزات لائے۔ بینات سے مراد وہ نشانیاں اور دلائل ہیں جو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نبی اور رسول ہونے کے ثبوت میں پیش کئے تھے۔ جیسے طوفان، ٹڈی جوئیں، مینڈک، خون، عصا، ید بیضا، سمندر میں راستہ، پتھر سے چشموں کا جاری ہونا اور من وسلویٰ وغیرہ۔ (تیسیر الرحمٰن: 55/1) ﴿2﴾ یہ معجزات صرف عصائے موسیٰ اور ید بیضاء ہی نہ تھے۔ بلکہ بے شمار دوسرے معجزات بھی تھے جیسے سمندر کا پھٹ جانا، اور فرعون کی غرقابی۔ چٹان سے بارہ چشموں کا پھوٹ نکلنا اور جنگل میں من وسلویٰ کا نزول وغیرہ۔ (تیسیر القرآن: 90/1)

سوال2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کس مقصد کے لئے روشن نشانیاں لائے تھے؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام ایک اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے پر اور اپنے رسول ہونے پر روشن نشانیاں لائے تھے۔

سوال3: ﴿ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ ''پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو پکڑ لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے چالیس روزہ قیام طور کے زمانے میں جب ان پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا دباؤ نہ رہا تو انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم کا سلوک کیسا تھا؟

جواب: قوم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تنگ کیا اور ایک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بچھڑے کو معبود بنالیا۔

سوال5: ﴿وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ''حالانکہ تم ظلم کرنے والے تھے'' بنی اسرائیل کا ظلم کیا تھا؟

جواب: بنی اسرائیل نے شرک کر کے ظلم کیا تھا۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر بنی اسرائیل کے ظلم کا انہیں احساس کیوں دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے ظلم کا احساس دلایا ہے تاکہ یہود پر ثابت کیا جائے کہ ان کا تورات پر ایمان کا دعویٰ درست نہیں ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے یہود کو ان کے ظلم کا احساس دلا کر کوشش کی ہے کہ وہ اس نبی اور کتاب پر ایمان لے آئیں۔

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (93)﴾

''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور تمہارے اوپر پہاڑ کو اٹھایا کہ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور سنو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے نافرمانی کی اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلا دی گئی ۔ کہہ دو کہ اگر تم ایمان والے ہو تو بری چیز ہے جس کا حکم تمہیں تمہارا ایمان دیتا ہے۔'' (93)

سوال1: ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ﴾ ''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور تمہارے اوپر پہاڑ کو اٹھایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو وہ میثاق یاد دلایا ہے جب پہاڑ کو بلند کر کے طور کی وادی میں دہشت ناک صورت حال پیدا کر دی تھی۔ جب انہوں نے پہاڑ کو سر پر کھڑے دیکھا تو ڈر کر تورات کے احکامات قبول کر لیے۔

سوال2: ﴿خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا﴾ ''جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور سنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور سنو'' جو ہم دے رہے ہیں یعنی تورات اور شریعت اس کو قبول کر لو۔ ﴿بِقُوَّةٍ﴾ یعنی عزم اور بشاط کے ساتھ اس کو مضبوطی سے تھامو۔ ﴿وَّاسْمَعُوْا﴾ اور اس کی اطاعت کرنے کے لیے توجہ سے سنو۔

سوال3: ﴿قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا﴾ ''انہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے نافرمانی کی'' سے یہود کے کس رویئے کی عکاسی ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہود نے وقتی طور پر جان بچانے کے لئے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی ورنہ وہ ہمیشہ نافرمانی پر قائم رہے۔ ﴿2﴾ یہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کفر، دشمنی اور ضد کی انتہا ہے کہ زبان سے تو یہ اقرار کیا جائے کہ ہم نے سنا اور ہم اطاعت کریں گے اور دل میں یہ نیت ہو کہ ہم نے کون سا عمل کرنا ہے۔

سوال4: ﴿وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ﴾ ''اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلا دی گئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہود کے دل بچھڑے کی محبت اور اس کی عبادت کے رنگ میں رنگے گئے اور ان کے کفر کے سبب سے ان کے دلوں میں گویا بچھڑے کی محبت رچ بس گئی۔ (تفسیر سعدی:138/1) ﴿وَأُشْرِبُوا﴾ کا مطلب ہے ''پلائی گئی'' فتح القدیر میں ہے کہ پانی انسان کے رگ و ریشے میں خوب دوڑتا ہے جب کہ کھانا ویسے نہیں دوڑتا۔ ﴿2﴾ ان کے دلوں میں ان کے کفر کی وجہ سے بچھڑے کی محبت پلا دی گئی۔ ﴿3﴾ محبت انسان کو اندھا، بہرہ بنا دیتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کی یہ صورت حال ہے کہ انہیں حق بات سمجھ نہیں آتی۔

سوال5: بچھڑے کی محبت دلوں میں پلانے کا سبب کیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ یہود کا کفر۔ ﴿2﴾ نافرمانیاں۔ ﴿3﴾ بچھڑے کی عبادت۔

سوال6: ﴿قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ''کہہ دو کہ اگر تم ایمان والے ہو تو بری چیز ہے جس کا حکم تمہیں تمہارا ایمان دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارا ایمان کتنا برا ہے جو تمہیں بچھڑے کی عبادت کا حکم دیتا ہے۔ تم نے انبیاء کو قتل کیا۔ تم نے تورات کے احکامات کو تب قبول کیا جب پہاڑ کو تمہارے سر پر کھڑا کر دیا گیا۔ تم نے رسولوں سے سرکشی کی، ان کا انکار کیا۔ ان کو قتل کیا۔ یہ کیسا ایمان ہے اور یہ کیسا دین ہے۔

﴿قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (94)﴾

''کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں کے ماسوا خاص تمہارے ہی لیے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔'' (94)

سوال1: ﴿قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ﴾ ''کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں کے ماسوا خاص تمہارے ہی لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قُلْ﴾ آپ ان سے کہہ دو۔ ﴿2﴾ ﴿إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ﴾ اگر آخرت کا گھر یعنی جنت تمہارے لیے ہے یعنی اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ جنت میں صرف وہی لوگ جائیں گے جو یہودی اور نصرانی ہوں اور یہ کہ تمہیں آگ چند دن کے سوا ہرگز نہیں چھوئے گی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: موت کی تمنا کرو کیونکہ اس کے بعد تو تم جنت میں چلے جاؤ گے جو خالص تمہارے لیے ہے۔

سوال3: یہود کو یہ بات کیوں کہی جارہی ہے کہ ''اگر دوسروں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت کا گھر خالص تمہارے لیے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو''؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ یہ دعوت مباہلہ ہے کہ اگر محمد ﷺ کی نبوت کے انکار اور اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے میں سچے ہو تو مقابلہ کرلو۔ یعنی مسلمان اور یہودی مل کر یہ دعا کرلیں کہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ اسے موت دے دے۔

﴿وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (95)﴾

''اور وہ ہرگز اس کی تمنا کبھی نہیں کریں گے اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔'' (95)

سوال1: ﴿وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''اور وہ ہرگز اس کی تمنا کبھی نہیں کریں گے اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہودی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی میں انتہا کو پہنچ گئے ہیں وہ موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے۔ یہودی موت کی تمنا نہیں کرسکتے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں سچے نہیں ہیں۔ وہ کفر اور معاصی کے اعمال کی وجہ سے موت نہیں مانگ سکتے۔ وہ زندگی کے حریص ہیں۔ حتیٰ کہ مشرکوں سے بھی زیادہ جو ایمان نہیں رکھتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو سب مرجاتے اور جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتے۔'' ﴿2﴾ یہودی جانتے ہیں کہ یہ ان کے برے اعمال کی جزا کا راستہ ہے۔

سوال2: ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے ظلم کو، ان کے برے اعمال کو خوب جاننے والا ہے۔

﴿وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰي حَيٰوةٍ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (96)﴾

''اور آپ انہیں لوگوں میں سب سے زیادہ زندگی پر حریص پاؤ گے اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے شرک کیا۔ ان کا ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار برس کی عمر دے دی جائے حالانکہ وہ اسے عذاب سے بچانے والی نہیں یہ کہ اسے لمبی عمر دی جائے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔'' (96)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾ ''اور آپ انہیں لوگوں میں سب سے زیادہ زندگی پر حریص پاؤ گے اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے شرک کیا'' یہود اور مشرک زندگی کے لیے سب سے زیادہ حریص کیوں ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ یہود زندگی کے حریص ہیں کہ وہ دنیا کی زندگی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور انہیں اپنا بدترین حشر معلوم ہے۔﴿2﴾ دنیا سے محبت کی نشانیاں یہ ہیں:(i) لمبی امیدیں باندھنا۔(ii) زندگی کی حرص خواہ وہ کسی طرح کی زندگی ہو، عزت کی زندگی ہو یا ذلت کی۔(iii) مال کی محبت۔(iv) آخرت سے بے پرواہی، بے خوفی۔﴿3﴾ یہود مشرکوں سے بھی بڑھ کر حریص ہیں کیونکہ مشرک زندگی کی حقیقتوں کو اہل کتاب کی طرح نہیں جانتے۔اس وجہ سے وہ آخرت پر اللہ تعالیٰ کے آگے حاضری پر یقین نہیں رکھتے۔﴿4﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن دو چیزوں میں جوان رہتا ہے: عمر کی حرص میں اور مال کی حرص میں۔''(ترمذی:2339)

سوال2:﴿يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ ''ان کا ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار برس کی عمر دے دی جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ زندگی کی حرص کے لیے یہ بلیغ ترین پیرایہ ہے۔انہوں نے ایسی آرزو کی ہے جو محال ہے اگر یہ عمر عطا بھی کر دی جائے تو ان کے کام نہیں آسکتی نہ عذاب کو دور کر سکتی ہے۔(تفسیر سعدی:140/1)﴿2﴾ یہودی آخرت کو مانتے ہیں لیکن دنیا کی حرص رکھتے ہیں کیونکہ اپنے اعمال کی خرابیوں کی وجہ سے اپنے انجام کو جانتے ہیں۔

سوال3:﴿وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے کس حقیقت کو واضح کیا ہے؟

جواب: رب العزت نے زندگی کی حرص کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے کہ عمر مل بھی جائے تو عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

سوال4:﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھنے والا ہے جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ نہ تو اعمال سے بے خبر ہے، نہ اعمال کے پیچھے کام کرنے والے ارادوں سے بے خبر ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے کہ ان کی نیتیں کیسے بنتی ہیں اور کام کیسے ہوتے ہیں۔

سوال5:﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾ یہ یقین انسان کی زندگی پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ یہ یقین کہ ہر کام کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، انسان کی زندگی بدل دیتا ہے۔﴿2﴾ انسان اپنے عمل کے پیچھے چھپے ہوئے ارادے کے بارے میں بھی خبردار ہو جاتا ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نظروں سے چھپ نہیں سکے گا۔﴿3﴾ انسان اپنے ہر عمل پر رب کی نظروں کو شعوری طور پر محسوس کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز آجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے زندگی کی حرص جو دلوں کے اندر بسی ہوئی تھی اس سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کاموں کو دیکھنے والا ہے۔﴿4﴾ حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ انسان کی اتنی نافرمانیوں پر بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسے اپنی آگ کا شعور دیتے ہیں۔یہی شعور انسان کی سب سے بڑی دولت ہے۔یہی شعور انسان کو صراط مستقیم پر گامزن رکھتا ہے۔

رکوع نمبر12

﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ(97)﴾

''آپ کہہ دیں جو جبریل کا دشمن ہے اس نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے دل پر اس (قرآن) کو نازل کیا ہے جو اپنے سے قبل کی تصدیق کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور خوش خبری ہے۔''(97)

سوال1:﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ﴾ ''آپ کہہ دیں جو جبریل کا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہودیوں کا یہ خیال ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ان کے دشمن ہیں۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو یہود کے بڑے عالم تھے) نے رسول اللہ ﷺ کی (مدینہ) تشریف لانے کی خبر سنی تو وہ اپنے باغ میں پھل توڑ رہے تھے۔وہ اسی وقت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ سے ایسی تین چیزوں کے متعلق پوچھتا ہوں جنہیں نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔بتلایئے! قیامت کی نشانیوں میں سے سب سے پہلی نشانی کیا ہے؟اہل جنت کی دعوت کے لیے سب سے پہلے کیا چیز پیش کی جائے گی؟ بچہ کب اپنے باپ کی صورت میں ہوگا اور کب اپنی ماں کی صورت پر؟ نبی ﷺ نے فرمایا:''مجھے ابھی جبرئیل علیہ السلام نے آکر ان کے متعلق بتایا ہے۔''عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بولے: جبرئیل علیہ السلام نے!فرمایا:ہاں۔عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ تو یہودیوں کے دشمن ہیں۔اس پر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ﴾اور ان کے سوالات کے جواب میں فرمایا:''قیامت کی سب سے پہلی نشانی ایک آگ ہوگی جو انسانوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کر لائے گی۔اہل جنت کی دعوت میں جو کھانا سب سے پہلے پیش کیا جائے گا وہ مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا حصہ ہوگا اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غلبہ کر جاتا ہے تو بچہ باپ کی شکل پر ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غلبہ کر جاتا ہے تو بچہ ماں کی شکل کا ہوتا ہے۔''عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بول اٹھے:''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔(پھر عرض کیا:)یا رسول اللہ ﷺ! یہودی بڑی بہتان باز قوم ہے،اگر اس سے پہلے کہ آپ ﷺ میرے متعلق ان سے کچھ پوچھیں،انہیں میرے اسلام کا پتہ چل گیا تو مجھ پر بہتان تراشیاں شروع کر دیں گے۔بعد میں جب یہودی آئے تو نبی ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا:''عبداللہ تمہارے یہاں کیسے آدمی سمجھے جاتے ہیں؟''وہ کہنے لگے:ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کے بیٹے،ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اگر وہ اسلام لے آئیں تو پھر تمہارا کیا خیال ہوگا؟''کہنے لگے:اللہ تعالیٰ انہیں اس سے پناہ میں رکھے۔اتنے میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ظاہر ہو کر کہا کہ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔''اب وہی یہودی ان کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ ہم میں سب سے بدتر ہے اور سب سے بدتر شخص کا بیٹا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوران کی توہین شروع کردی۔عبداللہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! یہی وہ چیز تھی جس سے میں ڈرتا تھا۔(صحیح بخاری:8044)﴿2﴾ یہ آیت یہودیوں کے اسی عقیدے کی تردید میں نازل ہوئی ہے کہ جبریل علیہ السلام ان کے دشمن ہیں۔

سوال2: یہود جبرائیل علیہ السلام کے کیوں دشمن تھے؟

جواب: بنی اسرائیل کوان کی سرکشی کی وجہ سے بار بارسزائیں دی گئی تھیں۔اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ عذاب کی آمد سے قبل پیغمبروں کی زبان سے پیشگی اطلاع دی جاتی تھی اور یہ خبر سیدنا جبرائیل علیہ السلام لے کرآتے تھے اور پیغمبر پھر اپنی قوم کوخبردار کرتے تھے۔اس خبر کے پہنچانے کا مقصد تو یہ تھا کہ یہود اپنی اصلاح کرلیں لیکن وہ خبر لانے والے ہی کو اپنا دشمن سمجھ لیتے تھے۔

سوال3: ﴿فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اس نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے دل پراس (قرآن) کونازل کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ ان یہودیوں سے کہہ دیجیے جن کا یہ گمان ہے کہ ان کوآپ ﷺ پر ایمان لانے سے اس چیز نے روکا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ پر وحی لے کرآتے ہیں اگر کوئی اور فرشتہ آتا تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آتے۔یہ گمان درست نہیں کیونکہ تمہارا ایمان نہ لانا تمہارے حسد،ضد اور تکبر کی وجہ سے ہے۔﴿2﴾ ﴿فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ﴾ جبرائیل علیہ السلام ہی وہ فرشتہ ہیں جنہوں نے پہلے انبیاء پر وحی نازل کی۔اورانہوں نے ہی آپ ﷺ کے دل پر قرآن نازل کیا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ اسے روح الامین لے کراترا ہے۔آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔(الشعراء:193,194)﴿3﴾ ﴿بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے'' اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام وحی لے کرآئے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے علم،اس کے ارادے،اس کی دی ہوئی آسانی اوراس کی سہولت سے جبرائیل علیہ السلام وحی لے کرآئے۔جبرائیل علیہ السلام پیغام لانے والے ہیں، بھیجنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔(فتح القدیر:150/1)

سوال4: ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''جو اپنے سے قبل کی تصدیق کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور خوش خبری ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ جبرائیل علیہ السلام جو قرآن لے کرنازل ہوئے ہیں وہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔﴿2﴾ قرآن مجید پہلی کتابوں کا مخالف ہے نہ پہلی کتابوں کے خلاف ہے۔﴿3﴾ ﴿وَهُدًى﴾ قرآن مجید نفع مند علم اوراعمال صالح کا راستہ دکھانے والا ہے۔یہ ہر قسم کی گمراہیوں سے بچانے کے لیے مکمل ہدایت کا راستہ ہے۔﴿4﴾ ﴿وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ جولوگ قرآن مجید پر ایمان لے آئیں یہ ان کے لیے دنیاوی اوراخروی بھلائیوں کی بشارت ہے۔﴿5﴾ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ﴾ آپ کہہ دیں کہ جولوگ ایمان لاتے ہیں یہ قرآن ان کے لیے ہدایت اور شفاء ہے۔(فصلت:44)﴿6﴾ قرآن مجید ایمان والوں کو جنت کی خوش خبری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیتا ہے۔(الوسیط:179/1)

سوال5: اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید کی کیا خصوصیات بیان فرمائی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے اذن سے نازل کیا گیا ہے۔﴿2﴾ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کے دل پر نازل کیا گیا ہے۔﴿3﴾ قرآن مجید پچھلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔﴿4﴾ قرآن مجید انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہے۔﴿5﴾ ایمان والوں کے لیے خوش خبری ہے۔

سوال6: قرآن مجید پہلی کتابوں کی کیسے تصدیق کرتا ہے؟

جواب: قرآن مجید تورات اور انجیل کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر نازل کی گئی ہیں۔قرآن مجید ان کی تعلیمات کی بھی اصولی طور پر تصدیق کرتا ہے۔قرآن مجید صرف ان چیزوں کی تردید کرتا ہے جو غلط طریقوں سے ان کتابوں میں شامل کر دی گئیں۔قرآن مجید پچھلی کتابوں کے لیے سچائی کا گواہ بن کر نازل ہوا ہے۔

سوال7: قرآن مجید ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت کیسے بنتا ہے؟

جواب: قرآن مجید زندگی کے ہر پہلو، موقع اور ہر شعبے کے لئے راہ نمائی ہے خواہ وہ ذاتی زندگی سے متعلق ہو یا اجتماعی زندگی سے متعلق۔اہل ایمان چونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے بارے میں سنجیدہ ہوتے ہیں، وہ سچے دل سے اس کو قبول کرتے ہیں، لہٰذا ان کے لئے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہدایت بن جاتی ہے۔

﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (98) ﴾

''جو کوئی اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے۔''(98)

سوال1: ﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ ﴾ ''جو کوئی اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ ﴾ اللہ تعالیٰ سے عداوت سے مراد اس کے احکامات کی مخالفت اور اس کی اطاعت نہ کرنا اور اس نے جو کچھ نازل کیا ہے اس کا انکار کرنا ہے۔(تفسیر مراغی:100/1) ﴿2﴾ ﴿ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ ﴾ اور اس کے فرشتوں کے لیے یعنی جو کچھ لوگوں کے لیے پیغامات فرشتے لے کر آئے ان پر عمل کرنے سے کراہت کی وجہ سے دشمنی ہے۔﴿3﴾ ﴿ وَرُسُلِهٖ ﴾ اور اس کے رسولوں کی دشمنی جیسا کہ ان کی رسالت پر دلائل ہونے کے باوجود انہوں نے بعض نبیوں کو قتل کر دیا مثلاً زکریا و یحییٰ علیہما السلام وغیرہ۔﴿4﴾ ﴿ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ ﴾ جبریل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

علیہ السلام سے دشمنی کی وجہ یہ تھی کہ وہ آیات اور بینات اور عذاب لے کر آتے تو جوان کا دشمن ہے وہ میکائیل علیہ السلام کا بھی دشمن ہے کیونکہ ان دونوں کی محبت کی طرف بلانے والا داعی ایک ہے۔(تفسیر مراغی:100/1)

سوال2:﴿فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جبرائیل علیہ السلام سے دشمنی رکھنا دراصل اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کا انکار ہے۔**﴿2﴾** یہ دشمنی اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں اور اس کے فرشتوں سے ہے۔**﴿3﴾** جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ دشمنی اس وجہ سے ہے کہ وہ رسولوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر نازل ہوتے رہے ہیں۔ان کا کفر درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہے جس نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور اس وحی یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ہے جس کی طرف وحی بھیجی گئی۔اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے کہ وہ کافروں کا، حق کے دشمنوں کا اور انکار کرنے والوں کا دشمن ہے۔**﴿4﴾** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی سے ناراض ہوتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے بغض رکھتا ہوں پس تم بھی اس سے بغض رکھو، پھر وہ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔پھر آسمان والوں میں منادی کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے بغض رکھتا ہے تم بھی اس سے بغض رکھو وہ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں۔اس کے بعد زمین والوں میں اس کی دشمنی جم جاتی ہے (یعنی زمین میں بھی اللہ تعالیٰ کے جو نیک بندے یا فرشتے ہیں وہ اس کے دشمن رہتے ہیں)۔(صحیح بخاری، کتاب الرقاق)**﴿5﴾** اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کسی بندے سے دشمنی ہوتی ہے تو وہ اس کے گناہوں پر عذاب دیتا ہے اور اس سے درگزر نہیں کرتا اور اس کی مغفرت نہیں فرماتا۔

سوال3: اللہ رب العزت سے عداوت یا ملائکہ سے دشمنی رکھنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اللہ رب العزت یا ملائکہ سے دشمنی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ:**﴿1﴾** اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی راہ نمائی قابل قبول نہیں ہے۔صرف وہ چیز قابل قبول ہے جس پر اپنا دل مطمئن ہو جائے۔**﴿2﴾** ایک سے دشمنی رکھنے کا مطلب ہے سب سے دشمنی بلکہ اللہ تعالیٰ سے بھی دشمنی۔

﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ(99)﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ پر واضح آیات نازل کی ہیں اور اس کا انکار فاسقوں کے سوا کوئی نہیں کرتا۔''(99)

سوال1:﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ پر واضح آیات نازل کی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾ سے مراد صاف صاف حق کا اظہار کرنے والی آیات ہیں۔**﴿2﴾** آیات کا واضح ہونا ایک معجزہ ہے جن کو ایک ذہین ترین فرد بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے اور ایک غبی انسان بھی۔**﴿3﴾﴿اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ﴾** کے نزول پر مطالبہ یہ ہے کہ ایمان لے آؤ۔**﴿4﴾** یہ واضح آیات اس کے لیے ہدایت بنیں گی جو اس کا طلب گار ہوگا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:﴿وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''اوراس کا انکار فاسقوں کے سوا کوئی نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جواللہ تعالیٰ کی آیات بینات کا انکار کرتا ہے اس پر حجت قائم ہوتی ہے۔﴿2﴾ یہ آیات اپنے دلائل کی وضاحت کے اعتبار سے ایسا بلند مقام رکھتی ہیں کہ کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا ماسوائے فاسق کے جواللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے نکل جاتا ہے اور تکبر کرتا ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حامل کسی گروہ کا بگاڑ کہاں سے شروع ہوتا ہے؟

جواب: آخرت کی نجات کا انحصار نیک کاموں کی بجائے 'بے عملی' میں تلاش کرنے ہی سے بگاڑ کا آغاز ہوتا ہے۔مثلاً:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا کلام عمل کی پکار ہے مگر جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو اس کے افراد مقدس کلام لکھ لینے یا زبان سے بول دینے کو ہر قسم کی برکتوں کا نسخہ سمجھ لیتے ہیں۔﴿2﴾ زبان سے محض چند الفاظ ادا کر لینے سے جنت حاصل کرنے والے دنیا کو بھی کلام کے ذریعے سے حاصل کرنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں۔﴿3﴾ بزرگوں سے عقیدت رکھنے ہی کو کامیابی کا ذریعہ سمجھنے والے بزرگوں کی روحوں سے تعلق قائم کر کے دنیا کے مسائل حل کرنے لگتے ہیں۔﴿4﴾ وظیفوں پر یقین رکھنے والے لفظوں کی ادائیگی سے ہی امت کو کامیابی کی راہ دکھانا چاہتے ہیں۔

﴿اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ(100)﴾

''کیا جب کبھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اس کو پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں رکھتے۔''(100)

سوال1:﴿اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ﴾ ''کیا جب کبھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اس کو پھینک دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی عہد شکنی کا ذکر کیا ہے کہ جب بھی انہوں نے کوئی معاہدہ کیا اسے توڑ ڈالا۔﴿2﴾ یہود کو ان کی بدعہدیاں یاد دلائی جارہی ہیں۔جب کبھی انہوں نے عہد کیا وفا نہیں کیا۔

سوال2:بنی اسرائیل سے کتاب کے بارے میں کیا عہد لیا گیا تھا؟ بنی اسرائیل نے کتاب کے عہد کو کیسے توڑ ڈالا؟

جواب:﴿1﴾ بنی اسرائیل سے رب نے عہد لیا تھا کہ کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اور توجہ سے سنو۔﴿2﴾ بنی اسرائیل نے کتاب کو پس پشت ڈالا۔کتاب میں تحریف بھی کر دی یوں اس عہد کو علی الاعلان توڑ ڈالا۔

سوال3:اس آیت میں ہمارے لئے کیا سبق ہے؟

جواب: کتاب کو مضبوطی سے تھامنے والا معاہدہ جو کل کو بنی اسرائیل کے ساتھ تھا، آج وہ ہمارے لئے بھی ہے لیکن آج ہماری سوسائٹی میں ایسے لوگوں کی کثرت ہے جو اس کتاب کو پڑھنا اور سمجھنا اپنے لئے ضروری خیال نہیں کرتے، کتاب کی کسی ذمہ داری کو ضروری خیال نہیں کرتے مثلاً اس کو سمجھنا، سکھانا، اس پر عمل کرنا اور اسے آگے پہنچانا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: کتاب کے معاہدے کو پورا کیسے کیا جاسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کتاب پر سچے دل سے ایمان لے آئے یعنی ایمان کی حقیقت کو سمجھ جائے۔ پھر اپنے قلب کے اندر اس کی ضرورت واہمیت کو اتار لے۔ ﴿2﴾ انسان پختہ ارادہ کرے کیونکہ شعوری معاہدے کے بغیر کلام اللہ سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں رہتا۔

سوال5: ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہود کی بدعہدی کا سبب یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔ ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔ جن لوگوں سے آپ نے عہد باندھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے۔ (الانفال:55,56)

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۗ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (101)﴾

''اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول آیا جو اس چیز کے لیے تصدیق کرنے والا ہے جو ان کے پاس ہے تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے جنہیں کتاب دی گئی تھی، اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اپنی پشتوں کے پیچھے پھینک دیا، گویا وہ جانتے ہی نہیں۔'' (101)

سوال1: ﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ﴾ ''اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول آیا جو اس چیز کے لیے تصدیق کرنے والا ہے جو ان کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ پہلی کتابوں کے بعد جب نبی ﷺ حق کے ساتھ کتاب لے کر آئے جو ان کی کتاب کی تصدیق بھی کرتا ہے اور ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ہم اپنی کتاب پر عمل کرتے ہیں تو انہوں نے اسے پس پشت ڈال دیا۔

سوال2: ﴿نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۗ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے جنہیں کتاب دی گئی تھی، اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اپنی پشتوں کے پیچھے پھینک دیا، گویا وہ جانتے ہی نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: بنی اسرائیل کی کتابوں میں نبی کی بشارت موجود تھی وہ آپ ﷺ پر ایمان نہ لا کر دراصل اپنی کتاب کے حکم کو چھوڑ رہے ہیں اور بے رغبتی کے ساتھ اسے دور پھینک رہے ہیں۔ گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں کہ تورات میں محمد ﷺ کی تصدیق اور اتباع کے بارے میں کچھ آیا ہے۔ (الدرالمنثور:181/1)

﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۣ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ(102)﴾

''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین سلیمان کی بادشاہت میں پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا لیکن شیاطین نے کفر کیا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کیا گیا، حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے جب تک وہ یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم یقیناً آزمائش ہیں چنانچہ تو کفر نہ کر پھر بھی وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور اس کی بیوی میں جدائی ڈالتے تھے حالانکہ وہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر اس میں سے کسی ایک کو بھی ہرگز ضرر پہنچانے والے نہیں تھے اور وہ ایسا علم سیکھتے تھے جو انہیں نقصان پہنچاتا اور انہیں نفع نہیں دیتا تھا حالانکہ بلاشبہ یقیناً وہ جانتے تھے کہ جس نے اس کو خریدا اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور یقیناً برا ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا۔ کاش وہ جانتے ہوتے!''(102)

سوال1: ﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰي مُلْكِ سُلَيْمٰنَ﴾ ''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین سلیمان کی بادشاہت میں پڑھا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا تو جادو کے پیچھے لگ گئے۔ رب العزت نے اسی دور کا ذکر کیا ہے کہ وہ سلیمان علیہ السلام کی حکومت تھی جس میں انہوں نے جادو ایجاد کیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے جو کوئی کسی نفع مند چیز کو ترک کرنا چاہتا ہو حالانکہ اسے اس کا فائدہ نصیب ہو سکتا ہو لیکن وہ فائدہ نہ اٹھائے تو اسے ایسے کام میں مصروف کر دیا جاتا ہے جو اس کے لیے نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح یہودیوں نے جب اللہ تعالیٰ سے، اس کے فرشتوں سے، اس کے رسولوں سے، اس کی کتابوں سے، اللہ والوں سے دشمنی رکھی تو اللہ تعالیٰ نے مکافاتِ عمل کے طور پر انہیں جادو سیکھنے، سکھانے اور جادو کرنے میں مشغول کر دیا۔ ﴿3﴾ ﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ﴾ یہود اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین پڑھتے تھے۔ ﴿4﴾ شیاطین ایسا کلام پڑھتے ہیں جس سے دوسروں پر برے اثرات ڈالے جا سکتے ہیں یعنی جادو۔ ﴿5﴾ یہاں یہود کی ایک گمراہی کا بیان ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور شیطانوں سے جادو سیکھنا شروع کر دیا۔ (تیسیر الرحمٰن:59/1)

سوال2: ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ ''اور سلیمان نے کفر نہیں کیا لیکن شیاطین نے کفر کیا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شیاطین نے یہودیوں کو جادو سکھانے کے لیے یہ دھوکہ دیا کہ سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت اسی جادو کے زور پر چلتی تھی اور وہ اسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جادو پر عامل تھے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا یعنی انہوں نے قطعاً جادو نہیں سیکھا۔اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو جادو سے منزہ قرار دیا ہے۔﴿3﴾﴿وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا﴾''لیکن شیاطین نے کفر کیا''شیاطین نے کفر کا ارتکاب کیا۔وہ جادو سیکھتے تھے اور سکھاتے تھے۔﴿4﴾﴿يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾''کہ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے''وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔﴿5﴾وہ جادو کر کہ لوگوں کو گمراہ کرتے تھے اور ان کی حرص یہ تھی کہ لوگوں کو سرکش بنائیں۔اس وجہ سے وہ جادو سکھاتے تھے۔

سوال3: جادو کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ شریعت میں جادو ہر اس کام کو کہتے ہیں جس کا سبب چھپا ہوا ہو۔اثرات تو نظر آئیں لیکن اثر ڈالنے والا نظر نہ آئے۔﴿2﴾ جادو کے لیے عربی زبان میں سحر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔علماء اس کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:اللیث کہتے ہیں:''سحر وہ عمل ہے جس میں پہلے شیطان کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اور پھر اس سے مدد لی جاتی ہے۔''(تاج العروس:502/6وکشاف اصطلاحات الفنون:344/2)﴿3﴾ الازہری کہتے ہیں:''سحر دراصل کسی چیز کو اس کی حقیقت سے پھیر دینے کا نام ہے۔''(تہذیب اللغۃ:290/4)(الموسوعۃ الفقھیۃ:259/24)﴿4﴾ شمر،ابن ابی عائشہ سے بیان کرتے ہیں:''عربوں نے جادو کا نام سحر اس لیے رکھا ہے کہ یہ تندرستی کو بیماری سے اور بغض کو محبت سے بدل دیتا ہے۔''(تاج العروس:503/6والموسوعۃ الفقھیۃ:259/24)(لسان العرب:348/4)﴿5﴾امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''سحر کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے،اول،دھوکا اور بے حقیقت تخیلات پر بولا جاتا ہے۔''(مفردات القرآن:/461)﴿6﴾ابن فارس سحر کے متعلق کہتے ہیں:''جیسا کہ ایک قوم کا خیال یہ ہے کہ سحر باطل کو حق کی شکل میں پیش کرتا ہے۔''(مقاییس اللغۃ:507)

سوال4: جادو کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:سات مہلک گناہوں سے بچو۔صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ کون سے ہیں؟رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا،جادو کرنا،ناحق کسی کی جان لینا جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے،سود کھانا،یتیم کا مال کھانا،جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن غافل مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔(صحیح بخاری:6857)﴿2﴾سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے:شراب پینے والا،قطع رحمی کرنے والا،(اللہ کے حکم کے بغیر)جادو(کی تاثیر)پر یقین رکھنے والا۔''(مسند احمد:399/4ومسند ابی یعلیٰ:7248)﴿3﴾جادوگر اور کاہن کے پاس جانے والا اس شریعت کا انکار کرتا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔(ابن ماجہ:639)﴿4﴾سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو بدفالی کرے،یا اس کے لیے بدفالی کی جائے،یا جو کہانت کرے یا اس کے لیے کہانت کی جائے یا جو جادو کرے یا اس کے لیے جادو کیا جائے اور جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا اور اس نے اس کی بات کی تصدیق کی تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ شریعت کا انکار کیا۔''(صحیح الترغیب والترھیب البانی:3041)﴿5﴾جادوگر واجب القتل ہے۔﴿6﴾امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:کوئی شخص جب اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بات کا اعتراف کرلے کہ اس نے ایسے کلام کے ساتھ جادو کیا ہے، جس میں کفر پایا جاتا ہے اور وہ اس سے توبہ نہیں کرتا تو اسے قتل کر دینا واجب ہے۔اسی طرح اگر دلیل سے بات ثابت ہوجائے کہ اس نے واقعتاً کفریہ کلام کے ساتھ جادو کا عمل کیا ہے تو اسے قتل کر دینا ضروری ہوگا۔گر اس نے ایسے کلام کے ساتھ جادو کیا ہو جس میں کفر نہیں پایا جاتا تو اسے قتل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ہاں اگر جادوگر نے جادو کے عمل سے جان بوجھ کر دوسرے شخص کو ایسا نقصان پہنچایا جس سے قصاص واجب ہوجاتا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے اور اگر نقصان سے قصاص لازم نہیں آتا تو اس سے دیت وصول کی جائے گی۔(تفسیر قرطبی:48/2)﴿7﴾ بجالہ بن عبدۃ فرماتے ہیں کہ میں احنف بن قیس کے چچا جزء بن معاویہ کا کاتب تھا۔اسی دوران میں ہمارے پاس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان پہنچا، جسے انہوں نے اپنی وفات سے ایک سال قبل لکھا تھا کہ ہر جادوگر کو قتل کردو، لہٰذا ہم نے ایک ہی دن میں تین جادوگروں کو قتل کیا۔(ابوداود:3034)﴿8﴾ سیدنا جندب بن کعب رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادوگر کو کرتب دکھاتے دیکھا۔جادوگر نے ایک آدمی کو ذبح کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور پھر اسے سر کے ساتھ جوڑ دیا۔سیدنا جندب بن کعب رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس جادوگر کو قتل کر دیا۔پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾ کیا تم اس کے جادو میں آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو۔(الانبیاء:3)﴿9﴾ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اس لونڈی کے قتل کا حکم دیا تھا جس نے ان پر جادو کیا تھا، لہٰذا اسے قتل کر دیا گیا۔(مؤطا:1672)

سوال5: اللہ رب العزت نے کیوں فرمایا ہے ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ﴾؟

جواب: یہ یہود کا سلیمان علیہ السلام پر الزام تھا کہ وہ جادو کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس الزام کو دھویا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کا یہ کام نہیں ہوسکتا کہ وہ کفر کرے کیونکہ جادو تو کفر ہے۔

سوال6: اسلام نے جادو سیکھنے کو اور اس پر عمل کرنے کو کیوں کفر قرار دیا ہے؟

جواب: اسلام نے جادو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کو کفر اس لئے قرار دیا ہے کہ ہر وقت کا نفع اللہ تعالیٰ سے طلب کرنا چاہیے اور ہر وقت کے نقصان سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور اس کائنات میں ہر کام اس کی مشیت سے ہوگا۔

سوال7: ﴿وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ﴾ ''اور جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں نے اس جادو کی پیروی کی جو عراق کے شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کیا گیا تھا۔﴿2﴾ ان فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آزمائش کے لیے نازل کیا تھا۔﴿3﴾ یہ فرشتے لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔﴿4﴾ ہر شخص اسی چیز کی طرف مائل ہوتا ہے جس سے اسے رغبت ہوتی ہے۔انہیں جادو سے رغبت تھی کلام سے نہیں تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جادو کا راستہ آسان کر دیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8:﴿وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ ''حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے جب تک وہ یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم یقیناً آزمائش ہیں چنانچہ تو کفر نہ کر'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ہاروت ماروت انسانوں سے خیر خواہی کرتے تھے۔اس وقت تک کوئی چیز نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ واضح نہ کر دیتے کہ ہم آزمائش ہیں۔اور آپ کفر نہ کرو یعنی وہ جادو سیکھنے سے روکتے تھے۔انہیں جادو کی حقیقت سے آگاہ کرتے تھے کہ جادو حق نہیں کفر ہے۔﴿2﴾ شیاطین کا جادو سکھانا گمراہ کرنے کے لیے تھا اور فرشتوں کا جادو سکھانا آزمائش کے لیے تھا۔﴿3﴾ یہودی اس جادو کے پیچھے لگے جس کے لیے شیاطین نے انہیں قائل کیا تھا اور فرشتوں نے انہیں سکھایا تھا۔﴿4﴾ جب وہ جادو سیکھنے لگے تو انہوں نے وہ سارے علوم چھوڑ دیئے جو انبیاء لے کر آئے تھے اور شیاطین کی طرف راغب ہو گئے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جادو سکھانے کے لئے کیوں متعین کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾ فرشتوں کے ذریعے یہ واضح کر دیا جائے کہ جادو اور معجزے میں فرق ہوتا ہے۔﴿2﴾ فرشتوں کے ذریعے یہ واضح کرنا مطلوب تھا کہ جادو کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان فرشتوں کو عطا کیا گیا تھا۔﴿3﴾ فرشتے ان لوگوں کے امتحان کے لئے نازل کئے گئے تھے۔﴿4﴾ اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ ان کی اخلاقی گراوٹ کی نشاندہی کر دی جائے کہ وہ کس حد تک اپنی اصل سے گر چکے ہیں کہ اب گھرانے توڑنا چاہتے تھے۔

سوال10: فرشتے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیز کیوں سکھاتے تھے؟

جواب: فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانوں کی آزمائش کے لیے جادو سکھاتے تھے۔وہ اس لیے جادو سکھاتے تھے کہ انسانوں کے لیے بے گناہی کے عذر کی گنجائش نہ رہے۔

سوال11:﴿فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ﴾ ''وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور اس کی بیوی میں جدائی ڈالتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ شوہر اور بیوی میں جدائی ڈالنے کی کوششیں ان کے اخلاقی زوال کی نشاندہی کرتی ہیں کیونکہ ازدواجی تعلق کی درستگی انسانی تمدن کی جڑ ہے اور وہ شخص بدترین ہے جو اس تعلق کو کاٹنے کی کوششیں کرے۔﴿2﴾ رب العزت نے شوہر اور بیوی کے درمیان محبت ڈالی ہے کیونکہ اسی پر معاشرے کے بنیادی یونٹ کا انحصار ہوتا ہے۔﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔(الروم:21)

سوال12: جادو کرنے اور کروانے کے مقاصد کیا ہوتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: انسانوں میں نفرت پیدا کرنا۔ پھوٹ ڈلوانا۔نقصان پہچانا۔

سوال13: جادو کے خطرے میں کون ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بندہ جتنا اپنے رب سے دور ہوتا ہے شیطان سے اتنا قریب ہوتا ہے،یعنی رحمت سے دور ہوجاتا ہے اور لعنت کے قریب ہوجاتا ہے۔ جو شخص شیطان کے راستے پر چلنے لگتا ہے وہ بدنصیب کہلاتا ہے اور جو رب رحمٰن کی رضا کا طالب ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں شامل ہوجاتا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ﴾ سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ جو لوگ ایمان لائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے۔ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے۔(یونس:62۔64)﴿2﴾ جب بندہ لغویات موسیقی وغیرہ سنتا ہے۔﴿3﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے۔﴿4﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں دیکھتا ہے۔﴿5﴾ جب وہ نمازوں میں سستی برتتا ہے۔﴿6﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ مجالس میں شامل ہوتا ہے تو اوہام اور وسوسے اس پر مسلط ہوجاتے ہیں،فرشتے اس سے دور ہوجاتے ہیں اور شیطان کے حملوں کا امکان بڑھ جاتا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿ وَ مَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ۝ وَ اِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں۔ چنانچہ وہی اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔اور بلاشبہ یقیناً وہ انہیں ضرور راہ حق سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ سیدھے راستے پر چلتے ہیں۔(الزخرف:37۔36)﴿7﴾ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔(صحیح بخاری:3281)﴿8﴾ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح ہونے تک سویا رہا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا:''یہ وہ شخص ہے جس کے کانوں (یا کہا کہ کان) میں شیطان پیشاب کرجاتا ہے۔''(صحیح بخاری:3270)﴿9﴾ ابن ابی سعید خدری رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''جب تم میں سے کسی آدمی کو نماز میں جمائی آئے تو تمہیں چاہیے کہ جس قدر ہو سکے اسے روکو کیونکہ (ایسا نہ کرنے کی وجہ سے) شیطان اندر داخل ہوجاتا ہے۔''(صحیح مسلم:7493)

سوال14: ﴿ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ''حالانکہ وہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر اس میں سے کسی ایک کو بھی ہرگز ضرر پہنچانے والے نہیں تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جادو اللہ تعالیٰ کے اذن سے نقصان دیتا ہے۔ اذن کی دو اقسام ہیں۔(الف) اذن قدری: جو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے متعلق ہے۔جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔(ب) اذن شرعی: جیسا کہ سابقہ آیت ﴿ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ (البقرہ:97) میں مذکور ہے۔اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسباب کی قوت تاثیر خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو،وہ ہر حال میں قضاء

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقدر کے تابع ہوتے ہیں۔ان کی مستقل تاثیر نہیں ہوتی۔افعال العباد کے بارے میں امت کے فرقوں میں کوئی بھی اس اصول کی مخالفت نہیں کرتا سوائے قدریہ کے۔قدریہ سمجھتے ہیں کہ اسباب کی تاثیر مستقل ہوتی ہے اور وہ مشیت الٰہی کے تابع نہیں ہوتے۔چنانچہ انہوں نے بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج کر دیا اور اس طرح وہ کتاب اللہ،سنت رسول اور اجماع صحابہ وتابعین کی مخالفت کے مرتکب ہوئے۔(تفسیر سعدی:144/1)

سوال15: کیا جادو اثر کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو دو طرح سے پیدا کیا ہے:مثبت بھی اور منفی بھی۔کسی چیز کا منفی پہلو غالب ہوتا ہے جیسے جادو۔اس کے اسی طرح اثرات ہوتے ہیں جیسے زہر کے جس کو کھانا حرام ہے۔﴿2﴾ جادو ایسی گرہوں اور ایسے دم اور الفاظ کا نام ہے،جن میں بولا یا لکھا جائے ،یا جادوگر ایسا عمل کرے،جس سے اس شخص کا بدن یا دل یا عقل متاثر ہو جائے جس پر جادو کرنا مقصود ہو اور جادو واقعتاً اثر رکھتا ہے،چنانچہ جادو سے کسی شخص کو قتل بھی کیا جا سکتا ہے بیمار بھی کیا جا سکتا ہے۔بیوی کے قرب سے عاجز بھی کیا جا سکتا ہے۔جادو بیوی اور خاوند کے درمیان جدائی بھی ڈال سکتا ہے ،ایک دوسرے کے دل میں نفرت یا محبت بھی پیدا کر سکتا ہے ۔(المغنی والشرح الکبیر:104/10)﴿3﴾ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:جادو خبیث روحوں کے اثر ونفوذ سے مرکب ہوتا ہے۔اس سے انسانی طبیعتیں متاثر ہوتی ہیں۔(زادالمعاد:125.126/4)

﴿4﴾ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بنی زریق کے ایک شخص یہودی لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے نبی ﷺ کسی چیز کے متعلق خیال کرتے کہ آپ ﷺ نے وہ کام کر لیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ایک دن یا (راوی نے بیان کیا کہ)ایک رات نبی ﷺ میرے یہاں تشریف رکھتے تھے اور مسلسل دعا کر رہے تھے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا:''عائشہ رضی اللہ عنہا!تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ سے جو بات میں پوچھ رہا تھا،اس نے اس کا جواب مجھے دے دیا۔میرے پاس دو(فرشتے جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام) آئے۔ایک میرے سر کی طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف۔ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا:ان صاحب کی بیماری کیا ہے؟ دوسرے نے کہا کہ ان پر جادو ہوا ہے۔اس نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن عاصم نے۔پوچھا کس چیز میں؟ جواب دیا کہ کنگھیا اور سر کے بال میں جو نر کھجور کے خوشے میں رکھے ہوئے ہیں۔سوال کیا: اور یہ جادو ہے کہاں؟ جواب دیا کہ زروان کے کنوئیں میں۔''پھر نبی ﷺ اس کنوئیں پر اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو فرمایا:''عائشہ رضی اللہ عنہا!اس کا پانی ایسا (سرخ) تھا جیسے مہندی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کے کھجور کے درختوں کے سر (اوپر کا حصہ) شیطان کے سروں کی طرح تھے۔''میں نے عرض کیا:''یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اس جادو کو باہر کیوں نہیں کر دیا؟''نبی ﷺ نے فرمایا کہ'' اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے عافیت دے دی۔اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اب میں اس برائی کو خواہ مخواہ لوگوں میں پھیلاؤں۔''پھر آپ ﷺ نے اس جادو کا سامان کنگھی بال خرما کا غلاف دفن کرا دیا۔(بخاری:5763)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال16: ﴿وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾ ''اور وہ ایسا علم سیکھتے تھے جو انہیں نقصان پہنچاتا اور انہیں نفع نہیں دیتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور وہ ایسا علم سیکھتے تھے جو انہیں نقصان پہنچاتا اور انہیں نفع نہیں دیتا تھا'' اللہ تعالیٰ نے جادو کے علم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جادو میں نقصان ہی نقصان ہے، اس میں کوئی دینی یا دنیاوی منفعت نہیں ہوتی جس طرح بعض گناہوں میں دنیاوی منفعت ہوتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے بارے میں فرمایا: ﴿قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ ''کہہ دو شراب اور جوئے میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں البتہ ان کا گناہ ان کے فائدے کی نسبت زیادہ بڑا ہے۔'' (البقرہ:219) پس یہ جادو تو ضرر محض ہے اور اصل میں اس کا کوئی داعیہ نہیں۔ تمام منہیات یا تو ضرر محض کی حامل ہیں یا ان میں شر کا پہلو خیر کے پہلو سے زیادہ ہے۔ جیسے تمام مامورات صرف مصلحت پر مبنی ہیں یا ان میں خیر کا پہلو شر کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ (تفسیر سعدی:144/1)

سوال17: جادو کا علاج کیا ہے؟

جواب: جادو دور کرنے کے لیے معوذتین نہایت نفع بخش ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ شیطان کو بھگانے کے لیے آیۃ الکرسی اعلیٰ پانے کا عمل ہے۔ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ہمیں ہدایت کی ہے۔ ﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی اکساہٹ ہو تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔ (فصلت:36) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ، اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی حفاظت۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے اور اسے کسی اور کے حوالے نہیں کرتا۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ (الطلاق:2) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ پر توکل، اللہ تعالیٰ پر اعتماد، اس پر بھروسہ، رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اس کو کافی ہے۔ (الطلاق:3) ﴿4﴾ گناہوں سے توبہ: وہ گناہ جس میں ابلیس مبتلا کرواتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے تو اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا۔ (الشوریٰ:30) ﴿5﴾ جادو، حسد اور بلاؤں کو دور کرنے میں صدقے کی عجیب تاثیر ہے۔ ﴿6﴾ کثرت سے قرآن حکیم کی تلاوت کرنا اور مسنون دعائیں پڑھنا۔ بیت الخلا میں جاتے ہوئے اس کی دعا پڑھنا: ناپاک جگہ پر شیطانوں کا گھر اور ٹھکانہ ہوتا ہے، اس لیے اس میں کسی مسلمان کی موجودگی کو شیطان غنیمت تصور کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ بیت الخلا میں جاتے ہوئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ اے اللہ میں ناپاک جنوں اور جنیوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (صحیح بخاری:142) ﴿7﴾ جادو نکلوانا اور اس کو ختم کرنا۔ یہ تب ممکن ہے جب جادو واقع ہو جائے تب علاج کروایا جائے۔ ﴿8﴾ آیۃ الکرسی پڑھنا۔ ﴿9﴾ ڈاکٹر سے رجوع کیا جائے، جس قسم کے اثرات ظاہر ہو رہے ہوں اس کی دوا استعمال کی جائے۔ ﴿10﴾ عجوہ کھجور کا استعمال کرنا۔ سیدنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص روزانہ چند عجوہ کھجوریں کھالیا کرے اسے اس دن رات تک زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ علی بن عبداللہ مدینی کے سوا دوسرے راوی نے بیان کیا کہ سات کھجوریں کھالیا کرے۔ (بخاری:5768)

سوال18: اللہ تعالیٰ کے کلام اور جادو میں کیا فرق ہے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ کا کلام	جادو
1۔ اللہ تعالیٰ کا کلام زندگی بخشنے کے لیے آیا،	1۔ جادو سے زندگیاں برباد ہوتی ہیں۔
2۔ اللہ تعالیٰ کا کلام نفع بخش ہوتا ہے،	2۔ جادو سے ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔
3۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہدایت ہے، سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے،	3۔ جادو سیدھے راستے سے دور لے جاتا ہے۔
4۔ اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے، بلند مرتبہ ہے، اس کا سیکھنا فرض ہے،	4۔ جادو ناپاک کلام ہے اور اس کا سیکھنا حرام ہے۔
5۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو ماننے والے بلند کردار کے مالک ہوتے ہیں،	5۔ جادو کرنے والے گھٹیا کردار کے مالک ہوتے ہیں۔
6۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو ماننے والا مومن ہے اور اس کے لیے جنت ہے،	6۔ جادو کرنے والا کافر ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

سوال19: ﴿وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ یقیناً وہ جانتے تھے کہ جس نے اس کو خریدا اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور یقیناً برا ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا کاش وہ جانتے ہوتے!'' آخرت میں جادو کرنے اور کروانے والے کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

جواب: جادو کرنے اور کروانے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جادوگر جو جادو کا عمل کرتا ہو اور کسی نے اس پر جادو کا عمل نہ کیا ہو، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ حالانکہ بلاشبہ یقیناً وہ جانتے تھے کہ جس نے اس کو خریدا اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ (البقرہ:102)

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (103)﴾

''اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یقیناً بہتر ثواب ملتا کاش وہ جانتے ہوتے۔'' (103)

سوال1: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا﴾ ''اور اگر وہ ایمان لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا﴾ ''اور اگر وہ ایمان لاتے'' یعنی اپنی کتابوں پر جن میں محمد ﷺ کی بشارتیں اور آپ ﷺ کے احکامات کی اتباع کا حکم ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَاتَّقَوْا﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی حفاظت کرتے۔ اس کے روکے سے رکتے تو یہ ان کے لیے عظیم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ثواب کا باعث بنتا۔

سوال2: ﴿لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یقیناً بہتر ثواب ملتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ان کے ایمان لانے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو ثواب ہوتا وہ ان کے کفر اور سحر کے کاموں سے بہت بہتر تھا۔(الوسیط :186/1)

سوال3: ﴿لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''کاش وہ جانتے ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کاش کہ وہ جانتے کہ کوئی چیز علم صحیح جیسی نہیں۔ ﴿2﴾ کاش کہ وہ جانتے کہ اللہ تعالیٰ کا ثواب بہت بہتر ہے۔ (تفسیر قاسمی :211/1)

رکوع نمبر13

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (104)﴾

''اے ایمان والو! تم ''رَاعِنَا (ہماری رعایت کریں)'' نہ کہو بلکہ ''اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظر کرم کیجئے)'' کہو اور سنو، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''(104)

سوال1: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا﴾ ''اے ایمان والو! تم ''رَاعِنَا (ہماری رعایت کریں)'' نہ کہو بلکہ ''اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظر کرم کیجئے)'' کہو اور سنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مسلمان اپنے دین کو سیکھنے کے لیے نبی ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے تھے (رَاعِنَا) یعنی ہماری رعایت کیجیے۔ یہودی اس سے برے معنی کے ارادے سے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ان لوگوں میں سے جو یہودی ہوئے، وہ باتوں کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں: ''(سمعنا) ہم نے سنا اور (عصینا) ہم نے نافرمانی کی'' (واسمع) اور تم سنو (غیر مسمع) کہ تمہیں نہ سنایا جائے اور (راعنا) ہماری رعایت کرو! اپنی زبانوں کو موڑتے ہوئے (کہتے ہیں) اور دین میں طعن کرتے ہوئے: ''اور اگر وہ کہتے: ''(سمعنا) ہم نے سنا (واطعنا) اور ہم نے اطاعت کی'' (واسمع) اور آپ سنیے'' اور'' (وانظرنا) ہم پر نظر کرم کیجیے'' تو ان کے حق میں بلاشبہ زیادہ بہتر اور زیادہ درست ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی چنانچہ ان میں سے کم ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔(النساء:46) اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی ﷺ کو اس طرح مخاطب کرنے سے روک دیا تاکہ توہین رسالت کا یہ دروازہ بند ہو جائے۔ ﴿2﴾ اس آیت میں جائز کام سے اس وقت روکنے کی دلیل ہے جب کہ وہ کسی حرام کام کا وسیلہ ہو۔ ﴿3﴾ اس آیت میں برے الفاظ چھوڑنے کی تاکید ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ کو استعمال کرنے کا حکم دیا ہے جس سے اچھے معنی نکلتے ہیں۔ ﴿5﴾ ﴿وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا﴾ اور انْظُرْنَا کہو یعنی ہماری طرف نظر کرم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیجیے۔اس لفظ سے اصل مقصد حاصل ہوجاتا ہے کہ ہماری طرف توجہ فرمایئے۔﴿6﴾﴿وَاسْمَعُوْا﴾اورسنو۔اس میں سنی جانے والی چیز کا ذکر نہیں کیا تا کہ اس میں ہر وہ چیز شامل رہے جس کو سننے کا حکم دیا گیا ہے۔﴿7﴾اس سننے میں سماع قرآن اور سماع حدیث شامل ہیں۔﴿8﴾اس آیت میں ادب اور اطاعت کی تعلیم ہے۔

سوال2: رب العزت نے الفاظ کے انتخاب پر توجہ دینا کیوں سکھایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے الفاظ کے انتخاب پر اس لئے توجہ دینا سکھایا ہے کہ کچھ الفاظ سے نقص اور توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ادب اور احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔﴿2﴾الفاظ کی وجہ سے بات کا مفہوم بدل جاتا ہے۔اس لیے خاص طور پر جو لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام کو انسانوں تک پہنچانا چاہیں،انہیں جان لینا چاہیے کہ الفاظ کے درست استعمال سے یہ بات پہنچ سکتی ہے ورنہ کلام اللہ پہنچانے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

سوال3: بات کو توجہ سے سننے کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ بات سمجھ آتی ہے۔﴿2﴾بات دل کے اندر اتر جاتی ہے۔

سوال4: مجلس کے آداب کے بارے میں رب العزت نے کیا راہ نمائی فرمائی ہے؟

جواب:﴿1﴾ گفتگو میں صاف الفاظ کا استعمال کریں۔﴿2﴾مشتبہ الفاظ استعمال نہ کیے جائیں جن سے کوئی برا پہلو نکلتا ہے۔﴿3﴾بات کو توجہ سے سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔﴿4﴾سوال و جواب کی بجائے عبرت اور نصیحت کا ذہن پیدا کریں۔﴿5﴾اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔﴿6﴾دنیا میں کسی کے پاس کوئی بھلائی دیکھ کر حسد اور جلن میں مبتلا نہ ہوں کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔اس کے فیصلے کی وجہ سے ایک بندے کو پہنچا ہے۔﴿7﴾رسول اللہ ﷺ (تعلیم دینے والے) کی عزت اور عظمت کا خیال کریں۔

سوال5: ﴿وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے'' یہاں کافروں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: یہاں کافروں سے مراد اہل کتاب کے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات سننے اور ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

﴿مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (105)﴾

''اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا نہ وہ پسند کرتے ہیں اور نہ مشرکین کہ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے کوئی بھلائی نازل کی جائے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔''(105)

سوال1: ﴿مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''اہل کتاب میں سے جن لوگوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے کفر کیا نہ وہ پسند کرتے ہیں اور نہ مشرکین کہ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے کوئی بھلائی نازل کی جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ رب العزت نے یہودیوں اور مشرکوں کی دشمنی سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ نہیں چاہتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر یعنی وحی نازل ہو۔جیسا کہ فرمایا:﴿ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ﴾ کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ (الزخرف:32) ﴿2﴾ ان کی یہ تمنا تمہارے ساتھ بغض اور حسد کی وجہ سے ہے۔﴿3﴾ وہ پیغمبری کو اپنا قومی حق سمجھتے تھے۔اسی وجہ سے وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز نازل ہو۔

سوال2:﴿ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾'' اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ ربّ العزت نے اہل کتاب اور مشرکوں کی اس خواہش کا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے اور رحمت سے مراد نبوت ہے۔نبوت بہت بڑی نعمت ہے۔﴿2﴾ علی بن ابی طالب کہتے ہیں: رحمت سے مراد نبوت ہے۔(تفسیر منیر:282/1)﴿3﴾﴿ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ یعنی محمد ﷺ پر۔(تفسیر الوسیط:187/1)

سوال3:﴿ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾'' اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت'' اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے'' کے ذریعے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾'' اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے'' کا علم دے کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شعور دلایا ہے کہ اس نے ان پر احسان کیا ہے کہ ان میں سے رسول بھیجا، کتاب نازل کی تاکہ وہ انہیں پاک کرے، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں وہ سب کچھ سکھائے جو وہ نہیں جانتے تھے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسلام لانے کی توفیق دی جو بہت بڑا فضل ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایمان کی دولت عطا کی جو اس کا عظیم احسان ہے۔﴿4﴾ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہی یہودی حسد میں مبتلا ہوئے کیونکہ دولت ایمان کی وجہ سے مسلمان برتر ہو گئے۔

﴿ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (106) ﴾

'' جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا جسے ہم بھلا دیتے ہیں، ہم اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے؟''(106)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: یہود کا یہ اعتقاد تھا کہ تورات کے احکام قیامت تک کبھی منسوخ نہیں ہوں گے۔اسی اعتقاد کی وجہ سے انہوں نے انجیل کا کتاب الٰہی ہونا تسلیم نہیں کیا کیونکہ اس سے ان کو تورات کے بعض احکام کا منسوخ ہو جانا تسلیم کرنا پڑتا تھا۔اب جب کہ قرآن مجید کی بعض آیتیں بعض

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آیتوں سے منسوخ ہوئیں تو یہودلوگ مسلمانوں سے طرح طرح کی حجتیں اس باب میں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کلام الٰہی کبھی منسوخ نہیں ہوسکتا۔(احسن التفاسیر:110/1)

سوال2:﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا﴾ ''جوآیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا جسے ہم بھلا دیتے ہیں، ہم اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾نسخ کے لغوی معنی نقل کرنے کے ہیں۔اصطلاح میں اس سے مراد ''ایک حکم کو بدل کر دوسرا حکم لانا'' ہے۔منسوخ ہونے سے مراد احکامات کا بدل جانا ہے۔شرح میں جب ایک حکم کی جگہ دوسرا حکم لاتے ہیں تو اسے نسخ کہتے ہیں۔﴿2﴾نسخ کی شرعی حقیقت یہ ہے کہ مکلفین کو کسی ایک شرعی حکم سے کسی دوسرے شرعی حکم کی طرف منتقل کرنا یا اس شرعی حکم کو یکسر ساقط قرار دے دینا۔یہودی نسخ کا انکار کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ نسخ جائز نہیں، حالانکہ نسخ ان کے ہاں تورات میں بھی موجود ہے۔ان کا نسخ کو نہ ماننا کفر اور محض خواہش نفس کی پیروی ہے۔(تفسیر سعدی:146/1)﴿3﴾﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ ''جوآیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا جسے ہم بھلا دیتے ہیں''یعنی جس آیت کو بھی ہم لوگوں کے دل سے لے جاتے ہیں یا فراموش کرا دیتے ہیں۔﴿4﴾ہم اسے بھلا دیتے ہیں سے مراد ہے کہ حکم اور تلاوت دونوں اٹھا لیتے ہیں یعنی نبی ﷺ کے دل سے بھی مٹا دیتے ہیں۔﴿نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ﴾ ''ہم اس سے بہتر لے آتے ہیں''یعنی اس کی جگہ اس سے بہتر لاتے ہیں جو زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے۔﴿5﴾﴿اَوْ مِثْلِهَا﴾ یا اس جیسی لے آتے ہیں۔

سوال3: احکامات الٰہی منسوخ ہونے کی کون کون سی صورتیں ہیں؟

جواب: احکامات الٰہی منسوخ ہونے کی تین صورتیں ہیں: نسخ تین قسم کا ہے:﴿1﴾نسخ کا حکم یعنی ایک کو بدل کر دوسرا حکم نازل کر دینا۔یہ ناسخ اور منسوخ دونوں ہی قرآن مجید میں موجود ہیں۔مثلاً بیوہ عورت کی عدت پہلے ایک سال تھی، پھر بعد میں 4 ماہ 10 دن ہوگئی۔قبلہ پہلے بیت المقدس تھا، پھر کعبۃ اللہ ہوا۔نبی ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم تھا پھر منسوخ ہوگیا۔﴿2﴾نسخ التلاوۃ یعنی وہ احکامات جس کی تلاوت منسوخ کر دی گئی لیکن حکم باقی رکھا گیا۔شاہ ولی اللہ نے الفوز الکبیر میں ان کی تعداد پانچ بتائی ہے۔مَا نَنْسَخْ میں نسخ کی دوسری قسم بتائی گئی ہے۔﴿3﴾﴿اَوْ نُنْسِهَا﴾''ہم بھلا دیتے اس کو''یعنی اس کا حکم اور تلاوت دونوں اٹھا لئے گئے۔

سوال4: کیا پہلی شریعتوں کے احکامات بھی منسوخ ہوتے رہے ہیں، دلائل دیں؟

جواب: پہلی شریعتوں کے احکامات بھی منسوخ ہوتے رہے ہیں مثلاً:﴿1﴾سیدنا آدم علیہ السلام کی بیٹیاں اور بیٹے آپس میں بہن بھائی تھے لیکن ان میں نکاح جائز تھا۔بعد میں اسے حرام کر دیا گیا۔﴿2﴾سیدنا نوح علیہ السلام جب کشتی سے اترے تو ان کے لیے تمام حیوانات کا کھانا حلال تھا۔بعد میں یہ اجازت ختم ہوگئی۔﴿3﴾دو بہنوں کا ایک ہی شخص سے نکاح بنی اسرائیل اور ان کی اولاد پر حلال تھا لیکن پھر تورات میں اسے حرام کر دیا گیا۔﴿4﴾سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا لیکن قربان کرنے سے پہلے ہی منسوخ کر دیا گیا۔﴿5﴾بنی اسرائیل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوحکم دیا گیا تھا کہ جولوگ بچھڑا پوجنے میں شامل تھے وہ سب اپنی جانوں کوقتل کرڈالیں لیکن پھر بہت سے باقی تھے کہ حکم منسوخ ہوگیا۔

سوال5: نسخ کوتسلیم نہ کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نسخ کوتسلیم نہ کرنا گمراہی ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم میں سب سے بہتر قاریٔ قرآن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور ہم میں سب سے زیادہ علی رضی اللہ عنہ میں قضاء یعنی فیصلے کرنے کی صلاحیت ہے۔اس کے باوجود ہم ابی رضی اللہ عنہ کی اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتے جوابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن آیات کی بھی تلاوت سنی ہے، میں انہیں نہیں چھوڑ سکتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خودفرمایا ہے کہ ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ ہم نے جوآیت بھی منسوخ کی یا اسے بھلایا تو پھراس سے اچھی آیت لائے۔(صحیح بخاری:4481)﴿2﴾ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہودیوں نے نسخ کا انکار صرف کفروعناد کی وجہ سے کیا، ورنہ یہ چیز عقلی طور پر ممنوع نہیں۔ (ابن کثیر:183/1)

سوال6: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ سے کس طرف توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: ''کیاتم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہرچیز پر پوری قدرت رکھتا ہے'' کے الفاظ سے یہ توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔وہ جوچاہے کرسکتا ہے۔زمین وآسمان کی بادشاہت اس کے ہاتھ میں ہے۔جس وقت جوحکم اس کی حکمت کے مطابق ہو، اسے نازل کردے اور جس حکم کوچاہے منسوخ کردے۔

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (107)﴾

''کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار؟''(107)

سوال1: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کیا آپ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کیاتم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔تمام اختیارات اس کے پاس ہیں تو کیا تمہارے لئے قانون بدلنے کا اختیار اس کو نہ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ولی اور مددگار ہے۔﴿2﴾ جب اللہ تعالیٰ تمہارا مالک ہے، وہ تمہارے اندر تصرف کرتا ہے جیسے اس کے تقدیری فیصلوں سے اعراض نہیں کرسکتے ایسے ہی شرعی احکامات میں بھی اعراض درست نہیں۔﴿3﴾ جس رب کا قانون آسمانوں اور زمین پر چلتا ہے، اسی رب کا قانون انسان کے لئے آیا ہے۔خوب اچھی طرح سے جان لو کہ وہ حکم دینے اور بدلنے والا ہے۔

سوال2: ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ﴾ ''اور تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار؟'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب: ''اورتمہارااللہ تعالیٰ کے سوانہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار؟''﴿1﴾یعنی ایک اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھو۔یہودیوں کے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہو،وہی تمہارا سہارا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں،کبھی چھوٹنے والا نہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ولی اور مددگار ہے وہ نفع کے حصول میں مددگار اور نقصان کو دور کرنے میں مددگار ہوگا۔

﴿اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ(108)﴾

''کیاتم چاہتے ہوکہ تم اپنے رسول سے ویسے ہی سوالات کروجس طرح اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے؟اور جوکوئی کفرکوایمان کے بدلے میں لے لے تویقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''(108)

سوال1:﴿اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ﴾''کیاتم چاہتے ہوکہ تم اپنے رسول سے ویسے ہی سوالات کروجس طرح اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے کی خواہش بہت فطری ہے۔اس لئے کہ رسول ہی وہ ہستی ہے جس سے الجھنوں کا حل مانگا جاتا ہے۔رسول ہی تو وہ ہستی ہے جس سے انسانوں کو درست طریقۂ زندگی کا پتہ چلتا ہے۔انسان کے ذہن میں ہر وقت کشمکش چلتی رہتی ہے کہ صحیح ہے یا غلط لہٰذا مسلمان سوال کرنا چاہتے تھے۔مسلمان یہودیوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر بھی سوال کررہے تھے۔مسلمانوں کو غیر ضروری سوالات سے روکا گیا اس لیے کہ غیر ضروری سوالات سے کفر کا اندیشہ ہوتا ہے۔﴿2﴾رب العزت نے فرمایا:﴿يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً﴾اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتار لائیں،سووہ تو یقیناً موسیٰ سے اس سے زیادہ بڑا سوال کرچکے ہیں،چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کو بالکل سامنے دکھادو۔(النساء:153)﴿3﴾محققین نے لکھا ہے کہ یہاں مراد ایسے سوالات کی ممانعت ہے جن کا مقصد محض اعتراض کرنا اور دین میں شدت پیدا کرنا ہو۔(تیسیر الرحمٰن:63/1)

سوال2:اگر سوال کرنے کی یہ خواہش فطری ہے تو رسول سے سوال کرنے سے منع کیوں کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ یہودیوں کی طرح سرکشی سے سوال نہ کرو۔﴿2﴾غیر ضروری سوال نہ کرو کیونکہ اس میں کفر کا اندیشہ ہے۔﴿3﴾ کثرت سے سوال نہ کرو۔

سوال3:سوال کے بارے میں اسلام کا مؤقف کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کے حق میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہیں تھی مگر اس کے سوال کی وجہ سے حرام کر دی گئی۔ (بخاری:7289)﴿2﴾ سوال کرنا علم کی ضرورت ہے مگر لایعنی سوالات اور مطالبات علم کے لئے نہیں کئے جاتے۔ اس لئے نزول وحی کے دور میں سوالات کرنے سے روکا گیا تھا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ سو اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔ (النحل:43)﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے سوالات برقرار بھی رکھے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ (البقرہ:219)﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى﴾ اور وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ (البقرہ:220)

سوال4: مسلمانوں کو کثرت سوالات اور بے جا مطالبات سے کیوں روکا گیا؟

جواب: سوالوں کی کثرت کی وجہ سے ﴿1﴾ انسان راہ راست سے بھٹک جاتا ہے۔ ﴿2﴾ ایمان کی روش انکار کی روش سے بدل جاتی ہے۔ ﴿3﴾ نزول قرآن کے دور میں سوال کرنے کی وجہ سے ایسی باتوں کا امکان تھا جو ظاہر ہونے پر بری لگتیں۔ ﴿4﴾ سوال کی وجہ سے حلال چیز حرام ہو سکتی ہے۔

سوال5: ﴿وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ﴾ ''اور جو کوئی کفر کو ایمان کے بدلے میں لے لے'' ایمان کو کفر سے بدلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایمانی طریقۂ کار سے ہٹو گے یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی نہیں کرو گے تو ایمان کے بدلے کفر لے لو گے اور سیدھا راستہ گم کر دو گے۔

سوال6: ﴿فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ ''تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا'' اللہ تعالیٰ نے ایمان کو کفر سے بدلنے کا کیا انجام بتایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایمان کو کفر سے بدلنے کا انجام گمراہی بتایا ہے، جس تک بنی اسرائیل پہنچ چکے ہیں۔

﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (109)﴾

''اہل کتاب میں سے اکثر لوگ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر بنا دیں اپنے دلوں میں حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ حق ان کے لیے پوری طرح واضح ہو گیا، چنانچہ آپ معاف کر دیں اور درگزر کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ لے آئے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (109)

سوال1: ﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ ''اہل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کتاب میں سے اکثر لوگ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر بنا دیں اپنے دلوں میں حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ حق ان کے لیے پوری طرح واضح ہو گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے اہل کتاب کے حسد کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ چاہتے ہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں۔ اس کے لیے انہوں نے جال بچھایا ہے لیکن ان کا فریب خود ان ہی پر الٹ گیا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ دن کے آغاز میں تم اس پر ایمان لاؤ جو نازل کیا گیا ان پر جو ایمان لائے اور تم اس کی شام کو کفر کرو تا کہ وہ واپس لوٹ آئیں۔ (آل عمران:72) ﴿2﴾ ﴿حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''اپنے دلوں میں حسد کی وجہ سے'' حسد بہت بری اخلاقی بیماری ہے جو انسان کے نفس کے اندر یہ خواہش پیدا کرتی ہے کہ دوسرے لوگ بھلائی سے محروم ہو جائیں۔ اہل کتاب کو یہ احساس تھا کہ وہ پہلے سے حق پر ہیں اور حق پرستوں کی بڑی جماعت بنی اسرائیل سے ان کا تعلق ہے۔ وہ پیغمبری کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ ان کے لیے یہ بات ناقابل برداشت تھی کہ ان کے گروہ کے سوا کسی اور گروہ میں اللہ تعالیٰ اپنا پیغمبر بھیجیں۔ جب محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آخری نبی کے طور پر مبعوث کیا تو یہودی اسی وجہ سے حسد میں مبتلا ہو گئے۔ ﴿3﴾ ﴿اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ﴾ اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے۔ (آل عمران:120) ﴿4﴾ ﴿اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے۔ (النساء:54) ﴿5﴾ ﴿مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ ''اس کے بعد کہ حق ان کے لیے پوری طرح واضح ہو گیا'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کتاب اور رسول کو وہ جان چکے لیکن اس کے باوجود وہ حسد کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان کے بعد کافر بنا دیں۔

سوال2: ﴿فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ ''چنانچہ آپ معاف کر دیں اور درگزر کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یہود کی برائیوں کے مقابلے میں عفو و درگزر سے کام لینے کا حکم دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے۔ ﴿2﴾ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دے دیا۔ ﴿3﴾ اہل ایمان نے ان میں سے کچھ مستحقین کو قتل کیا، کچھ قیدی بنا لیے گئے اور کچھ ملک بدر کر ڈالے۔ ﴿4﴾ ﴿حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ ''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے'' سے مراد ہے کہ اسلام اور کفر کی اس جنگ کا خود کوئی فیصلہ کر دے۔ یہود کے حق میں حسب وعدہ اللہ تعالیٰ کا حکم اخیر اپنے وقت مقررہ پر نازل ہوا جس سے مدینہ کے گرد و نواح کے یہود برباد ہو گئے کیونکہ کچھ قتل کر دیئے گئے اور کچھ مدینہ کے انواح میں سے نکال دیئے گئے۔ (احسن التفاسیر:112/1)

سوال3: نئے اسلام لانے والوں کو یہودی کیسے بہکاتے تھے؟

جواب: نئے اسلام لانے والوں سے وہ کہتے تھے کہ اگر تمہیں اپنا آبائی مذہب چھوڑنا ہی ہے تو یہودیت یا عیسائیت اختیار کر لو کیونکہ جنت یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے ہے جو ہمیشہ سے نبیوں اور بزرگوں کی جماعت رہی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی ان سازشوں کا مقابلہ کس طرح کرنا سکھایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے فرمایا: معاف کردو اور درگزر کردو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ لے آئے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالاتے رہو جن کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے۔

سوال5: اسلام مسلمانوں کو کس روپ میں دیکھنا چاہتا ہے؟

جواب: اسلام مسلمانوں کو حسد اور سازشوں کے مقابلے میں عفو و درگزر کرتے دیکھنا چاہتا ہے۔

سوال6: مسلمانوں کو جن خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی نصیحت کی گئی۔ اس کے کیا ثمرات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ عفو و درگزر: اس سے خلاف مزاج حالات برداشت کرنے کی عادت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس سے انسان کی اخلاقی اور روحانی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور بڑے بڑے سنگین اور مشکل حالات کو برداشت کرنے کی مشق ہوجاتی ہے۔ عفو و درگزر انسان کو اس سے بچاتا ہے کہ وہ مشتعل ہوکر منفی کاروائیاں کرنے لگے۔ ﴿2﴾ نماز: انسان کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتی ہے۔ ﴿3﴾ زکوٰۃ: اس سے باہمی خیر خواہی اور اتحاد کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

سوال7: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سرکش یہودیوں کی قید، قتل و غارت گری اور جلاوطنی سے اپنے قدیر ہونے کا یقین دلایا ہے۔

سوال8: یہود نے مخالفت کی وجہ سے عام لوگوں میں شبہات پھیلائے۔ مسلمانوں کو شبہات سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے کے لیے کیا نصیحتیں کی گئیں؟

جواب: ﴿1﴾ صاف الفاظ میں گفتگو کریں۔ ﴿2﴾ ایسے الفاظ نہ بولیں جن سے کوئی برا پہلو نکل سکتا ہو۔ ﴿3﴾ جو بات کہی جائے اسے غور سے سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ ﴿4﴾ سوال و جواب کی بجائے نصیحت کا مزاج پیدا کریں۔ ﴿5﴾ حسد اور جلن میں مبتلا نہ ہوں۔ ﴿6﴾ اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔

﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (110)﴾

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو بھلائی تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اللہ تعالیٰ کے ہاں تم اس کو موجود پاؤ گے، یقیناً جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (110)

سوال1: ﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو بھلائی تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اللہ تعالیٰ کے ہاں تم اس کو موجود پاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ان آیات میں تین چیزوں کی ہدایت کی گئی ہے نماز،زکوٰۃ اور تقدیم خیر کی۔نماز سے روح کی جلا ہوتی ہے،قلب سے دوئی کا خیال اٹھ جاتا ہے۔سب خدا کے حضور میں بلا امتیاز جھک جاتے ہیں اس لیے حسد وبغض کی گنجائش نہیں رہتی۔زکوٰۃ سے محتاج وغنی میں رشتۂ مودت واخوت قائم ہوجاتا ہے اور تقدیم خیر سے عام تعاون باہمی پر آمادہ کیا گیا ہے۔ظاہر ہے کہ ان تینوں چیزوں کے ہونے کے بعد کسی قوم میں حسد وبغض کی مہلک وبا نہیں رہتی۔(سراج البیان:38/1)﴿2﴾ ﴿وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ یعنی خیر کا ثواب اور جزا اللہ تعالیٰ کے پاس پائیں گے۔﴿3﴾ابن ہشام کہتے ہیں مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ جب سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو کفار قریش نے ان سے کہا کہ اے صہیب! جب تو یہاں آیا تھا تو نہایت مفلس اور فقیر تھا، یہاں تیرے پاس اس قدر مال جمع ہوگیا۔اب تو چاہتا ہے کہ تو مال لے کر یہاں سے چلا جائے،ہم تجھ کو ہرگز جانے نہ دیں گے۔سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں یہ سب مال تم کو دے دوں تب تم مجھے جانے دو گے۔قریش نے کہا کہ ہاں تب جانے دیں گے۔سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بس تو سب مال میں نے تم کو دیا۔راوی کہتا ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو فرمایا کہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے بڑا نفع حاصل کیا۔(سیرت النبی ابن ہشام:317/1)﴿4﴾غزوۂ تبوک میں مسلمانوں نے صدقہ وخیرات کرنے میں بھی ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کی۔سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ملک شام کے لیے ایک قافلہ تیار کیا تھا جس میں پالان اور کجاوے سمیت دوسو اونٹ تھے اور دوسو اوقیہ (تقریباً ساڑھے انتیس کلو) چاندی تھی۔آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سب صدقہ کر دیا۔اس کے بعد پھر ایک سو اونٹ پالان اور کجاوے سمیت صدقہ کیا۔اس کے بعد ایک ہزار دینار (تقریباً ساڑھے پانچ کلو سونے کے سکے) لے آئے اور انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں بکھیر دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں الٹتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے: آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو بھی کریں انہیں ضرر نہ ہوگا۔اس کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر صدقہ کیا،اور صدقہ کیا، یہاں تک کہ ان کے صدقے کی مقدار نقدی کے علاوہ نو سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تک جا پہنچی۔(الرحیق المختوم:583)

سوال2: مسلمانوں کو یہود کی شر انگیزیوں کے مقابلے میں کیا نصیحت کی گئی؟

جواب:﴿1﴾یہود سے بحث ومباحثہ نہ کیا جائے۔﴿2﴾اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا جائے۔﴿3﴾عفو ودرگزر سے کام لیا جائے۔﴿4﴾نماز قائم کی جائے۔زکوٰۃ ادا کی جائے۔﴿5﴾اس بات کا یقین رکھا جائے کہ جو کچھ کرتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے۔

سوال3: انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پورا کرنے اور نیک کام کرنے کی طلب کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: جب انسان کو اس بات کا یقین آتا ہے کہ جو بھلائی وہ اپنے لئے آگے بھیجے گا،اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو پائے گا تو اس کے دل میں نیک کام کرنے کی طلب پیدا ہوتی ہے۔

سوال4: ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''یقیناً جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ''یقیناً تم سب جوعمل کرتے ہواللہ تعالیٰ اسے دیکھنے والا ہے''یعنی تمہارا نماز قائم کرنا،زکوٰۃ ادا کرنا،نیکی کے کام کرنا اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوانہیں ہے۔اللہ تعالیٰ دیکھتا ہےاور جزا دے گا۔

﴿ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (111) ﴾

''اورانہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو،یہ ان کی تمنائیں ہیں،آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔''(111)

سوال1: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ﴾ ''اورانہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اورعیسائیوں کے دعوؤں کا ذکر کیا ہے کہ کوئی اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ یہودی یا عیسائی نہ ہو۔ان دعوؤں کے پیچھے کوئی عقلی دلیل یا ثبوت نہیں تھا کہ صرف اکیلے ہی جنت کے مستحق ہیں۔

سوال2: ﴿ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ﴾ ''یہ ان کی تمنائیں ہیں'' اللہ تعالیٰ نے یہود کی پیدا کردہ اس غلط فہمی کہ ''جنت یہودیوں اورعیسائیوں کے لیے ہے'' کا کیا جواب دیا؟

جواب: وہ اللہ تعالیٰ پر ناحق کی تمنا رکھتے ہیں جو کہ صحیح نہیں ہے۔﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اس غلط فہمی کی وضاحت کی کہ جنت پر اپنا حق سمجھنا تمنا ہو سکتی ہے،حقیقت نہیں۔﴿2﴾ کسی گروہ سے وابستگی کسی کو جنت کا مستحق نہیں بناتی۔﴿3﴾ جنت کا فیصلہ انسان کے اپنے عمل کی بنیاد پر کیا جاتا ہے نہ کہ کسی خاص گروہ سے تعلق کی بنیاد پر۔

سوال3: کیا مسلمانوں میں سے بھی کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جنت ہمارے فرقے والوں کے لئے ہے؟

جواب: مسلمانوں میں بھی یہود کی طرح اپنے فرقے،اپنے گروہ کے بارے میں یہ غلط فہمی پیدا ہو چکی ہے کہ جنت صرف انہی کے لئے ہے۔

سوال4: ﴿ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ '' آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انہیں چیلنج کیا ہے کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ جنت میں داخلہ تمہارے لیے خاص ہے تو دلیل لاؤ۔(تفسیر قاسمی:224/2)

﴿ بَلٰى ۤ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (112) ﴾

''کیوں نہیں،جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے اوران پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''(112)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿بَلٰی ۟ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ فَلَهٗۤ اَجۡرُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ﴾ ''کیوں نہیں، جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿بَلٰی ۟ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ﴾ جس نے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر کے اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا۔﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرے۔﴿3﴾﴿مُحۡسِنٌ﴾ کا مطلب ہے اخلاص کے ساتھ کام کرنے والا، سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے والا۔﴿4﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مومن، موحد اور جو محمد ﷺ لے کر آئے اس کی تصدیق کرنے والا محسن ہے۔(الوسیط:14/1)

سوال2: اللہ تعالیٰ کے ہاں اطاعت کرنے اور احسان کرنے کا صلہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سونپ دے یعنی اسلام لے آئے جنت اس کے لئے ہے۔﴿2﴾ جو نیک روش پر چلے یعنی احسان کرے جنت اس کے لئے ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے یہاں عمل مقبول ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

جواب:﴿1﴾ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ عمل کے (عنداللہ) مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ وہ خالص اللہ کے لیے ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اسلامی شریعت کے مطابق ہو۔ اگر نیت میں اخلاص ہو لیکن سنت کے مطابق نہ ہو تو وہ عمل مردود ہوگا۔(ابن کثیر:187/1)﴿2﴾ اس لیے راہبوں، سادھوؤں اور صوفیوں کا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول نہیں، اس لیے کہ ان کے عمل میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع مفقود ہے۔ اسی طرح اگر عمل شریعت کے موافق ہے لیکن نیت اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں تو ایسا عمل بھی مردود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمۡ﴾ بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے۔(النساء:142)(تیسیر الرحمٰن:64/1)﴿3﴾﴿فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَا كُفۡرَانَ لِسَعۡيِهٖ ۚ﴾ پس جو شخص نیکی کا کوئی عمل کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی۔(الانبیاء:94)

سوال4: یہاں دین اسلام کے کن دو بنیادی درجات کا ذکر کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اسلام۔﴿2﴾ احسان۔

سوال5:﴿مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ﴾ ''جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ ''جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا'' سے مراد یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کیا۔﴿2﴾﴿وَهُوَ مُحۡسِنٌ﴾ سے مراد یہ ہے جس نے اخلاص کے ساتھ نبی ﷺ کی سنّت کے مطابق کام کیا۔

سوال6: اسلام میں اچھا (محسن) ہونے سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ محسن سے مراد ہے جواللہ تعالیٰ کی مرضی کے لیے محمد ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کرے۔﴿2﴾اسلام میں اچھا''محسن'' ہونا یہ ہے کہ انسان اس طرح سے اپنے آپ کواللہ تعالیٰ کے حوالے کردے کہ ہر دوسری چیز کی اہمیت دل سے نکل جائے۔مثلاً (الف) کسی خاص گروہ سے تعلق کا تعصب۔(ب) ذاتی وفاداریاں۔(ج) دنیا کی مصلحتیں۔اسلام میں اچھا وہ ہے جو ہر حکم پر اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑے اوراس کے راستے میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بنے۔

سوال7:﴿فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾''اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے''اپنے آپ کواللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے والوں اوراحسان کرنے والوں کا بدلہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾اپنے آپ کواللہ تعالیٰ کے حوالے کردینے والوں اور'محسنین' کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے۔﴿2﴾ان کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔یہ اجر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں بھری جنت ہے۔

سوال8:اعمال کی قبولیت کے بنیادی اصول کون سے ہیں؟

جواب:اعمال کی قبولیت کے بنیادی اصول دو ہیں:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کیا جائے۔﴿2﴾رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق کام کیا جائے۔

سوال9:﴿وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾''اوران پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اوران پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''انہیں مرغوب چیز حاصل ہوگی اورغم اورخوف سے نجات پا جائیں گے۔﴿2﴾اہل جنت جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے:﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ﴾سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کودور کردیا۔(فاطر:34)

رکوع نمبر14

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ(113)﴾

''اور یہود نے کہا کہ عیسائی کسی چیز پر نہیں اور عیسائیوں نے کہا کہ یہودی کسی چیز پر نہیں،حالانکہ وہ سب کتاب پڑھتے ہیں،اسی طرح ان کی بات جیسی بات ان لوگوں نے کی جو علم نہیں رکھتے،پھر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان ان معاملات کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔''(113)

سوال1:﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ﴾''اور یہود نے کہا کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عیسائی کسی چیز پرنہیں اورعیسائیوں نے کہا کہ یہودی کسی چیز پرنہیں، حالانکہ وہ سب کتاب پڑھتے ہیں'' یہوداورنصاریٰ کواپنی قوم حق پراوردوسری قومیں باطل پر کیوں نظرآتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾اہل کتاب خود پرستی اورضد میں اس مقام پرپہنچ گئے کہ انہیں اپنے سوا کوئی حق پرنظرنہیں آتا۔انہوں نے ایک دوسرے کوبھی گمراہ اورکافرقراردیا۔﴿2﴾﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ﴾ یہود نے نبیوں اور بزرگوں سے تعلق کوحق پرستی کا معیار بنایااس لیے وہ خودکوحق پرسمجھتے تھے۔﴿3﴾﴿وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ﴾عیسائیوں نے اپنے اندریہ خاصیت دیکھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا اکلوتابیٹاان کے پاس بھیجااس لیے وہ اپنے آپ کوحق پرسمجھتے تھے۔﴿4﴾﴿وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ﴾حالانکہ وہ سب کتاب پڑھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات جسے یہودی پڑھتے ہیں اورانجیل جسے عیسائی پڑھتے ہیں۔اس سے مرادیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے کے باوجودانہوں نے اپناعقیدہ درست نہیں کیا،اپنی زندگی درست نہیں کی۔﴿5﴾فخرالدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھاہے کہ نبی کریم ﷺ کی امت بھی بعینہ اسی بیماری میں مبتلا ہوگئی ہے کہ ہرایک جماعت دوسری جماعت کی تکفیر کرتی ہیحالانکہ قرآن سبھی پڑھتے ہیں۔ (تیسیرالرحمٰن:64/1)﴿6﴾﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾اور بلاشبہ یہی میراراستہ ہے جوسیدھاہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرواوردیگرراستوں کی پیروی نہ کروکہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جداکردیں گے۔(الانعام:153)

﴿7﴾سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگاہ رہو میں تمہارے پاس دوبہت ہی بھاری اورعظیم چیزیں چھوڑے جارہاہوں ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جواللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔جواس کی اتباع کرے گاوہ ہدایت پررہے گااورجواسے چھوڑدے گاوہ گمراہ ہوجائے گا۔(صحیح مسلم:6228)

سوال2:﴿كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ﴾''اسی طرح کی بات ان لوگوں نے کہی جوعلم نہیں رکھتے''اس سے مرادکون لوگ ہیں؟

جواب:﴿1﴾اس سے مرادمشرکین عرب ہیں جن کواہل کتاب کے مقابلے میں بےعلم کہاگیا۔﴿2﴾مشرک ہونے کے باوجوداہل عرب یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ حق پر ہیں۔﴿3﴾مشرکوں نے نبی ﷺ کوصابی کہا۔

سوال3:﴿فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾''پھراللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان ان معاملات کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے''اللہ تعالیٰ کون سے اختلافی معاملات کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا؟

جواب:اللہ تعالیٰ ہرطرح کے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۙ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جولوگ یہودی بن گئے اورصابی اورنصاریٰ اورمجوسی اورجنہوں نے شرک کیا، بےشک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کردے گا۔یقیناً

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔(الحج:17)

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ(114)﴾

''اوراس سے بڑا ظالم اورکون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے روکا کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اوران کو ویران کرنے کی کوشش کی؟ انہی لوگوں کا حق نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''(114)

سوال1: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا﴾ ''اوراس سے بڑا ظالم اورکون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے روکا کہ ان میں اس کا نام لیا جائے؟ اوران کو ویران کرنے کی کوشش کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اوراس سے بڑا ظالم اورکون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے روکا کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اوران کو ویران کرنے کی کوشش کی؟'' اللہ تعالیٰ نے اسے بڑا ظالم کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کے نام کی یاد سے، نیکی اوراطاعت کے کاموں سے، نماز پڑھنے سے اور ذکر کرنے سے روکے اور جو مسجدوں کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔

سوال2: قریش نے اللہ تعالیٰ کے عبادت خانوں میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے کیسے روکا تھا؟

جواب: 6ہجری میں قریش نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے کیسے روکا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کے ذکر وفکر سے روکا جاتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کی عبادت سے روکا جاتا ہے۔ ﴿3﴾ مساجد میں تخریب کاری کے کام کئے جاتے ہیں۔

سوال4: مساجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے کن لوگوں نے روکا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ عیسائیوں نے بادشاہ روم کے ساتھ مل کر بیت المقدس میں یہودیوں کو عبادت کرنے سے روکا تھا اوراس کی تخریب کاری میں حصہ لیا تھا۔(ابن جریر طبری) ﴿2﴾ مشرکین مکہ جنہوں نے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے گھر سے روکا تھا۔(الف) نبی ﷺ اور مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت پر مجبور کیا تھا۔(ب) بیت اللہ میں مسلمانوں کو عبادت سے روکا تھا۔(ج) صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روکا تھا۔ ﴿3﴾ عوفی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ نصاریٰ تھے جنہوں نے یہود کو بیت المقدس میں نماز پڑھنے سے روکا تھا۔اور بخت نصر بابلی مجوسی کی مدد کی تھی جس نے بیت المقدس کو تاراج کیا تھا۔ابن جریر نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

65/1)﴿4﴾ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ مساجد کی تعمیر اور انہیں ظاہری اور معنوی طور پر آباد کرنے سے بڑھ کر ایمان والی کوئی بات نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے:﴿ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا۔(التوبہ:18)(تیسیر الرحمٰن:66/1)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھروں کو بلند کرنے کا اور ان کی عزت کا حکم دیا۔ارشاد الٰہی ہے:﴿ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ ﴾(اس کی روشنی پانے والے) ان گھروں میں (ہوتے ہیں) جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں۔(النور:36)

سوال5:﴿وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا﴾ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو ویران کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد معنوی اور حسی دونوں اعتبار سے ویران کرنا ہے۔حسی ویرانی کا مطلب ہے منہدم کرنا، اجاڑنا اور ان میں گندگی پھیلانا وغیرہ۔معنوی ویرانی کا مطلب ان مساجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکنا ہے۔اور یہ عام ہے اس زمرے میں وہ تمام لوگ آتے ہیں جو ان صفات سے متصف ہیں۔اس میں اصحاب فیل بھی شامل ہیں، قریش بھی شامل ہیں، جب انہوں نے حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اور اس گروہ میں وہ نصرانی اور اہل ظلم بھی شامل ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہوئے پوری کوشش سے بیت المقدس کو ویران کیا۔پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے کرتوتوں کی یہ سزا دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شرعی اور تقدیری طور پر مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے سے منع کر دیا سوائے اس کے کہ وہ ڈرتے ہوئے ذلت وانکسار کے ساتھ داخل ہوں۔پس جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو خوف زدہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر خوف مسلط کر دیا۔مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا مگر تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ فتح کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی اور مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کے قریب جانے سے منع کر دیا۔چنانچہ فرمایا:﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً سب مشرک ناپاک ہیں چنانچہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔(التوبہ:28) اصحاب فیل کا جو حشر ہوا اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) اس کا ذکر فرمایا ہے۔ نصرانیوں پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مسلط فرمایا اور انہوں نے ان کو جلاوطن کر دیا۔اسی طرح ہر وہ شخص جو ان جیسی صفات رکھتا ہے وہ اس سزا سے اپنا حصہ ضرور وصول کرے گا۔یہ بہت بڑی نشانیاں ہیں جن کے واقع ہونے سے پہلے ہی باری تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا اور یہ اسی طرح واقع ہوئیں جس طرح اس نے خبر دی تھی۔(تفسیر سعدی:151/1)﴿1﴾ اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت سے روکنا۔﴿2﴾ مساجد کو گرا دینا۔﴿3﴾ مساجد کی عمارتوں کو نقصان پہنچانا۔﴿4﴾ مساجد کو شرک سے پاک کرنے سے روکنا۔

سوال6: مسجدیں کیسے ویران ہوتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے گھر کو اپنے فرقے کے علاوہ دوسرے فرقے والوں کے لیے بند کر دیا جائے۔﴿2﴾ ایسے مناظرے اور بحثیں کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جائیں کہ لوگ سکون سے اپنے رب کا نام نہ لے سکیں۔﴿3﴾ ایسی دلچسپیاں دے دی جائیں کہ مسجد جانے کا ہوش ہی نہ رہے۔

سوال7: ﴿اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ﴾ ''انہی لوگوں کا حق نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے'' اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہوں میں کیسے جانا چاہیے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے احساس سے دب کر جانا چاہیے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے مساجد میں جانا چاہیے۔

سوال8: جولوگ عبادت گاہوں کو ویران کرنے کے درپے ہیں، ان میں کیسے داخل ہوں؟

جواب: ﴿1﴾ جو عبادت گاہوں کے ویران کرنے کے درپے ہوں وہ اس میں داخل نہ ہوں۔﴿2﴾ جو ویرانی چاہتے ہوں وہ ڈرتے ہوئے عبادت گاہوں میں داخل ہوں۔

سوال9: ﴿مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ﴾ ''انہی لوگوں کا حق نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے'' میں کس چیز کی پیشین گوئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس میں مسلمانوں کے غلبے کی پیشین گوئی ہے۔﴿2﴾ مشرکین مکہ اس میں ڈرتے ہوئے داخل ہوں گے۔

سوال10: ﴿لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے'' جولوگ مساجد کی ویرانی کے درپے ہوں، ان کے بارے میں رب کا کیا فیصلہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے۔﴿2﴾ آخرت میں ان کے لیے بھاری سزا ہے۔

سوال11: دنیا اور آخرت کی رسوائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کیسے مانگی جائے؟

جواب: مسند احمد کی حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے یہ دعا سکھائی ہے: اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ ''اے اللہ! تو ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کرنا اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے نجات دے دینا۔''

﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (115)﴾

''اور مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں چنانچہ جدھر بھی تم رخ کرو گے تو اسی طرف اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (115)

سوال1: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ ''اور مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں چنانچہ جدھر بھی تم رُخ کرو گے تو اسی طرف اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے'' سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے یہاں خاص طور پر مشرق ومغرب کا ذکر اس لیے کیا کہ یہ دونوں عظیم مقام ہیں جہاں سے روشنی طلوع اور غروب ہوتی ہے۔جورب مشرق ومغرب کا مالک ہے وہ ساری سمتوں کا مالک ہے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ جارہے تھے،دوران سفر میں آپ اپنی سواری پر جدھر بھی اس کا رخ ہوتا نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ابن عمر فرماتے ہیں:اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:﴿فَاَیْنَمَاتُوَلُّوْافَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾(البقرہ:115)(مسلم:1612)﴿2﴾﴿ۚفَاَیْنَمَاتُوَلُّوْافَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ یہ آیت یہودیوں کے پروپیگنڈے کے بعد نازل ہوئی کہ جونمازیں بیت اللہ کی طرف رخ کرکے ادا کیں،وہ ضائع ہوگئیں۔اس کا جواب دیا ہے کہ مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ کے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے جدھر بھی رخ کریں،وہیں اللہ تعالیٰ کا رخ ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے خاص سمت کا تعین عبادت کی تنظیمی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کیا ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسی خاص رخ میں ہے۔﴿4﴾ آپ جہاں بھی رخ کروگے اللہ تعالیٰ کا رخ ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس جانب رخ پھیرنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو۔﴿5﴾﴿فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ سے اللہ تعالیٰ کے چہرے کا ثبوت ملتا ہے مگر جیسے اس کی ذات کے لائق ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کا چہرہ مخلوق کے چہروں کے مشابہ نہیں۔

سوال2:﴿فَاَیْنَمَاتُوَلُّوْافَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:''تم جدھر بھی رخ کروگے،ادھر ہی اللہ تعالیٰ کا رخ ہے'' کے الفاظ انسان پر گہرے اثرات ڈالتے ہیں۔﴿1﴾انسان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس ہوتا ہے۔﴿2﴾انسان کو یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ وہ میری سنتا ہے،مجھے دیکھتا ہے اور میری دعائیں قبول کرتا ہے۔

سوال3:﴿اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ کی صفات کے یہاں لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ وسیع فضل والا ہے،اس نے اپنے علم وفضل کی وسعت سے اپنے احکامات میں وسعت رکھی ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ علیم ہے،وہ اپنی مخلوقات،ان کی ضروریات،ان کی نیتوں اور ان کے حالات کو جانتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ واسع ہے وہ اپنے وسیع فضل سے ہم سے ہماری اطاعت کو قبول فرماتا ہے۔

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ(116)﴾

''اورانہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنارکھی ہے،وہ پاک ہے بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے،سب کے سب اس کے فرماں بردار ہیں۔''(116)

سوال1:﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ﴾''اورانہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنارکھی ہے،وہ پاک ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کے اس ظلم پر کہ انہوں نے کہا:اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنایا یہ جواب دیا﴿سُبْحٰنَهٗ﴾وہ پاک ہے۔﴿وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ﴾ اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔یہ ان کے اپنے مونہوں کی بات ہے،وہ ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لوگوں کی بات کی مشابہت کرتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے! وہ کہاں سے بہکائے جا رہے ہیں؟ (التوبہ:30) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ابنِ آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔ اس نے مجھے گالی دی حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ میرے لیے اولاد بتاتا ہے، میری ذات اس سے پاک ہے کہ میں اپنے لیے بیوی یا اولاد بناؤں۔'' (صحیح بخاری:4482) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تکلیف دہ بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور پھر بھی وہ انہیں معاف کرتا ہے اور انہیں روزی دیتا ہے۔'' (صحیح بخاری:7378) ﴿2﴾ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں رزق دیا۔ ان کی گستاخیوں پر تحمل سے کام لیا۔ پاک ہے وہ ذات جس میں اہل شرک اور اہل ظلم نے نقص تلاش کرنے کی کوشش کی۔ ﴿3﴾ ﴿سُبْحٰنَهٗ﴾ وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ ہر کمال اس کی ذات کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ ہر قسم کی نسبت سے پاک ہے۔ ﴿4﴾ کوئی چیز کسی پہلو سے بھی اس کی ذات یا صفات یا حقوق میں شریک نہیں۔ ﴿5﴾ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی غلام اور مخلوق ہے پھر اسے اولاد کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔

سوال2: ﴿بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا خالق اور مالک ہے۔ سب اس کی ملکیت میں اور اس کے غلام ہیں۔ ﴿2﴾ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ بے نیاز ہے۔ ﴿3﴾ وہ اپنی مخلوق میں تصرف کرتا ہے، اس نے اپنی مخلوق کو مسخر کر رکھا ہے۔ ﴿4﴾ جب وہ بے نیاز ہے تو کوئی اس کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے۔ بیٹا جسم کا حصہ ہوتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ اور مخلوق مملوک ہے ایسا ہونے کے باوجود اس کا کوئی بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟

سوال3: ﴿كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: سب اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن جاؤ یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے مخلوق ایک حیثیت میں ہے۔ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار ہے یعنی خالق کی تدبیر کے تحت ہے یہ قنوت عام ہے، جب کہ قنوت خاص سے مراد اطاعت عبودیت ہے۔

﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (117)﴾

''آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کو وہ کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔'' (117)

سوال1: ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کا موجد ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بغیر کسی گزشتہ نمونے کے بہترین اور مضبوط ترین بنایا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رب ہونے سے جب کہ وہ پہلی بار نہیں تھے اپنے بدیع ہونے کا شعور دلایا ہے کہ موجودگی ثابت کرتی ہے کہ وہ ہیں اور پہلے ایسا کچھ نہ تھا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نئے سرے سے پیدا ہوئے ہیں۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو بغیر کسی سابق مثال کے پیدا کیا ہے۔جس طرح اس نے مسیح علیہ السلام کو بغیر باپ کے کلمہ کن سے پیدا کیا۔لفظ بدعت اسی سے ماخوذ ہے۔ ہر وہ بات جو اسلام میں نئی پیدا کی جائے اور جس کی تائید قرآن وسنت سے نہ ملے اسے بدعت کہا جاتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كتابُ اللهِ وَخَيْرَ الْهُدْيِ هدىُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ حمد وثنا کے بعد (یاد رکھو) بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اور بدترین کام دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔(صحیح مسلم:2005) اسلام میں ہر نئی بات بدعت ہے۔

سوال2: ﴿وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ ''اور وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کو وہ کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کائنات کی ہر چیز اس کی اطاعت گزار ہے۔کسی کو اس کے سامنے انکار کی جرات نہیں، کوئی نافرمانی نہیں کرسکتا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے کہ ہو جائے تو وہ ہو جاتا ہے۔پھر اسے اولاد بنانے کی کیا ضرورت ہے؟﴿3﴾﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ یقیناً اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔(یٰس:82)

﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ ۗ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۘ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ ۗ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ(118)﴾

''اور جو لوگ علم نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ اسی طرح ان کی بات کی طرح ان لوگوں نے کہا جو ان سے پہلے تھے، ان سب کے دل ایک جیسے ہو گئے۔یقیناً ہم نے آیتیں صاف صاف بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں۔''(118)

سوال1: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ﴾ ''اور جو لوگ علم نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: وہ یہودی تھے۔(جامع البیان:597/1)﴿2﴾﴿لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ﴾ اللہ تعالیٰ رسولوں سے کلام کرتا ہے وہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا۔﴿3﴾﴿أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ﴾ ''یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی'' وہ اپنی ناقص عقل

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور ناقص رائے سے رسولوں کے سامنے مطالبات رکھتے تھے۔مثلاً﴿ يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ ﴾اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتار لائیں،سو وہ تو یقیناً موسیٰ سے اس سے زیادہ بڑا سوال کر چکے ہیں۔(النساء:153)﴿ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴾اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا؟یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا اور ظالموں نے کہا کہ تم تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے چلتے ہو۔(الفرقان:8,7)

سوال2:﴿ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ﴾''اسی طرح ان کی بات کی طرح ان لوگوں نے کہا جو ان سے پہلے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودیوں کی اپنے رسولوں کے ساتھ بھی یہی عادت رہی ہے۔وہ ہدایت کے لیے نہیں محض بحث برائے بحث کے لیے مطالبات کرتے تھے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے تو انہوں نے مطالبات کرنے کی حد ہی کر دی مثلاً انہوں نے کہا:﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴾اور انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کر دیں۔(بنی اسرائیل:90)﴿ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ﴾ہم ہرگز آپ پر یقین نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اعلانیہ دیکھ لیں۔(البقرہ:55)

سوال3:﴿ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ﴾''ان سب کے دل ایک جیسے ہو گئے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے اگلوں پچھلوں کی ذہنیتیں ایک جیسی ہیں۔﴿2﴾ آج کے یہودی کفر اور سرکشی میں اپنے سے پہلے لوگوں کے مشابہ ہو گئے۔

سوال4: سارے اگلے پچھلے انسانوں کے دل ایک جیسے کیسے ہو جاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اگلے پچھلے لوگ سرکشی میں ایک جیسے ہیں۔﴿2﴾سرکشی کی وجہ سے حق کی دعوت دینے والوں کے سامنے کیے گئے مطالبات رکھنے میں ایک جیسے ہو جاتے ہیں۔

سوال5:﴿ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾''یقیناً ہم نے آیتیں صاف صاف بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں''میں کن آیات کا تذکرہ کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اگرچہ نشانیاں صاف صاف نمایاں کر دی ہیں لیکن وہ فائدہ انہی کو دیتی ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔﴿2﴾یقین کی روشنی میں ہی آیات پر غور وفکر کیا جا سکتا ہے۔﴿3﴾یقین کی روشنی میں ہی آیات سے ہدایت حاصل کی جا سکتی ہے۔﴿4﴾اس سے یہ بھی پتہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

چلتا ہے کہ نشانیاں کسی کے اندر یقین پیدا نہیں کرسکتیں بلکہ یقین کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو سمجھا جاسکتا ہے۔

سوال6: ﴿لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ میں کس یقین کی بات کی گئی ہے؟

جواب: اس میں نشانیوں کے من جانب اللہ ہونے کے یقین کی بات ہے۔

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ (119)﴾

''یقیناً ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور آپ سے اہل دوزخ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔'' (119)

سوال1: ﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''یقیناً ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یقیناً ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' ﴿1﴾ ﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ﴾ بے شک ہم نے آپ کو بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کو ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿بِالْحَقِّ﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد قرآن ہے۔ ابن کیسان نے کہا: اسلام اور تیسرے معنی سچ کے ہیں۔ (زاد المسیر: 121/1) ﴿3﴾ اس میں گواہی ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور حق سے مراد دین اسلام ہے جو قرآن وسنت کا نام ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 68/1) ﴿4﴾ ﴿بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ بشیر سے مراد ہے جنت کی خوش خبری دینے والا۔ نذیر سے مراد ہے جہنم کا خوف دلانے والا۔ ﴿5﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جنت کی خوشخبری دینے والے اور آگ سے ڈرانے والے ہیں۔ (ابن ابی حاتم: 216/1) ﴿6﴾ مومنوں کو ثواب کی خوش خبری دینے والے اور کافروں کو عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ (تفسیر قاسمی: 240/2) ﴿7﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے کہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر بطون قریش کو آواز لگانا شروع کی۔ اے بنی فہر اے بنی عدی! یہاں تک کہ سب کے سب اکھٹے ہوگئے حتیٰ کہ کوئی آدمی خود نہ جاسکتا تھا تو اس نے اپنا قاصد بھیج دیا کہ دیکھو معاملہ کیا ہے؟ غرض قریش آگئے اور ابولہب بھی آگیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ''تم لوگ یہ بتاؤ! اگر میں یہ خبر دوں کہ ادھر وادی میں شہسواروں کی ایک جماعت ہے جو تم پر چھاپہ مارنا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچ مانو گے؟ لوگوں نے کہا: ہاں ہم نے آپ پر سچ ہی کا تجربہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو میں تمہیں ایک سخت عذاب سے پہلے خبردار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس پر ابولہب نے کہا: غارت ہو تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا ہے۔ اس پر سورۃ اللہب نازل ہوئی'' ابولہب کے دونوں ہاتھ غارت ہوں اور وہ خود غارت ہوگیا'' (بخاری: 4801) ﴿8﴾ یہ ان آیات پر مشتمل ہے جنہیں رسول اللہ ﷺ لے کر نازل ہوئے اور یہ تین امور کی طرف راجع ہیں۔ (الف) رسول اللہ ﷺ کی رسالت۔ (ب) آپ ﷺ کی سیرت طیبہ، آپ ﷺ کا طریقہ اور آپ ﷺ کی راہ نمائی۔ (ج) قرآن وسنت کی معرفت۔ پہلا اور دوسرا نکتہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ میں داخل ہے اور تیسرا نکتہ اللہ تعالیٰ کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ارشاد بِالْحَقِّ میں داخل ہے۔نکتہ اول: یعنی رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور رسالت کی توضیح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل اہل زمین کی جو حالت تھی وہ معلوم ہے۔اس زمین کے رہنے والے بتوں، آگ اور صلیب کی عبادت میں مبتلا تھے۔ان کے لیے جو دین آیا انہوں نے اسے تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔یہاں تک کہ وہ کفر کی تاریکیوں میں ڈوب گئے اور کفر کی تاریکی ان پر چھا گئی تھی۔البتہ اہل کتاب کی کچھ باقیات تھیں (جو دین اسلام پر قائم رہیں) اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے تھوڑا سا پہلے ناپید ہوگئیں۔یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوق کو عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا اور نہ اس کو بے حساب وکتاب آزاد چھوڑا ہے کیونکہ وہ حکیم ودانا، باخبر، صاحب قدرت اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔پس اس کی حکمت اور اپنے بندوں پر اس کی بے پایاں رحمت کا تقاضا ہوا کہ وہ ان کی طرف ایک نہایت عظمت والا رسول مبعوث کرے جو انہیں ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دے جس کا کوئی شریک نہیں۔ایک عقل مند شخص محض آپ ﷺ کی رسالت ہی کی بناء پر آپ ﷺ کی صداقت کو پہچان لیتا ہے اور یہ اس بات کی بہت بڑی علامت ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔رہا دوسرا نکتہ۔۔۔تو جس نے رسول اللہ ﷺ کو اچھی طرح پہچان لیا اور اسے آپ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کی سیرت، آپ ﷺ کے طریق زندگی اور آپ کی کامل ترین خصلتوں پر آپ کی نشوونما کی معرفت حاصل ہوگئی۔پھر بعثت کے بعد آپ کے مکارم، عظیم اور روشن اخلاق بڑھتے چلے گئے۔پس جنہیں ان اخلاق کی معرفت حاصل ہوگئی اور انہوں نے آپ کے احوال کو اچھی طرح جانچ لیا تو اسے معلوم ہوگیا کہ ایسے اخلاق صرف انبیاء کاملین ہی کے ہو سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اوصاف کو اصحاب اوصاف اور ان کے صدق وکذب کی معرفت کے لیے سب سے بڑی دلیل قرار دیا ہے۔رہا تیسرا نکتہ۔۔۔تو یہ اس عظیم شریعت اور قرآن کریم کی معرفت ہے جسے رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا جو سچی خبروں، اچھے احکام، ہر برائی سے ممانعت اور روشن معجزات پر مشتمل ہے۔پس تمام نشانیاں ان تین باتوں میں آجاتی ہیں۔بَشِيْرًا یعنی آپ ﷺ اس شخص کو دنیاوی اور اخروی سعادت کی خوشخبری سنانے والے ہیں جس نے آپ کی اطاعت کی۔ وَّنَذِيْرًا اور اس شخص کو دنیاوی اور اخروی بدبختی اور ہلاکت سے ڈرانے والے ہیں جس نے آپ کی نافرمانی کی۔(تفسیر سعدی:1/155،156)

سوال2: نبی ﷺ سے یہ کیوں کہا گیا کہ تم سے اہل دوزخ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا؟

جواب: آپ ﷺ سے یہ بات کہی گئی کہ اگر لوگ ہدایت قبول نہ کرنے کے نتیجے میں دوزخ میں پہنچ جاتے ہیں تو آپ ﷺ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ ایمان کیوں نہیں لائے۔

﴿ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (120) ﴾

''اور یہودی اور عیسائی آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں۔آپ کہہ دیں کہ یقیناً (حقیقی) ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اور یقیناً اگر اس علم کے بعد جو آپ کے پاس آچکا، آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تو اللہ تعالیٰ سے (بچانے میں) نہ آپ کا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔'' (120)

سوال1: ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ ''اور یہودی اور عیسائی آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو خبر دی کہ یہود و نصاریٰ آپ ﷺ سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ ﷺ ان کے دین کی پیروی نہ کریں کیونکہ وہ اپنے دین کو ہی اصل حق سمجھتے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ انہیں خوش کرنے اور اپنے مطابق بنانے کی خواہش ترک کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے انہیں حق کی طرف بلاتے رہیں۔ ﴿2﴾ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ یہود و نصاریٰ کے پاس ہدایت نہیں ہوائے نفس ہے اور وہ دوسروں کو اسی کی طرف بلاتے ہیں اور اس میں امت اسلامیہ کے لیے شدید وعید ہے کہ اگر قرآن وسنت کا علم آجانے کے بعد یہود و نصاریٰ کی راہ اپنائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔ (تیسیر الرحمٰن: 68/1)

سوال2: یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے راضی کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب: یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے حسد کرتے ہیں اور انسان جس سے حسد کرتا ہے اس سے آخر کیسے راضی ہو سکتا ہے؟

سوال3: وہ کون سی واحد صورت ہے جس میں یہود و نصاریٰ راضی ہو سکتے ہیں؟

جواب: یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے راضی ہونے کے لیے صرف ایک قیمت مانگتے ہیں کہ مسلمان ان کی ملت کی پیروی کریں۔

سوال4: کیا آج کے دور میں یہود و نصاریٰ کو راضی کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں؟

جواب: آج کے دور میں بھی یہود و نصاریٰ کو راضی کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں کہیں دین کا نیا ایڈیشن نکال کر اور کہیں ان کی شرائط کے مطابق چل کر۔

سوال5: ﴿قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى﴾ ''آپ کہہ دیں کہ یقیناً (حقیقی) ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿هُدَى اللّٰهِ﴾ سے مراد اللہ تعالیٰ کا صحیح، سچا اور سیدھا دین ہے جس کے ساتھ نبی ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ (آل عمران: 85) ﴿2﴾ یہاں ہدایت سے وہ انداز حجت مراد ہے جو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو سکھایا گیا جس سے وہ گمراہ فرقوں کو جواب دیتے تھے۔ (مختصر ابن کثیر: 78/1) ﴿3﴾ ﴿هُوَ الْهُدٰى﴾ وہی دین ہے جس پر آپ چل رہے ہو اور جس پر یہود و نصاریٰ چل رہے ہیں، وہ خواہشات کا دین ہے اس لیے رب العزت نے ان کی خواہشات اختیار کرنے سے روکا ہے۔

سوال6: ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور یقیناً اگر اس علم کے بعد جو آپ کے پاس آچکا، آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ سے (بچانے میں) نہ آپ کا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مددگار'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس آیت میں نبی ﷺ سے خطاب ہے جس میں آپ ﷺ کی امت بھی داخل ہے۔﴿2﴾اگر آپ ﷺ نے ان کی خواہشات کی اتباع کی تو آپ کا کوئی ولی نہیں ہوگا جو آپ کو نفع پہنچائے اور نہ نصیر ہوگا جو آپ کو سزا سے بچائے۔(زادالمسیر :123/1)﴿3﴾ کوئی بھی آدمی اگر کسی انسان کی مرضی یا رائے کو مقدم کرنے کے لیے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو نظر انداز کر دیتا ہے وہ اس آیت کے ضمن میں آئے گا اور اس آیت میں موجود تہدید و وعید اس کو شامل ہوگی۔(تیسیر الرحمٰن:68/1)﴿4﴾سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا ہے:اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس امت کا کوئی بھی یہودی ہو یا عیسائی میری بات سنے (شریعت) جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں (یعنی اسلام) اور وہ اس پر ایمان نہ لائے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔(مسلم:386)

سوال7: یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کرنے کا اللہ تعالیٰ نے کیا انجام بتایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(121) ﴾

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے، وہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''(121)

سوال1:﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ﴾''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے۔﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ ﴾سے مراد اہل کتاب کے صالح لوگ ہیں۔﴿2﴾﴿یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ﴾''وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے'' وہ اس قرآن کی اتباع کرتے ہیں جیسا کہ پیروی کرنے کا حق ہے۔یہاں تلاوت سے مراد اتباع ہے۔﴿3﴾وہ اللہ تعالیٰ کے حلال ٹھہرائے ہوئے امور کو حلال اور اس کے حرام ٹھہرائے ہوئے امور کو حرام سمجھتے ہیں۔اس کی محکمات پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور اس کی متشابہات پر ایمان لاتے ہیں۔اہل کتاب میں سے یہی لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہچانا اور اس کے شکر گزار رہیں۔(تفسیر سعدی:157/1)﴿4﴾سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا جب آیت رحمت سے گزر ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے اور جب آیت عذاب کی تلاوت کرتے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔(مسند احمد:23629،مسلم:1814)﴿5﴾سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:حق تلاوت یہ ہے کہ جنت کے ذکر کے وقت جنت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا سوال کیا جائے اور جہنم کے ذکر کے وقت اس سے پناہ مانگی جائے۔﴿6﴾ حق تلاوت یہ ہے کہ قرآن مجید کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا جائے۔جس طرح اترا ہے اس طرح پڑھا جائے اور اس میں ردوبدل نہ کیا جائے۔محکم آیات پر عمل کیا جائے۔متشابہات پر ایمان لایا جائے۔(مختصر ابن کثیر:78/1)﴿7﴾ تلاوت کے معنی پیروی کے بھی آتے ہیں۔تلاوت کا حق تب ادا ہوتا ہے جب اس کتاب کی پیروی کا حق ادا کیا جائے۔قرآن حکیم کی پیروی انسان کو جنت کے باغوں میں لے جائے گی۔

سوال2:﴿أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: یہی لوگ کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب بھی کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر (یعنی مسجد) میں اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور اسے ایک دوسرے کو پڑھاتے ہیں،ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت الٰہی انہیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور فرشتے ان پر سایہ فگن ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ اپنے پاس موجود مخلوق میں کرتا ہے۔''(صحیح مسلم:6853)سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے،روزہ کہے گا:اے میرے رب! میں نے اسے دن کے وقت کھانے اور پینے سے روک دیا تھا،اس کے متعلق میری سفارش قبول فرما اور قرآن مجید کہے گا:اے میرے پروردگار! میں نے اسے رات کو نیند سے روکا تھا،میری سفارش قبول فرما اور دونوں کی سفارش کو قبول کر لیا جائے گا۔''(صحیح ترغیب:984) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''قرآن مجید پڑھنے والے کو کہا جائے گا پڑھتا جا چڑھتا جا اور ترتیل کر،جیسے تو دنیا میں ترتیل کیا کرتا تھا،تیرا ٹھکانہ وہاں ہے جہاں تو آخری آیت تلات کرے گا۔''(سنن ابوداؤد:1464) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید پڑھنے والے مومن کی مثال سنگترے کی سی ہے جس کا مزہ بھی لذیذ ہوتا ہے اور جس کی خوشبو بھی بہترین ہوتی ہے اور قرآن مجید نہ پڑھنے والے مومن کی مثال کھجور کی سی ہے جس کا مزہ تو عمدہ ہوتا ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں ہوتی اور اس بدکار (منافق) کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے نیاز بو کی سی ہے کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن مزہ کڑوا ہوتا ہے اور اس بدکار کی مثال جو قرآن کی تلاوت بھی نہیں کرتا اندرائن کی سی ہے جس کا مزہ بھی کڑوا ہوتا ہے اور اس میں کوئی خوشبو بھی نہیں ہوتی۔(بخاری:5020)سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''قرآن حکیم کی اتباع کرنے والا جنت کے باغیچوں میں اترنے والا ہے۔''(تفسیر ابن کثیر:197/1)

سوال3:کتاب اللہ کے ساتھ کفر کا کیا مطلب ہے؟

جواب: کتاب اللہ کے احکامات کو ماننے سے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے انکار کرنا۔

سوال4:﴿وَمَن يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾''اور جو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں'' کی وضاحت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کریں؟

جواب: ''اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں وہی خسارہ پانے والے ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ جو اہل کتاب نبی ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔

رکوع نمبر 15

﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (122) ﴾

''اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی اور یقیناً میں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت دی تھی۔'' (122)

سوال 1: ﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ ﴾ ''اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمت یاد دلائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی شریعت کی نعمت کو یاد کرو۔

سوال 2: ﴿ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''اور یقیناً میں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت دی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی اپنے زمانے کے جہان پر فضیلت عطا کی تھی۔ ﴿2﴾ یہ بات یہاں تاکید کے لیے لائی گئی ہے تاکہ نبی ﷺ کی اتباع کا شوق پیدا ہو جن کی بشارتیں اہل کتاب اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔

﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (123) ﴾

''اور ڈرو اس دن سے جس میں کوئی شخص کسی شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ اس سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ اس کو کوئی سفارش فائدہ دے گی اور نہ وہ مدد دیئے جائیں گے۔'' (123)

سوال 1: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا ﴾ ''اور ڈرو اس دن سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرایا ہے کیونکہ انہوں نے تورات میں تحریف کی اور محمد ﷺ کی تکذیب کی۔ (تفسیر منیر: 325/1)

سوال 2: ﴿ لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ ''جس میں کوئی شخص کسی شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ اس سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ اس کو کوئی سفارش فائدہ دے گی اور نہ وہ مدد دیئے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو قیامت کے دن سے ڈرایا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا ﴾ جس دن کوئی نفس کسی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوسرے کے کام نہیں آئے گا صرف اس کا عمل اس کے کام آئے گا۔﴿3﴾﴿وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ﴾ جس دن فدیہ لے کر کسی کو چھوڑا نہیں جائے گا اور نہ سفارش قبول کی جائے گی۔﴿4﴾﴿وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ اور ان سے عذاب نہیں ہٹایا جائے گا۔

سوال3: بنی اسرائیل میں آخرت کے حوالے سے کیا غلط فہمیاں پائی جاتی تھیں؟

جواب: ﴿1﴾ کوئی ہمارے بدلے میں کام آجائے گا۔﴿2﴾ فدیہ قبول کرلیا جائے گا۔﴿3﴾ سفارش کام آئے گی۔﴿4﴾ کہیں سے ہمیں مدد پہنچ جائے گی۔

سوال4: بنی اسرائیل کو اپنی نعمت یاد دلانے کے بعد عقیدۂ آخرت کو واضح کیا گیا ہے اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان آخرت کی جواب دہی کے احساس سے ہی اپنے فرائض ادا کرتا ہے۔﴿2﴾ بنی اسرائیل کو اپنے فرائض ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

سوال5: آج مسلمانوں کے عقیدۂ آخرت میں کیا مسائل پائے جاتے ہیں؟

جواب: مسلمانوں کے عقیدۂ آخرت میں وہی خرابیاں ہیں جو بنی اسرائیل کے اندر تھیں:﴿1﴾ کوئی ہمارے بدلے میں کام آجائے گا۔﴿2﴾ فدیہ قبول کرلیا جائے گا۔﴿3﴾ شفاعت کا غلط عقیدہ ہے۔﴿4﴾ کوئی ہماری مدد کو پہنچ جائے گا۔

سوال6: اگر کسی قوم کا عقیدۂ آخرت خراب ہو تو اس کے انفرادی اور اجتماعی اعمال میں کس قسم کی تبدیلی آتی ہے؟

جواب: اگر کسی قوم کا عقیدۂ آخرت خراب ہو تو اس میں سرکشی آجاتی ہے۔انفرادی اور اجتماعی اعمال کے سلسلے میں غیر ذمہ داری، فرض ناشناسی، خواہش پرستی، دنیا کی محبت اور دیگر ساری برائیاں عود کر آتی ہیں۔

﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ(124)﴾

''اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو اس نے ان سب کو پورا کر دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً میں تمہیں سب لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں'' ابراہیم نے کہا: ''اور میری اولاد میں سے بھی''؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔''(124)

سوال1: ﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ﴾ ''اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو اس نے ان سب کو پورا کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بنی اسرائیل اپنا جدّ امجد سمجھتے تھے۔ان سے نسبت کو اپنے لئے اعزاز سمجھتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سرکشیوں کے بعدنسبت یاددلائی ہے تا کہ وہ اپنے رویئے پرنظرثانی کریں اوررب کی طرف لوٹ آئیں۔﴿2﴾اللہ رب العزت نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں خبر دی ہے جن کو اہل کتاب اور مشرکین مکہ سب اپنا پیشوا مانتے تھے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو چند باتوں میں آزمایا اور وہ اس امتحان میں پورے اترے۔﴿4﴾ابتلاء کے متعلق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ وہ دس خصائل ہیں جن کا فطرت انسانی کی اصلاح سے گہرا تعلق ہے اور ابراہیم علیہ السلام ان میں کامیاب نکلے یعنی ان پر پوری طرح عمل کیا۔دس باتیں یہ ہیں: (i)کلی کرنا۔(ii)ناک میں پانی ڈالنا۔ (iii) کنگھا کرنا۔(iv)مونچھیں ترشوانا۔(v)مسواک کا استعمال کرنا۔(vi)ختنہ کرنا۔ (vii) بغل کوصاف کرنا۔(viii)بال زیرناف صاف کرنا۔(ix)ناخن کٹوانا۔(x)پانی سے طہارت کرنا۔(تفسیر سراج البیان:43/1)﴿5﴾رب العزت نے ان کی مساعیٔ جمیلہ کی قدر کی اور انہیں امام بنانے کی خوش خبری دی۔

سوال2: آزمائشیں کیوں آتی ہیں؟

جواب: جب کوئی اللہ تعالیٰ کا ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو بڑا کام سونپنا چاہتا ہے تو بڑی آزمائشیں آتی ہیں۔آزمائش کھرے کھوٹے کی پہچان بتادیتی ہے۔کسی انسان کے مقام کو واضح کردیتی ہے کہ کون کس درجے پر فائز ہونے کے لائق ہے۔

سوال3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشیں کون سی تھیں؟

جواب:﴿1﴾ گھر بار چھوڑنا پڑا۔﴿2﴾نمرود کے دربار میں حق بات پیش کرنے کی پاداش میں آگ میں پھنکوایا گیا۔﴿3﴾بیوی اور شیر خوار بچے کو رب کے حکم سے ویرانے میں چھوڑنا پڑا۔﴿4﴾بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ملا۔

سوال4: سیدنا ابراہیم علیہ السلام تمام آزمائشوں میں کس طرح پورے اترے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام آزمائشوں میں ایسے پورے اترے کہ اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ﴿وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى﴾ اور ابراہیم تو وہ ہے جس نے وفا کا حق ادا کردیا۔(النجم:37)

سوال5: ﴿قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ ''یقیناً میں تمہیں سب لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ رب العزت نے فرمایا آپ کو لوگوں کا امام،راہ نما بناؤں گا۔لوگ آپ کے طریقہ زندگی کی پیروی کریں گے۔آپ کو اجر عظیم بھی ملے گا اور لوگوں میں بھی ہمیشہ آپ کی مدح وثناء کا سلسلہ جاری رہے گا۔

سوال6: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جو فضیلت اور درجات ملے،اس کا فیصلہ کب کیا گیا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بڑی سختیوں کے ساتھ آزمایا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے سچے فرماں بردار ثابت ہوئے۔اس سے ثابت ہوا کہ قربانی کی قیمت پر کسی مقصد کو اختیار کرنے والا ہی اس مقصد کے راستے میں سب سے آگے ہوتا ہے۔

سوال7: سیدنا ابراہیم علیہ السلام تمام آزمائشوں میں پورے اترے۔آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا انعام ملا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو انسانوں کا راہ نما بنایا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام انسانوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے تھے، بھلائی کے کاموں میں سب سے آگے تھے۔ وہ لوگوں کے محبوب قائد تھے۔

سوال 8: امامت کا معیار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ امامت وقیادت ان لوگوں کا حق ہے جو اپنے شعور سے، اپنے عمل سے، اپنے ایمان سے اپنے آپ کو قیادت کا مستحق ثابت کر دیں۔ ﴿2﴾ امامت کے استحقاق کے لیے بنیادی شرط عدل وانصاف ہے۔

سوال 9: ﴿قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''اور میری اولاد میں سے بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بلند مقام عطا فرمایا تو انہوں نے خوش ہو کر اپنی اولاد کے لیے بھی درخواست کی تا کہ ان کی اولاد کو بھی بڑے درجات ملیں اور یہ دعا بھی کی کہ اولاد میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت پانے والوں کی کثرت ہو۔ ﴿2﴾ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ انسانی فطرت کے اندر یہ طلب موجود ہوتی ہے کہ اس کا سلسلہ اس کی اولاد کے ذریعے جاری رہے۔ اسی فطری جذبے کے تحت ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا تا کہ ان کی اولاد میں بھی اصلاح کا سلسلہ جاری رہے۔

سوال 10: ﴿قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظالم دین میں امامت کے مقام تک نہیں پہنچے گا کیونکہ ظلم اس مقام کے منافی ہے

۔

سوال 11: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرا وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچتا'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے کس وعدے کا تذکرہ ہے؟

جواب: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے امامت کا وعدہ ہے جو ظالموں تک نہیں پہنچتا۔

سوال 12: اللہ تعالیٰ نے کسے ظالم کہا ہے؟

جواب: قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر ظلم کو واضح کیا گیا ہے: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی حدود سے نکل جانے والے ظالم ہیں۔ ﴿2﴾ شرک کرنے والے ظالم ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے ظالم ہیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں اس کے نام کی یاد سے روکنے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرنے والے ظالم ہیں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی گواہی کو چھپانے والے ظالم ہیں۔ ﴿6﴾ رب کی نصیحت سے منہ پھیرنے والے ظالم ہیں۔

﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ۖ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (125)﴾

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

''اور جب ہم نے بیت اللہ کولوگوں کے لیے لوٹ کرآنے کی جگہ اور سراسرامن بنایااورتم مقام ابراہیم کونماز پڑھنے کی جگہ بناؤاور ہم نے ابراہیم اوراسماعیل کوتاکیدی حکم دیا کہ آپ دونوں میرے گھر کوطواف کرنے والوں اوراعتکاف کرنے والوں اوررکوع اورسجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔''(125)

سوال1:﴿ **وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا** ﴾''اور جب ہم نے بیت اللہ کولوگوں کے لیے لوٹ کرآنے کی جگہ اور سراسرامن بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بیت الحرام کولوگوں کے لیے لوٹنے کی جگہ بنادیاوہاں بار بار جانے کے باوجود جانے والوں کا دل نہیں بھرتا اور اللہ تعالیٰ نے اس حرمت والے گھر کوامن کی جگہ قرار دیا۔ جہاں جنگلی جانور، نباتات، جمادات بھی امن میں رہتے ہیں۔ اسلام سے پہلے بھی یہ گھر حرمت والا تھا، اسلام آنے کے بعد بھی اس کی حرمت اورشرف میں اضافہ ہوا ہے۔

سوال2: بیت اللہ کی کن دوخصوصیات کو یہاں بیان کیا گیا ہے؟

جواب:﴿**1**﴾﴿ **مَثَابَةً لِّلنَّاسِ** ﴾''لوگوں کے لیے لوٹ کرآنے کی جگہ ہے۔''﴿ **مَثَابَةً** ﴾لوٹنے کی جگہ کوکہتے ہیں۔ انسان اپنی اصل کی طرف لوٹتا ہے تولوٹنے کی جگہ کومرکز کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ گھر مرکز ہے۔ مثابہ ثواب سے بنا ہے جس کے معنی لوٹنے کے ہیں لوگ بار بار اس کی طرف کھینچ کرآتے ہیں اوراس کی بہاروں سے ان کا دل نہیں بھرتا۔ ﴿**2**﴾﴿ **وَاَمْنًا** ﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مومن کے دل میں زیارت خانہ کعبہ کی خواہش ہردم کروٹیں لیتی رہتی ہے۔ ایک بارزیارت کرکے لوگ اپنے گھروں کولوٹتے ہیں تو دوبارہ زیارت کی خواہش پھر پیدا ہوجاتی ہے اوراس گھر کا زائرامن میں ہوتا ہے۔ دور جاہلیت میں آدمی اپنے بھائی یاباپ کے قاتل کوکعبہ کے سامنے پاتا اوراسے کچھ نہیں کہتا تھا۔ یہ سب ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت تھی۔ (تیسیر الرحمٰن:70/1) یہ امن کی جگہ ہے یعنی کسی دشمن کا بھی یہاں خوف نہیں رہتا۔ بیت اللہ میں اسلحہ نہیں لایاجاتا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی:﴿ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴾اے ہمارے رب! یقیناً میں نے اپنی کچھ اولاد کوتیرے حرمت والے گھر کے پاس اس وادی میں آباد کیا ہے جوکھیتی والی نہیں ہے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں، سوکچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردیں اورآپ انہیں پھلوں کا رزق دیں تاکہ وہ شکر ادا کریں۔ (ابراہیم:37) دعا قبول ہوئی جب تک بیت اللہ باقی رہے گا، اس کا اثر باقی رہے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴾اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے حرم کو پرامن بنایا ہے؟ حالانکہ لوگ ان کے اردگرد سے اچک لیے جاتے ہیں تو کیا وہ باطل پرایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟ (العنکبوت 67)﴿ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾اور کیا ہم نے انہیں ایک پرامن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہماری جناب سے رزق کے طور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پر ہر قسم کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں۔(القصص:57)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ پر فرمایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اس شہر(مکہ) کو حرمت والا بنایا ہے(یعنی عزت دی ہے)۔پس اس کے(درختوں کے) کانٹے تک بھی نہیں کاٹے جاسکتے، یہاں کے شکار بھی نہیں ہنکائے جاسکتے اور ان کے علاوہ جو اعلان کر کے مالک تک پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہوں،کوئی شخص یہاں کی گری پڑی چیز بھی نہیں اٹھا سکتا ہے۔''(صحیح بخاری:1587)﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:''اگر لوگ اللہ تعالیٰ کے گھر کا حج چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ آسمان کو زمین پر پٹخ دے گا۔''(مختصر ابن کثیر:79/1)

سوال3:﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ ''اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ''مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد ہے کہ مقام ابراہیم کو صلوٰۃ کی جگہ قرار دے دیں۔﴿2﴾ مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کی تھی۔اس پتھر پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات ہیں۔اس پتھر کو ایک شیشے اور پیتل کے جنگلے میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔اس مقام پر طواف مکمل کرنے کے بعد دو رکعت پڑھنا سنت ہے۔﴿3﴾ جائے نماز بنانے سے مراد طواف کی دو رکعت ہیں جو مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا مستحب ہے۔﴿4﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:''اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر ہم مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھتے تو کیا ہی بہتر ہوتا! جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔''(جامع ترمذی:2959)عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی۔میں نے کہا:اے اللہ کے رسول ﷺ کاش مقام ابراہیم کو آپ نماز پڑھنے کی جگہ بنا دیتے تو یہ آیت ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ نازل ہوئی کہ تم لوگ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ۔(بخاری کتاب التفسیر:4483)

سوال4:﴿وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ ''اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا کہ آپ دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو''بیت اللہ کو پاک رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ ظاہری صفائی کے ساتھ ساتھ اصل پاکیزگی یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام بلند نہ ہو۔﴿2﴾ اس کو شرک، کفر، معاصی اور رجس وگندگی سے پاک کریں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے اپنے گھر کے بارے میں کیا وعدہ لیا تھا؟

جواب: اس گھر کو طواف، اعتکاف، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں۔

سوال6: اس آیت میں بیت اللہ میں کس کام کو انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اس آیت میں بیت اللہ میں عبادت یعنی طواف، اعتکاف، رکوع اور سجدے کرنے والوں کے لئے بیت اللہ کی صفائی کا حکم دیا گیا ہے۔﴿ وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْقَآىٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴾ اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں۔(الحج:26)

سوال 7: بیت اللہ میں لوگوں کی مصروفیت کیا ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رکوع وسجود یعنی نماز پڑھنا۔﴿2﴾ طواف کرنا۔﴿3﴾ اعتکاف کرنا۔﴿4﴾ تلاوت قرآن کرنا۔

﴿ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ(126) ﴾

''اور جب ابراہیم نے کہا: ''اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور اس کے باشندوں کو پھلوں میں سے رزق عطا فرما جو ان میں سے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جس نے کفر کیا تو میں اسے بھی تھوڑا فائدہ دوں گا، پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف بے بس کر دوں گا اور وہ بدترین لوٹنے کی جگہ ہے۔''(126)

سوال 1: **﴿ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾** ''اور جب ابراہیم نے کہا: ''اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور اس کے باشندوں کو پھلوں میں سے رزق عطا فرما جو ان میں سے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اسے امن کی جگہ بنائے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں میں سے رزق عطا فرمائے۔﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا ادب کرتے ہوئے اہل ایمان کی قید لگائی۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے کیا دعائیں مانگیں؟

جواب: ﴿1﴾ اس شہر (مکہ) کو امن کا شہر بنا دیجئے۔﴿2﴾ اس شہر کے رہنے والوں میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کو مانیں، انہیں ہر قسم کے پھلوں کا رزق دیجئے۔﴿3﴾ کعبہ کی تعمیر کے سلسلے میں ہماری خدمت کو قبول فرمائیے۔﴿4﴾ ہمیں اپنا اطاعت گزار بنائیے۔ ﴿5﴾ ہماری نسل میں سے ایسے لوگ اٹھائیے جو تیرے مسلم ہوں۔﴿6﴾ ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتائیے۔﴿7﴾ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائیے۔﴿8﴾ ان لوگوں میں انہی کی قوم میں سے ایک رسول مبعوث فرمائیے جو انہیں تیری آیات سنائے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوار دے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے صرف اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے لیے رزق کی دعا کیوں مانگی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب امامت کے بارے میں درخواست کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا تھا کہ ظالموں کے لئے نہیں۔اسی وجہ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رزق کے لئے دعا کی تو مومن اولاد ہی کے لئے دعا کی۔

سوال4: ﴿قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جس نے کفر کیا تو میں اسے بھی تھوڑا فائدہ دوں گا، پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف بے بس کر دوں گا'' اللہ تعالیٰ نے انکار کرنے والوں کے لیے تھوڑے فائدے کا وعدہ کیا ہے۔اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: تھوڑے فائدے سے مراد دنیا کا رزق ہے۔

سوال5: ﴿وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ ''اور وہ بدترین لوٹنے کی جگہ ہے'' اللہ تعالیٰ نے انکار کرنے والوں کا کیا انجام بتایا ہے؟

جواب: رب العزت نے فرمایا: جو انکار کرے گا اس کو دنیا کی زندگی میں تھوڑا فائدہ دوں گا۔پھر اس کو آگ کے عذاب میں دھکیلوں گا جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) بازار سے گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ کی طرف داخل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں طرف تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ کا ایک بچہ جو چھوٹے کانوں والا تھا' اسے مرا ہوا دیکھا۔(اس کا کان ایک طرف سے چیر بھی دیا گیا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم میں سے کوئی بھی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے (کیونکہ یہ تو مردار ہے)۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ قسم! اگر یہ (بھیڑ کا بچہ) زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے حالانکہ اب تو یہ مردار ہے (اسے کون لے گا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے کہ جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے۔(مسلم:7418) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اہم ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتے۔'' (ترمذی:2320)

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ ۖ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (127)﴾

''اور جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، یقیناً تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (127)

سوال1: ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ﴾ ''اور جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تھے‘‘سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر بنانے کا موقع کب دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو بہت آزمایا۔اتنی آزمائشوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر بنانے کا موقع دیا۔ امام بخاری نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام اور ان کی ماں کی خیریت معلوم کرنے کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اسماعیل علیہ السلام بڑے ہو چکے تھے۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کے ربّ نے جو آپ کو حکم دیا ہے اسے کیجئے ۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا:تم میری مدد کرو گے؟ کہا :ہاں۔ میں آپ کی مدد کروں گا۔ابراہیم علیہ السلام نے کہا:اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر بناؤں۔ جب دونوں نے مل کر اس گھر کی بنیاد اونچی کر لی تو اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے رہے اور ابراہیم علیہ السلام جوڑتے رہے۔جب مکان اونچا ہو گیا تو وہ پتھر (مقام ابراہیم) لائے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام جوڑتے رہے اور اسماعیل علیہ السلام ان کو پتھر لا لا کر دیتے رہے۔ دونوں بیت اللہ کے گرد گھوم گھوم کر جوڑتے رہے اور کہتے رہے: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (بخاری:3364)

سوال2: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾ ’’تو انہوں نے کہا:’’اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس دعا میں ربّ کا یقین ہے، عاجزی ہے، اخلاص ہے، خشوع وخضوع ہے اور اس کے پیچھے صرف رضائے الٰہی کی سوچ ہے۔﴿2﴾ ابن ابی حاتم نے وہیب الورد کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ یہ آیت پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور کہتے تھے خلیل الرحمٰن ! آپ اللہ تعالیٰ کا گھر بنا رہے تھے اور ڈر رہے تھے کہ کہیں آپ کا عمل قبول نہ کیا جائے معلوم ہوا کہ مومن مخلص عمل کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں اس کا عمل اس کے منہ پر نہ مار دیا جائے۔(تیسیر الرحمٰن:72/1) یعنی اے اللہ ہمارے خلوص وایثار کو قبول فرما۔گو وہ نہیں جانتے تھے کہ کعبہ کی تعمیر ایک قوم وملت کی تعمیر ہے۔انسانیت کے مرکز عظمی کی بنیادیں ہیں جو رکھی جا رہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات کے بارے میں دنیا کو معلوم ہو جائے کہ خلوص کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا قیمت ہے۔قبولیت کے لیے ظاہری ذرائع کی قطعاً ضرورت نہیں۔اخبار ورسائل یا محراب ومنبر گو اس وقت شہرت کا ایک کامیاب ذریعہ ہیں لیکن اللہ کے نزدیک اس نوع کی شہرت جس میں خلوص وحسن نیت نہ ہو وبال ایمان ہے۔ایک اللہ کا بندہ شہروں سے دور جنگلوں میں اگر خلوص وحسن نیت کے ساتھ کہیں ڈیرہ ڈال کے بیٹھ جائے تو تم آج بھی دیکھ لو گے کہ شہر اور شہر کے تمام اسباب شہرت اس کے قدم چومیں گے اور جنگل میں منگل کا لطف پیدا ہو جائے گا۔بات یہ ہے کہ ہم مخلص نہیں اور پھر یہ گلہ بھی ہے کہ کوششیں رائیگاں جاتی ہیں۔﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾ کا منظر اگر آج بھی دیکھنا ہو تو ابراہیمی ذوق وشوق پیدا کرو۔(تفسیر سراج البیان:44/1)

سوال3: ﴿إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ’’یقیناً تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے‘‘ وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی دعائیں سننے سے سمیع ہونے کا اور قبول کرنے سے علیم ہونے کا شعور دلایا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے۔

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ ۖ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ(128)﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں اپنے لیے فرماں بردار بنااور ہماری اولاد میں سے بھی ایک امت اپنے لیے فرماں بردار بنااور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھااور ہماری توبہ قبول فرما، یقیناً توبڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، نہایت رحم والا ہے۔''(128)

سوال1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں سے کیا بات جھلک رہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دونوں اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ ﴿2﴾ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا ہوا ہے۔ ایسی سپردگی جس کی مثال نہیں ملتی۔ اپنے تمام تر معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے ہیں۔ ﴿3﴾ پھر رب سے دعا مانگ رہے ہیں کہ ایسا بنادے کہ سارے معاملات تیرے سپرد کردیں۔ عبادت کے طریقے بھی فوری سکھادیجئے۔ نسلوں کو بھی عبادت کے طریقے سکھادیجئے۔ ﴿4﴾ یہ شعور جھلکتا ہے کہ اصل قوت اور اقتدار کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ ﴿5﴾ یہ یقین جھلکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ کے بغیر، اس کی رحمت کے بغیر معافی نہیں ملے گی۔ اس لئے درخواست کرتے ہیں کہ ہم پر توجہ فرمائیے، آپ ہی توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں۔

سوال2: ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں اپنے لیے فرماں بردار بنااور ہماری اولاد میں سے بھی ایک امت اپنے لیے فرماں بردار بنا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ﴾ سے ان کی کس تمنا کا اظہار ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس دعا سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ہر مومن کی پہلی تمنا کا پتہ چلتا ہے کہ وہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس دولت سے ان کو محروم نہ رکھے۔ ﴿2﴾ امت مسلمہ ایک دوسرے کی مددگار ہوتی ہے اور نسلوں تک ان کے عقیدے کی پختگی جاری رہتی ہے۔ اسی وجہ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں مومن کی پہلی ترجیح جھلک رہی ہے کہ آنے والی نسلوں میں ایمان کی دولت کا سلسلہ جاری رہے۔

سوال3: ﴿وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا﴾ ''اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد ہے کہ ہمیں ہماری عبادت کے طریقے سکھائیے۔ ﴿2﴾ یعنی ہمیں ارادے اور مشاہدے کے ذریعے ہمارا طریقہ عبادت سکھادیجیے۔ ان کی دعا کا حاصل علم نافع اور عمل صالح کے لیے توفیق مانگنا ہے۔

سوال4: ﴿وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ ''اور ہماری توبہ قبول فرما، یقیناً توبڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، نہایت رحم والا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمایئے۔ بندہ توبہ کا محتاج ہوتا ہے۔﴿اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ اللہ تعالیٰ نے توبہ کے قبول کرنے سے اپنے التوّاب اور الرّحیم ہونے کا شعور دلایا ہے یقیناً وہ بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ان کی غلطیوں کے باوجود ان کے گناہ معاف فرماتا ہے۔

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ(129)﴾

''اے ہمارے رب! اوران لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اوران کو پاک کرے، یقیناً تو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''(129)

سوال1: ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ ''اے ہمارے رب! اوران لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اے ہمارے رب! ہماری اولاد میں بھی رسول مبعوث فرما تا کہ وہ درجات کی بلندی کا سبب بنے۔سب اس کی فرماں برداری کریں۔

سوال2: ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ﴾ ''جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی وہ حفظ کرنے اور کروانے کے لیے تیری آیات کی تلاوت کریں۔

سوال3: ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ﴾ ''اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی معنی سمجھاتے ہوئے کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں۔

سوال4: کتاب وحکمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: کتاب وحکمت سے مراد قرآن وحدیث ہیں۔

سوال5: ﴿وَيُزَكِّيْهِمْ﴾ ''اوران کو پاک کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اعمال صالحہ کے ذریعے ان کی تربیت کرے اور برے اعمال سے بچائے کیونکہ برے اعمال کے ساتھ انسان پاک نہیں رہ سکتا۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے لیے کون سی چار چیزوں کا اہتمام کرنے کی دعا سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے مانگی تھی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ تلاوت آیات یعنی قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام کرنا۔﴿2﴾ تعلیم کتاب یعنی قرآن مجید کی تعلیم دینا۔﴿3﴾ تعلیم حکمت یعنی اس سے مراد حدیث کی تعلیم دینا ہے۔﴿4﴾ تزکیۂ نفس یعنی شرک، توہمات اور اخلاق کی خرابیوں سے پاک کرنا ہے۔

سوال7: رسول کے اندر کن خصوصیات کی دعا سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے مانگی تھی؟

جواب:﴿1﴾ رسول اللہ تعالیٰ کی آیات سنائے یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کی نشانیوں کو، ان کے اشارات کو کھولے۔﴿2﴾ رسول ایسی نظر سے دیکھنا سکھائے جس سے راہ نمائی حاصل کرنے والے ہر چیز میں اپنے ربّ کو دیکھنے کے قابل ہو جائیں۔﴿3﴾ رسول اللہ تعالیٰ کے کلام کو خود سیکھ کر، اسے قبول کر کے دوسرے انسانوں تک پہنچائے۔﴿4﴾ رسول حکمت یعنی بصیرت سکھائے۔ وہ خود اپنے ذہن کو قرآن کی تعلیمات میں ڈھالے، اپنی فکر کو روشن کرے، صحیح فیصلے تک پہنچنے کی اہلیت پیدا کرے اور جن کی راہ نمائی کرنی ہے انہیں بھی اس قابل بنائے۔﴿5﴾ رسول تزکیہ کا کام کرے یعنی ایسے انسان تیار کرے جن کے سینے اللہ تعالیٰ کی محبت کے علاوہ ہر محبت سے خالی ہوں۔﴿6﴾ رسول انسان کو نفسیاتی پیچیدگیوں سے آزاد کرے۔ وہ انسانوں کو اس قابل بنادے کہ وہ کائنات سے اپنے شعور کے لیے رزق پاسکیں۔

سوال8: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا کب اور کیسے پوری ہوئی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا ایسے پوری ہوئی کہ ان کی نسل سے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں۔

سوال9: ﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''یقیناً تو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ آپ ہی غلبہ اور حکمت رکھنے والے ہیں۔﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا آخری حصہ ہے جس میں وہ رب سے کہتے ہیں کہ آپ جانتے ہیں کہ اس امت کی تنظیم کس طرح سے ہوگی؟ مرکز کیسے آباد ہوگا؟﴿3﴾ آپ کے پاس سارا اقتدار ہے۔ آپ ہی ایک رسول مبعوث فرمادیجئے جس کے توسط سے خیر کا سلسلہ جاری رہے۔

رکوع نمبر 16

﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ(130)﴾

''اور کون ہے جو ابراہیم کی ملت سے منہ موڑے مگر وہی جس نے خود کو بے وقوف بنالیا ہو حالانکہ ہم نے اسے (ابراہیم کو) دنیا میں چن لیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً آخرت میں صالحین میں سے ہوگا۔''(130)

سوال1: ﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ﴾ ''اور کون ہے جو ابراہیم کی ملت سے منہ موڑے مگر وہی جس نے خود کو بے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقوف بنالیاہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ابوالعالیہ کا قول ہے کہ یہود ونصاریٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی ملت سے بے رغبتی اختیار کی اور یہودیت اور نصرانیت جیسی بدعات کو گھڑ لیا جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں تھیں اور ملت ابراہیم کو چھوڑ دیا۔اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ملت ابراہیم پر اپنا نبی بنا کر بھیجا۔(الدرالمنثور:255/1)﴿2﴾﴿مِلَّةَ إِبْرٰهِمَ﴾ سے مراد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ یعنی خالص اور واضح اسلام اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کا طریقہ۔﴿3﴾رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ إِنَّنِي هَدٰىنِي رَبِّيٓ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۚ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝١٦١﴾ آپ کہہ دیں:’’میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے،ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے،مشرکوں میں سے نہ تھے۔‘‘(الانعام:161)﴿4﴾﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ﴾ پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کریں۔(النحل:123)﴿5﴾یعنی ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت کو جان لینے کے بعد اب کون ان کی ملت سے روگردانی کرے گا۔﴿6﴾﴿إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ﴾ صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جس نے اپنے آپ کو جاہل رکھا اور خسارے کے سودے میں اپنے آپ کو بیچ ڈالا۔﴿7﴾اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر عقل مند کوئی نہیں جو ملت ابراہیم میں رغبت رکھتا ہو۔

سوال2:﴿وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا﴾’’حالانکہ ہم نے اسے(ابراہیم کو)دنیا میں چن لیا تھا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دنیا کے حالات کے بارے میں خبر دی کہ ہم نے انہیں چن لیا۔انہیں ایسے اعمال کی توفیق دی جن کی بنا پر وہ نیک لوگوں میں شمار ہوئے۔

سوال3:﴿وَإِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِينَ﴾’’اور بلاشبہ وہ یقیناً آخرت میں صالحین میں سے ہوگا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آخرت کی حالت کے بارے میں رب العزت نے آگاہ فرمایا کہ وہ آخرت میں ان نیک لوگوں میں شامل ہوں گے جو بلند درجات پر ہوں گے۔

سوال4:سیدنا ابراہیم علیہ السلام کیسے انسان تھے،قرآن حکیم اس مقام پر ان کا کیا تعارف پیش کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی تمام آزمائشوں میں پورا اترنے والے۔﴿2﴾سب لوگوں کے پیشوا امام تھے۔﴿3﴾اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا۔جہاں وہ عبادت کے لیے کھڑے ہوتے تھے،اسے مستقل جائے نماز بنانے کا حکم ہوا۔﴿4﴾وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو پاک صاف رکھنے والے تھے۔﴿5﴾وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات،اپنی اولاد اور اپنی قوم کی دنیا وآخرت کی بھلائیوں کے لیے دعائیں کرنے والے تھے۔﴿6﴾وہ اللہ تعالیٰ کا گھر بنانے والے تھے۔﴿7﴾وہ یکسو حنیف تھے۔﴿8﴾وہ صالح اور مسلم تھے۔﴿9﴾اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نصیحت کرنے والے تھے۔

سوال5:رسول اللہ ﷺ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کی طرف دعوت دیتے تھے،یہودی،عیسائی اور کفار مکہ سبھی اپنے آپ کو ان سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

منسوب کرتے تھے پھر وہ آپ ﷺ کے مخالف کیوں ہو گئے؟

جواب: یہود دین کو قومی عزت کا نشان سمجھتے تھے جب کہ نبی ﷺ کی دعوت کے مطابق دین یہ تھا کہ انسان اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ لے اور یک سو ہو کر اللہ والا ہو جائے۔ اس دعوت دین سے ان کے قومی عزت والے دین پر زد پڑتی تھی اس لیے وہ آپ ﷺ کے دشمن بن گئے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کن خصوصیات کی وجہ سے کسی کا انتخاب کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اسلام یعنی مکمل اطاعت اور فرماں برداری، احسان یعنی نیکی کا اعلیٰ معیار اخلاص اور رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھنے، وفاداری، یک سوئی اور فرماں برداری کی وجہ سے انتخاب کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

﴿ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (131) ﴾

''جب اس کے رب نے اس سے کہا: ''فرماں بردار ہو جا'' تو اس نے کہا: ''میں جہانوں کے رب کا فرماں بردار ہو گیا۔'' (131)

سوال1: ﴿ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ﴾ ''جب اس کے رب نے اس سے کہا: ''فرماں بردار ہو جا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اخلاص اور فرماں برداری کا حکم دیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اخلاص، کمال عبودیت اور توحید و اسلام پر ثابت رہنے کا حکم دیا، تو انہوں نے رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ (تیسیر الرحمٰن: 73/1)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا: ''اَسْلِمْ'' اسلام لانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اپنی سوچ، اپنے خیال، اپنے جذبات، اپنے احساسات اور اپنے عمل کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا۔ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بننا ہے۔

سوال3: ایک انسان اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار کس طرح بنتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کو اپنا مالک، حاکم، آقا اور معبود مان کر۔ ﴿2﴾ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ڈھال کر۔ ﴿3﴾ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق دنیا میں زندگی گزار کر حقیقتاً انسان اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے۔

سوال4: ﴿ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ''تو اس نے کہا: ''میں جہانوں کے رب کا فرماں بردار ہو گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں خالص توحید اور محبت کے ساتھ رب العالمین کے سامنے اپنا سر جھکاتا ہوں۔ ﴿ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

متوجہ کرلیا جس نے آسمانوں اورزمین کو پیدا کیا ہے، یک سوہوکر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔(الانعام:79)

﴿ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ(132) ﴾

''اوراس کی وصیت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی: ''اے میرے بیٹو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین کو منتخب کیا ہے، تو ہرگز نہ تم مرنا مگراس حال میں کہ تم فرماں بردار ہو۔''(132)

سوال1: ﴿ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ﴾ ''اوراس کی وصیّت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب علیہ السلام نے بھی'' ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو کس چیز کی وصیت کی؟

جواب: ﴿1﴾ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو توحید کی وصیت کی اور اسے ایک ایسا کلمہ بنادیا جو باقی رہا حتیٰ کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو کلمہ توحید کی وصیت کی۔ ﴿2﴾ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو فرماں بردار بننے کی وصیت کی۔

سوال2: ﴿ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ''اے میرے بیٹو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین کو منتخب کیا ہے، تو ہرگز نہ تم مرنا مگراس حال میں کہ تم فرماں بردار ہو'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو کیا وصیت کی تھی؟

جواب: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس دین کو چن لیا ہے لہٰذا اس دین کو قائم کرو، اس کی شریعت پر عمل کرو، اس دین کے رنگ میں رنگے جاؤ پھر اسلام کے سوا کسی اور حالت پر تمہیں موت نہ آئے۔ اسی دین کے اخلاق واوصاف پر زندگی گزارو گے تو اسی پر موت آئے گی اور ان ہی کے ساتھ قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے میں رکاوٹیں آئیں، تم اسلام پر عمل کرنے سے نہ رکنا۔ غلبہ اسلام کی تمنائیں ٹوٹیں، تم نہ ٹوٹنا تم اسی دین پر قائم رہنا۔

سوال3: دین سے کیا مراد ہے؟

جواب: دین سے مراد زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے: ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے۔(آل عمران:19)

سوال4: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تمہاری زندگی کے لئے اسلام کو بطور دین منتخب کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے۔

سوال5: ﴿ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ''تو تم ہرگز نہ مرنا مگراس حال میں کہ تم فرماں بردار ہو'' اس بات سے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی کس چاہت کا اندازہ ہوتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اس سے ایک موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا صالح انسان کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ مرتے ہوئے بھی اس کے دل ودماغ پر کیا بات چھائی ہوئی ہے۔اس دنیا کو چھوڑتے ہوئے بھی یہ فکر ہے کہ اپنی اولاد کے لئے کیا چھوڑ رہے ہیں۔﴿2﴾اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام قدیم ہے۔وہی سارے انبیاء کی دعوت رہی ہے۔اس کی ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے وصیت کی۔انہوں نے کہا اسلام کو لازم پکڑ لو،اس پر دوام اختیار کرو اور اس کو نہ چھوڑنا یہاں تک کہ تم وفات پا جاؤ۔(تفسیر منیر:346/1)

﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ(133)﴾

''کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی؟جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا:''میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے''؟ انہوں نے کہا:''ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباء ابراہیمؑ،اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اسی کے لیے فرماں بردار ہیں۔''(133)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:یہود نے رسول اللہ ﷺ سے کہا:کیا آپ ﷺ نہیں جانتے کہ یعقوب علیہ السلام نے جس دن وفات پائی اس دن یہودیت کی وصیت کی تھی۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ﴾(تفسیر ابی سعود:297/1)

سوال2:﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ﴾''کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کو موت آئی؟''سیدنا یعقوب علیہ السلام کی موت اور وصیت کا ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:یعقوب علیہ السلام کا نام اسرائیل تھا۔ان ہی کی نسل میں سے بنی اسرائیل تھے۔ان سے یہود کی گہری وابستگی تھی۔ان کی موت کا معاملہ اور وصیت کا معاملہ یہود کو اندر سے ہلا دینے والا ہے۔یہود کو زجر وتوبیخ کرنے کے لئے کہا گیا ہے کہ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہودیت کی وصیت کی تھی؟اگر وہ کہیں کہ موجود تھے تو جھوٹے ہیں اور اگر کہیں کہ نہیں تھے تو یہ ثابت ہو گیا کہ انہیں معلوم ہی نہیں کہ کیا وصیت کی گئی تھی۔

سوال3:﴿اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ﴾''جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا:''میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟''سیدنا یعقوب علیہ السلام کو اپنی موت کے وقت کس چیز کی فکر سب سے زیادہ تھی؟

جواب:﴿1﴾سیدنا یعقوب علیہ السلام کو اپنی موت کے وقت سب سے زیادہ اپنی اولاد کے ایمان اور عبادت کی فکر تھی۔﴿2﴾ان پر جب اپنی موت کے آثار ظاہر ہوئے تو انہوں نے امتحان کے طور پر اپنے بیٹوں سے دریافت کیا تاکہ بیٹوں کے وصیت پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سکون نصیب ہو۔﴿3﴾﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ﴾ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ یعقوب علیہ السلام نے ان کے توحید اور اسلام پر قائم رہنے کے بارے میں پوچھا اور ان سے اس پر ثابت قدم رہنے کا عہد لیا۔﴿4﴾ قرآن حکیم لوگوں کو دو بنیادی امور پر اتفاق کی ترغیب دلاتا ہے۔ان میں سے پہلا توحید اور شرک اور اس کی اقسام سے برأت ہے اور دوسرے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور تمام اعمال میں اس کے لیے خضوع اور اسلام وہ ہے جس کی طرف قرآن نے اور نبی ﷺ نے دعوت دی۔انہوں نے اس اسلام کی دعوت نہیں دی جن معنوں میں وہ آج کل معروف ہے۔(تفسیر مراغی:124/1)﴿5﴾ سارے انبیاء کی وصیت توحید اور اسلام پر قائم رہنے کی تھی جیسا کہ فرمایا:﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ انہیں دعوت دیتے ہیں،اللہ تعالیٰ اپنے لیے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف اس کو راستہ دکھاتا ہے،جو رجوع کرتا ہے۔(الشوریٰ:13)

سوال4:﴿نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ بیٹوں کے اس جواب میں کیا بات جھلکتی نظر آتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ ان الفاظ سے بیٹے اپنے دین کو پہچان لیتے ہیں اور اس ورثے کو قبول کرتے ہیں۔یعنی ہم اس الہٰ کی عبادت کریں گے جو آپ کا اور آپ کے آباء کا معبود ہے جس کے وجود اور اس کی عبادت کے واجب ہونے پر عقلی اور حسی دلائل قائم ہیں۔اس کے ساتھ احکامات پر عمل کرنے والے،خضوع کرنے والے،اس کی عبودیت کا اعتراف کرنے والے اور ہر معاملے میں اس کی طرف رخ کرنے والے ہیں۔اس دور میں بتوں،ستاروں اور حیوانات کی عبادت ہوتی تھی۔ (تفسیر مراغی:124/1)﴿2﴾ ان الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی نسلوں تک یہ دین چلتا رہا۔ہاں یہودی ان کی وفات کے وقت موجود نہیں تھے۔یہ خبر رب العزت نے دی ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہودیت کی نہیں دین اسلام کی وصیت کی تھی۔

سوال5:﴿وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم اسی کے لیے فرماں بردار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اسلام کا مطلب ہے اپنے آپ کو حوالے کر دینا،سپرد کر دینا۔اسلام شعوری طور پر قبول کیا جاتا ہے۔﴿2﴾ عبادت اسلام لانے کے بعد کے تقاضوں میں سے ہے یعنی انہوں نے کہا:ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اب یہاں کہا ہم اس کے فرماں بردار ہیں تو انہوں نے توحید اور عمل کو جمع کر دیا۔

﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔـلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(134)﴾

''وہ ایک امت تھی جو یقیناً گزر گئی،جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے لیے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارے لیے ہے اور تم سے اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے؟‘‘(134)

سوال1:﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ﴾’’ وہ ایک امت تھی جو یقیناً گزر گئی‘‘ سے کون سی جماعت مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد انبیاء علیہم السلام کی جماعت اور ان کی اولاد کی جماعت ہے۔

سوال2:﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ﴾’’ جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے لیے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارے لیے ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر آدمی کو جو کچھ ملے گا اپنے ذاتی عمل کی بنیاد پر ملے گا، کسی دوسرے کے عمل کی بنیاد پر نہیں۔﴿2﴾ یہ بات اس لیے کہی گئی کہ سب جان لیں کہ دین حق ہے اور حق کے معاملے میں وراثت نہیں۔ بزرگوں کی نیکیوں کا ثواب بعد والی نسلوں کو نہیں ملتا۔ جیسے یہودی غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ ثواب مستقل ہوتا ہے، آپ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔﴿3﴾ عیسائیوں نے یہ سمجھا تھا کہ پچھلی نسلوں کے گناہ اگلی نسلوں تک منتقل ہوتے ہیں جب کہ یہ بات درست نہیں۔ گناہ وراثت میں نہیں ملتے جیسے نیکیاں وراثت میں نہیں ملتیں۔﴿4﴾ ہر شخص نے جو خیر اور شر کمایا تو ان کا خیر تمہیں نفع نہیں دے گا اگر تم برائی کماتے ہو۔(المحرر الوجیز:214/1)﴿5﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو جو کچھ ملے گا اپنے ذاتی اعمال کی وجہ سے ملے گا کسی دوسرے کے اعمال اس پر اثر انداز ہونے والے نہیں ہیں۔﴿6﴾ ہر شخص کا عمل اس کا اپنا عمل ہے اس پر اللہ تعالیٰ اسے جزا دے گا۔

سوال3:﴿وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾’’ اور تم سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کام کرتے تھے۔﴿2﴾ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر انسان اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کسی کے گناہوں کا مؤاخذہ دوسرے سے نہیں کرے گا۔ ہر شخص کو اس کا ایمان اور تقویٰ کام آئے گا۔ لہٰذا یہ زعم کہ انبیاء کی اولاد ہیں ان کے طریقے پر ہیں، درست نہیں۔ اپنے حالات پر غور کرو اور دیکھو کہ کیا میرے اعمال مجھے اللہ تعالیٰ کے یہاں نجات دلا دیں گے؟

﴿وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ(135)﴾

’’اور انہوں نے کہا کہ تم یہودی ہو جاؤ یا عیسائی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے، آپ کہہ دیں (نہیں) بلکہ ابراہیمؑ کی ملت، جو ایک اللہ کا ہونے والا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔‘‘(135)

سوال1: یہ آیت کب نازل ہوئی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک یہودی نے رحمت عالم ﷺ سے کہا کہ ہم صحیح راہ پر ہیں اگر تم بھی ہماری پیروی کرو گے تو راہ پاجاؤ گے، عیسائیوں نے بھی یہی بات کہی تھی اس پر یہ آیت اتری۔ (مختصر ابن کثیر:86/1)

سوال2: ﴿وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ تم یہودی ہوجاؤ یا عیسائی ہوجاؤ تو ہدایت پاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہودی مسلمانوں سے کہتے تھے: یہودی ہوجاؤ ہدایت ہمارے پاس ہے۔ ﴿2﴾ عیسائی مسلمانوں سے کہتے تھے کہ عیسائی ہو جاؤ ہدایت ہمارے پاس ہے۔ (تفسیر المیسر :31/1) ﴿3﴾ یہودی کہتے تھے کہ یہودیت کے سوا کوئی دین نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے ماسوا کو قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام افضل نبی ہیں اور ان کی کتاب افضل کتاب ہے اور ان کا دین بہترین دین ہے اور وہ عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا اور محمد ﷺ اور قرآن کا انکار کرتے تھے اور عیسائی کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے عیسائیت کے سوا کچھ بھی قبول نہیں کرنا کیونکہ عیسائیت اس کی خاص ہدایت ہے چونکہ عیسیٰ علیہ السلام سارے انبیاء میں افضل ہیں اور ان کی کتاب سب سے جلیل القدر کتاب ہے اور ان کا دین سب ادیان سے بہتر ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام، تورات، محمد ﷺ اور قرآن کا انکار کرتے تھے۔ (تفسیر المراغی:126/1)

سوال3: ﴿قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا﴾ ''آپ کہہ دیں (نہیں) بلکہ ابراہیم کی ملت، جو ایک اللہ کا ہونے والا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا بلکہ ابراہیم کا طریقہ اختیار کرنے پر ہدایت ملے گی یعنی توحید کا اقرار کرکے اور شرک کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے۔ ﴿2﴾ ابراہیم علیہ السلام وہ نبی ہیں جن کی پیروی کرنے میں ہدایت اور جن کی ملت کو چھوڑنا کفر اور گمراہی ہے۔ ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ اور دین میں اس سے اچھا کون ہے؟ جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی، جو ایک (اللہ کی) طرف ہوجانے والا تھا اور ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے خاص دوست بنالیا تھا۔ (النساء:125)

سوال4: حنیف کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ حنیف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کرتا ہے، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا اور اللہ تعالیٰ کے دین پر سیدھا چلتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:67,68/1) ﴿2﴾ ایسے شخص کو حنیف کہتے ہیں جو ہر طرف سے کٹ کر یک سوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ہوجاتا ہے۔

سوال5: انسان ایک اللہ کا کیسے ہوجاتا ہے؟

جواب: انسان کے اندر یک سوئی پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے قبلے کا تعین کیا۔ دن میں پانچ بار اللہ تعالیٰ کے لیے یک سو ہونا سکھایا جاتا ہے۔ انسان ساری دنیا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف اپنا رخ موڑ لیتا ہے۔ یہ حنیف ہونے کی تصویر ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ نماز کے علاوہ بھی یہ رویہ انسان اپنی زندگی میں اپنائے۔ ﴿1﴾ اپنے ہر معاملے میں سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رخ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرے۔﴿2﴾اپنی زندگی کے سارے فیصلے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے لے۔﴿3﴾اپنی خواہش اور دوسروں کی مرضی کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اہمیت نہ دے۔﴿4﴾اس طرح خدارخی اور یکسوئی والی زندگی اختیار کرلے۔

سوال6: یک سوئی کا انسان کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ یک سوئی سے ہی انسان غور وفکر کرسکتا ہے۔﴿2﴾ یک سوئی سے ایک اللہ کا ہونے سے ہی اس کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔

سوال7: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں یک سوئی کہاں دکھائی دیتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب عراق میں تھے تو بتوں سے کنارہ کشی اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر یک سو ہوگئے تھے۔﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بیٹے کو ذبح کرتے وقت بھی یک سو تھے۔

سوال8:﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ بہت بڑی گواہی ہے کہ وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا اس لئے مقام بلند تک پہنچا۔ ﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ وہ یہودی یا عیسائی نہیں تھے۔﴿3﴾اس آیت میں یہود ونصاریٰ پر ان کے دین کے باطل ہونے اور ملت ابراہیم کے حق ہونے کو واضح کیا گیا۔﴿4﴾ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے سوا نہ کوئی ہدایت ہے، نہ سعادت، نہ کمال۔ (ایسر التفاسیر:68,69/1)

﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ(136)﴾

''آپ سب کہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اور جو ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور اولادِ یعقوب علیہ السلام کی طرف نازل کیا گیا اور جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے سب نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ تعالیٰ ہی کے فرماں بردار ہیں۔''(136)

سوال1:﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ ''آپ سب کہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿قُوْلُوْٓا﴾ یعنی زبان سے کہو اور تمہارا دل اس کی تصدیق کرے اور تمہارے اعمال اس کے مطابق ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہوں۔﴿2﴾ یہی وہ قول ہے جس پر جزا وسزا مرتب ہوتی ہے۔جیسے دل کے عقیدے کے بغیر محض زبان سے ایمان کا اقرار کرنا اور اس کا اظہار کرنا نفاق اور کفر ہے۔﴿3﴾ وہ قول جو عمل سے عاری ہو زبان کا عمل ہے لیکن وہ تاثیر سے محروم رہتا ہے اور اس کا نفع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بہت کم ہوتا ہے۔اگر یہ قول کوئی بھلائی کی بات ہواور دل میں ایمان بھی ہوتو اس پر اجر ملتا ہے۔﴿4﴾﴿قُوْلُوْٓا﴾ میں مسلمان اپنے عقیدے کا اعلان کرتا ہے اور اس کی طرف دوسروں کو دعوت دیتا ہے۔﴿5﴾﴿اٰمَنَّا﴾ ہم ایمان لائے جمع کا صیغہ ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ ساری امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے تھام لیں۔ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے رہیں یہاں تک کہ سب متحد ہو جائیں اور ان کا عمل ایک ہو جائے۔﴿6﴾اس آیت سے فرقہ بندی کی مخالفت بھی نکلتی ہے۔﴿7﴾اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں۔﴿8﴾﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ ہم اس حقیقت پر ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے،وہ ایک ہے،ہر صفت کمال سے متصف اور ہر نقص اور عیب سے منزہ ہے۔تمام عبادات کا اکیلا ہی مستحق ہے۔ان عبادات میں کسی پہلو سے بھی کوئی ہستی اس کی شریک نہیں۔(تفسیر سعدی:166/1)

سوال2: اللہ رب العزت نے کس کس چیز پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے اپنی کتاب کے ساتھ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا ہے۔﴿2﴾ یہ آیت کریمہ ان تمام امور پر مشتمل ہے جن پر ایمان لانا واجب ہے۔جان لیجیے کہ ایمان،جو ان اصولوں کے ساتھ دل کی پوری تصدیق کا نام ہے اور اس کا اقرار،قلوب اور اعضاء کے اعمال کو متضمن ہے اور اس اعتبار سے اس میں اسلام داخل ہے اور اس میں تمام اعمال صالحہ بھی داخل ہیں۔پس تمام اعمال صالحہ ایمان کا حصہ اور اس کے آثار میں سے ہیں۔جب ایمان کا علی الاطلاق ذکر ہوگا تو مذکورہ امور ان سب میں شامل ہوں گے۔اسی طرح جب اسلام کا علی الاطلاق ذکر کیا جائے گا تو ایمان بھی اس کے اندر داخل ہوگا۔جب ایمان اور اسلام کا مقرون اور ایک ساتھ ذکر کیا جائے گا تب ایمان،قلب کے اقرار و تصدیق کا نام اور اسلام،اعمال ظاہرہ کا نام ہوگا اور اسی طرح جب ایمان اور اعمال صالحہ کو جمع کیا جائے گا (تو یہی اصول ہوگا۔)(تفسیر سعدی:165/1) کیونکہ عقیدہ دین کی اصل اور اس کی اساس ہے۔

سوال3:﴿وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ ''اور اس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے'' میں قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ دونوں شامل ہیں۔یعنی ہم قرآن وسنت پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کیا۔(النساء:113)﴿2﴾ قرآن وسنت پر ایمان لانے میں ان تمام چیزوں پر ایمان لانا بھی شامل ہے جن کا قرآن وسنت میں ذکر کیا گیا ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات،انبیاء کی صفات،آخرت کے حالات،غیبی امور،تمام شرعی احکامات،اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں،ثواب و عذاب پر ایمان لانا۔

سوال4:﴿وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾

''اور جو ابراہیم علیہ السلام،اسماعیل علیہ السلام،اسحٰق علیہ السلام،یعقوب علیہ السلام اور اولاد یعقوب علیہ السلام کی طرف نازل کیا گیا اور جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

علیہ السلام اور دوسرے سب نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ کا تذکرہ قرآن مجید میں کیا گیا۔ ﴿اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝﴾ بے شک یہ بات یقیناً پہلے صحیفوں میں ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔ (الاعلیٰ:18,19) ﴿2﴾ ﴿وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ﴾ خاص طور پر اس آیت میں جن انبیاء و مرسلین کا ذکر ہے ان پر ایمان لانا کہ وہ بڑی بڑی شریعتیں لے کر دنیا میں آئے۔ آیت کے اس حصے میں ان تمام کتابوں پر ایمان لانے کا حکم ہے جو انبیاء و مرسلین پر نازل کی گئی ہیں۔ ﴿3﴾ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم پچھلے انبیاء و مرسلین پر نازل ہونے والی کتابوں پر عمومی طور پر ایمان لائیں اور جس کا تفصیلی علم ہو جائے اس پر مفصل ایمان لائیں۔ ﴿4﴾ ﴿وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى﴾: اس سے مراد تورات اور انجیل ہے۔ ﴿5﴾ ﴿وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم انبیاء کی کتابوں اور شریعتوں پر ایمان لائیں۔ ہمیں ان کی حکومتوں اور مال و متاع پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دین ہی حقیقی عطیہ ہے جو انسان کو دنیا و آخرت میں سعادت تک پہنچاتا ہے۔ ﴿6﴾ ﴿مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کی بنیاد پر کتابیں بھیجیں، رسول بھیجے۔ اس کی ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو یوں ہی بے کار نہ چھوڑا جائے۔ رسول اللہ تعالیٰ کی جانب سے آتے ہیں اور بھلائی کی دعوت دیتے ہیں اور اور برائی سے روکتے ہیں۔ ان کی دعوت ایک ہے۔ ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے۔ (النساء:82)

سوال 5: ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ ''ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی یہود کی طرح جو کہتے ہیں ہم بعض پر ایمان لائے اور ہم بعض کا انکار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ کہو ہم انبیاء کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیائے کرام آپس میں علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے۔ (صحیح بخاری:3443) ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انہوں نے ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہ کیا، یہی لوگ ہیں انہیں جلد ہی اللہ تعالیٰ ان کے اجر سے نوازے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ (النساء:152) ﴿4﴾ یہود و نصاریٰ اگرچہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سارے انبیاء اور کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ تفریق کرتے ہیں۔ کچھ پر ایمان لاتے اور کچھ کو جھٹلاتے ہیں۔ اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں تو اپنے انبیاء اور ان کی کتابوں کی دی ہوئی خبروں کو جھٹلاتے ہیں اور یہ ان کا اپنے رسول سے کفر ہے۔

سوال 6: ﴿وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم اللہ تعالیٰ ہی کے فرماں بردار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ہم اپنے ظاہر و باطن سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے سر جھکاتے ہیں اس کی عبودیت کے لیے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ ہم اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی عبادت کواس کے لیے خالص کرتے ہیں۔﴿1﴾ یہ آیت کریمہ توحید کی تینوں قسموں پر مشتمل ہے یعنی توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات۔﴿2﴾ یہ آیت کریمہ تمام انبیاء ورسل اور کتابوں پر ایمان لانے پر مشتمل ہے۔﴿3﴾ یہ آیت کریمہ دل، زبان اور اعضاء کی تصدیق اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص پر مشتمل ہے۔﴿4﴾ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کو تعلیم دینے پر مشتمل ہے کہ وہ اپنے ایمان کا اظہار کیسے کریں۔شکر ہے اس ذات کا جس نے ایسا دین سکھایا جو دنیا وآخرت کی سعادت اور کمال تک پہنچانے والا ہے۔پاک ہے وہ جس نے قرآن مجید جیسی معرکۃ الآراء جامع کتاب نازل فرمائی جس میں ہدایت، رحمت اور شفاء ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے۔الحمدللہ۔یاارحم الراحمین قرآن مجید کو ہمارے دلوں کی بہار، آنکھوں کا نور اور غموں کا مداوا بنادے۔(آمین)

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (137)﴾

''پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پاگئے اور اگر وہ پھر جائیں تو یقیناً اب وہ مخالفت میں ہیں، چنانچہ عنقریب ان سے اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہو جائے گا اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(137)

سوال1:﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ ''پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پاگئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ﴾ یعنی اہل کتاب بھی اگر اسی طرح تمام انبیاء اور تمام کتابوں پر ایمان لائیں جیسا کہ تم ایمان لائے ہو، اور اس میں سب سے پہلے محمد ﷺ پر ایمان لائیں، جن پر ایمان لانے کا حکم وہ اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اور وہ تمام انبیاء سے افضل ہیں اور قرآن مجید پر ایمان لائیں جو آخری کتاب ہے جس میں کوئی تحریف اور تبدیلی نہیں، جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے تو انہوں نے اللہ رب العزت کے سامنے سر جھکا دیا اور اس کے رسولوں میں تفریق نہ کی۔﴿2﴾﴿فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ تو ان کو سیدھے راستے کی ہدایت مل گئی یعنی راستے کا پتہ بھی لگ گیا اور وہ نفع مند علم ہے اور چلنے کا طریقہ بھی جو اعمال صالح ہیں۔یہ راستہ جنت تک پہنچانے والا ہے۔ہدایت توفیق کو جاننے اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔اس ایمان کے بغیر اللہ تعالیٰ کی ہدایت یعنی علم نافع اور عمل صلاح کی توفیق نہیں ملے گی اور اپنی منزل یعنی جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا تک نہیں پہنچیں گے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ایمان معتبر ہے جس میں انسان حق کو پہچانے، حق کا اعتراف کرے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے دور میں اسی طرح ایمان لائے تھے۔اس لیے آئندہ آنے والے انسانوں کے سامنے ان کی زندگیوں کو مثال کے طور پر رکھا کہ اگر ان جیسا ایمان لاؤ گے تب ہدایت پاؤ گے۔﴿4﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے معیار اور کسوٹی قرار دیا ہے۔اب اگر لوگ اسی طرح ایمان لائیں گے تو ہدایت یافتہ ہوں گے۔

سوال2:﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ﴾ ''اور اگر وہ پھر جائیں تو یقیناً اب وہ مخالفت میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ''اور اگر وہ پھر جائیں'' یعنی ہدایت سے جس کی ضد علم سے محرومی اور علم کے بعد عملی گمراہی ہے۔﴿2﴾﴿فَاِنَّمَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿هُمْ فِيْ شِقَاقٍ﴾ یہی وہ شقاق ہے یعنی دشمنی اور مخالفت جس پر وہ قائم تھے۔یعنی علم سے محرومی اور عملی گمراہی۔﴿3﴾''اگر وہ پھر جائیں'' سے مراد ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے سے منہ پھیریں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ضد اور تعصب کی وجہ سے سیدھے راستے پر نہیں آتے۔ ﴿4﴾ شقاق میں وہ شخص مبتلا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول سے ہمیشہ متضاد راستے پر ہوتا ہے یعنی اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہے تو دوسری طرف شقاق والا ہوگا۔﴿5﴾ شقاق سے انتہا درجے کی عداوت پیدا ہوتی ہے ایسے دشمن رسول کو سخت ایذائیں دیتے ہیں اور اپنا وقت، مال، صلاحیتیں اپنا سب کچھ رسول کی دشمنی میں لگا دیتے ہیں۔یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

سوال3:﴿فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ﴾ ''چنانچہ عنقریب ان سے اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہو جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ پھر ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہے یعنی ان کی کسی ضد، مخالفت اور دشمنی سے تم خوف نہ کھاؤ۔سیدھے راستے پر جمے رہو، اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے وعدہ کیا ہے کہ وہ دشمنوں کے مقابلے میں ان کے لیے کافی ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ سمیع ہے وہ سب کچھ سنتا ہے وہ علیم ہے سب کچھ جانتا ہے جو کچھ پیچھے ہے اور جو آگے ہے، غائب اور حاضر سب اس کے علم کے دائرے میں ہے۔اس لیے ان کے شر کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے کافی ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔آپ ﷺ کو غلبہ عطا کیا۔یہ لوگ جلاوطن کر کے تتر بتر کر دیے گئے، ان کے جوان قتل ہوئے۔ان میں سے بعض کو قیدی اور غلام بنا لیا گیا۔﴿5﴾ یہ آیت قرآن حکیم کے معجزات میں سے ایک معجزے کو ظاہر کر رہی ہے اور وہ ہے ایک واقعہ کے وقوع ہونے سے پہلے خبر دینا اور پھر اس کا اسی کے مطابق واقع ہونا۔﴿6﴾ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت مصحف ان کی گود میں تھا۔﴿فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ﴾ کے الفاظ پر ان کے خون کے چھینٹے پڑے۔یہ مصحف آج بھی ترکی میں موجود ہے۔﴿7﴾ یہودیوں کے خلاف اللہ تعالیٰ حمایت کے لئے کافی ہو گیا۔جب بنو نضیر جلاوطن ہوئے اور بنو قریظہ قتل ہوئے تو نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا وعدۂ حفاظت اور نصرت پورا ہوا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائیں گے۔

سوال4:﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ کی صفات السمیع اور العلیم آئی ہیں، ان کی حکمت واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی صفات السمیع اور العلیم اللہ تعالیٰ کے کافی ہونے کو ثابت کرنے کے لئے ہیں کہ ہر بات اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور ہر بات کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اس لئے وہ کافی ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے اور اظہار کرنے کا حکم دے کر اپنے السمیع اور العلیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کا علم رکھتا ہے اور تمہارے اقرار، اعتراف اور اظہار کو سنتا ہے، وہ السمیع ہے۔

﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۠ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ(138)﴾

''اللہ تعالیٰ کا رنگ (اختیار کرو) اور رنگ میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ اچھا کون ہے؟ اور ہم اسی کے لیے عبادت کرنے والے ہیں۔''(138)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾ ''اللہ تعالیٰ کا رنگ (اختیار کرو)،اور رنگ میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ اچھا کون ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ﴾ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔﴿2﴾ اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ اس دین کے تمام عقائد اور احکامات پر تمام اوقات میں عمل کرو۔ یہاں تک کہ یہ دین تمہاری صفات میں سے ایک صفت بن جائے،تم پر اس دین کا رنگ چڑھ جائے جب تم اپنے اختیار اور دل کی خوشی سے اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کے آگے جھک جاؤ گے،ان پر عمل کرو گے تو یہ دین تمہارا مزاج،تمہاری فطرت اور تمہاری طبیعت بن جائے گا۔اس کی مثال یوں ہے جیسے کپڑے کو رنگ دیا جائے تو یہ رنگ اس کی صفت بن جاتا ہے جب تم پر اس دین کا رنگ چڑھ جائے گا تو تمہیں دنیا اور آخرت کی فلاح،سعادت اور کمال حاصل ہوگا کیونکہ دین حسن اخلاق اعلیٰ درجے کے اعمال اور عالی مرتبت کاموں کو اختیار کرنے کے لیے آمادہ کرتا ہے۔﴿3﴾﴿وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے رنگ سے اچھا کوئی اور رنگ نہیں۔عملی طور پر آپ متضاد رنگوں کا مقابلہ کر کے دیکھ سکتے ہیں۔بندۂ مومن جو اپنے رب پر صحیح ایمان رکھتا ہے،اس کا دل اپنے رب کے آگے جھک جاتا ہے۔اس کی زبان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات کرتی ہے،اس کے اعضاء اللہ تعالیٰ وراس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ ہر اچھی صفت سے خود کو آراستہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔احسن اعمال اور کمال درجے کے اخلاق کو اپناتا ہے اور گندی اور قبیح صفات وعادات سے اور تمام عیوب سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرتا ہے۔اس طرح قول وفعل میں سچائی،راست بازی،امانت،دیانت،ایفائے عہد،حیا،صبر، بردباری،شجاعت،پاکیزگی،قولی وفعلی احسان،حبِ الٰہی،خشیت الٰہی،توکل،اخلاص،اللہ تعالیٰ سے خوف اور امید رکھنا اس کا وصف بن جاتا ہے اور وہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔اگر سادگی سے دیکھیں تو مومن معبود کے لیے اخلاص اور اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ اختیار کرتا ہے۔اس کے مقابلے میں جس نے اپنے رب کا انکار کیا اس نے رب سے منہ موڑتے ہی بندوں کی طرف توجہ کی اور کفر،شرک،نفاق،جھوٹ،بدعہدی،دھوکہ وفریب،خیانت،مکروفریب اور اپنے اقوال وافعال سے مخلوق کے ساتھ برے سلوک جیسی بری عادات سے اپنے آپ کو متصف کیا۔جو معبود کے لیے کھوٹا ہے وہ بندوں کے لیے بھی کھوٹا ہو جاتا ہے۔وہ بندوں سے حسن سلوک نہیں کر پاتا۔اس طرح وہ فرق نمایاں ہو جاتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رنگ سے کوئی رنگ اچھا نہیں اور جس نے غیر اللہ کا رنگ اختیار کیا اس سے برا کوئی رنگ نہیں۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کا رنگ اس کی بندگی سے چڑھتا ہے اور غیر اللہ کا رنگ پانی سے جیسے یہودی اور عیسائی نئے پیدا ہونے والے بچے کو زرد رنگ کا پانی چڑھاتے تھے اور ہر اس شخص کو بھی یہ رنگ دیا جاتا ہے جسے عیسائی بنانا مطلوب ہوتا ہے۔اس کے بغیر کسی کو پاک تصور نہیں کیا جاتا۔﴿5﴾ اس آیت کریمہ میں نزول قرآن کے دور کے یہودیوں اور عیسائیوں کی تردید کی گئی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زرد رنگ کی کوئی حیثیت نہیں۔اس لیے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اسلام کے رنگ میں رنگو۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کے رنگ کو چھوڑ کر غیر اللہ کے رنگ اور ان کے طریقہ زندگی کو اختیار کرنا بندے کو ان میں شامل کروا دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بھی۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی پھر وہ انہی میں سے ہے۔''(سنن ابی داؤد:4031)

سوال2: یہ رنگ انسان پر کیسے چڑھتا ہے؟

جواب: یہ رنگ اللہ تعالیٰ کے دین سے چمٹ جانے سے چڑھتا ہے۔دین کو مضبوط پکڑنے سے،اس کا علم حاصل کرنے سے،اس پر عمل کرنے،اس کے دین کے پیغام کو پھیلانے سے،اس دین کا کام کرنے سے انسان پر اللہ تعالیٰ کا رنگ چڑھتا ہے۔

سوال3: ﴿وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ﴾''اور ہم اسی کے لیے عبادت کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾''اور ہم اسی کے لیے عبادت کرنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے رنگ کی وضاحت ہے۔یہ رنگ دو بنیادوں کو قائم کرتا ہے(الف) اخلاص(ب)متابعت۔﴿2﴾ کیونکہ عبادت ان تمام کاموں کے لیے جامع اسم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے،وہ اقوال ہوں یا ظاہری یا باطنی اعمال ہوں۔(رسالۃ العبودیۃ:149/10)﴿3﴾ یہ اعمال واقوال اس وقت تک درست نہیں قرار نہیں پاتے جب تک اللہ تعالیٰ انہیں رسول ﷺ کی زبان پر مشروع قرار نہ دیں اور اخلاص یہ ہے کہ بندہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے۔یعنی ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت،اس کے لیے اخلاص اور نبی ﷺ کی متابعت میں کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں نصیب فرمائے۔(آمین)

﴿قُلْ اَتُحَآجُّوْٓنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ(139)﴾

''آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہی ہمارا رب اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں اور ہم اس کے لیے خالص کرنے والے ہیں۔''(139)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: جب یہود ونصاریٰ نے مسلمانوں سے یہ کہا کہ انبیاء ہم میں آئے اور ہمارے دین پر تھے اور ہمارا دین تمہارے دین سے افضل اور ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں،اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔(واضح المیسر:53)

سوال2: ﴿قُلْ اَتُحَآجُّوْٓنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ﴾''آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہی ہمارا رب اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾﴿قُلْ اَتُحَآجُّوْٓنَنَا﴾ کیا تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو؟ یہ جھگڑے یہودی اور عیسائی آپس میں بھی کرتے تھے اور مسلمانوں سے بھی۔(الوسیط:223/1)﴿2﴾﴿فِي اللّٰهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں یعنی کیا تم اس بارے میں جھگڑا کرتے ہو کہ یہودیت اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

عیسائیت ہی دین حق ہے اورتم کہتے ہوکہ ﴿لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى﴾ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یاعیسائی ہو۔(البقرۃ:111)اور یہ کہتے ہو﴿كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا﴾تم یہودی ہو جاؤ یاعیسائی تو ہدایت پاجاؤ گے۔(البقرۃ:135)﴿3﴾﴿وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ﴾یعنی جس رب کے بارے میں تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو جب کہ سب لوگوں کا رب ایک ہے تمہارا کوئی اور رب نہیں۔﴿وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ﴾لیکن اعمال اپنے اپنے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا قرب اوراس کی محبت تو خالص اعمال ہی سے ملے گی۔اور یہ حالت صرف اہل ایمان کی ہے۔دوسروں کے مقابلے میں وہی اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔اس لیے کہ ایمان والے ہی اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص رکھتے ہیں اوراخلاص ہی نجات کا راستہ ہے۔

سوال3:﴿وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ﴾''اورہم اس کے لیے خالص کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ہم اسی کے لیے اخلاص سے عبادت کرتے ہیں۔ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اورتم شرک کرتے ہو۔(ایسرالتفاسیر:69/1)

﴿اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ(140)﴾

''یاتم کہتے ہوکہ یقیناً ابراہیم،اسماعیل،اسحٰق،یعقوب اوران کی اولاد سب یہودی یاعیسائی تھے؟کہہ دو:''کیاتم زیادہ جانتے ہو یااللہ تعالیٰ''؟اوراس سے بڑا ظالم کون ہوگا جواس گواہی کو چھپائے جواللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے پاس ہے؟اور جو کچھ تم کرتے ہواللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے۔''(140)

سوال1:﴿اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى﴾''یاتم کہتے ہوکہ یقیناً ابراہیم، اسماعیل،اسحٰق،یعقوب اوران کی اولاد سب یہودی یاعیسائی تھے؟''یہ بات کن سے کہی گئی اور کیوں؟

جواب:﴿1﴾یہ یہودیوں کی طرف سے ایک اور مباحثہ ہے۔انہوں نے یہ گمان رکھا کہ وہ رسولوں سے زیادہ قریب ہیں۔﴿2﴾یہ بات یہودی اورعیسائی اس لئے کہتے تھے کہ سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام،اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام،اسحٰق عَلَیْہِ السَّلَام اوریعقوب عَلَیْہِ السَّلَام سے یہودی،عیسائی اورمشرک عقیدت رکھتے تھے۔﴿3﴾اپنے دین کوسچا ثابت کرنے اور سچے دین کے بارے میں شک ڈالنے کے لئے یہ بات کہتے تھے کہ سیدنا ابراہیم،اسماعیل، اسحٰق اوریعقوب یہودی تھے یاعیسائی تھے۔

سوال2:﴿ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ﴾''کیاتم زیادہ جانتے ہو یااللہ تعالیٰ؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے رسولوں سے یہود ونصاریٰ کی قربت کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:کیاتم زیادہ جانتے ہو یااللہ تعالیٰ؟﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ابراہیم نہ یہودی تھے اورنہ عیسائی بلکہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ یک سومسلمان تھے اور مشرکوں سے نہیں تھے۔(آل عمران:67)﴿3﴾ یہود ونصاریٰ کا یہ دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے یا عیسائی۔اس بارے میں یا تو وہ سچے ہیں یا اللہ تعالیٰ۔جواب اگرچہ غیر واضح ہے مگر حقیقتاً واضح ہے کہ جواب دینے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی کہ اللہ تعالیٰ زیادہ سچا ہے۔

سوال3:﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ ''اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اس گواہی کو چھپائے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے پاس ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہودی اور عیسائی جانتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی۔انہوں نے اس گواہی کو چھپایا۔حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب اپنی کتاب میں پڑھا کرتے تھے کہ سچا دین ''اسلام'' ہے۔اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، اور ان کے بیٹے یہودیت ونصرانیت سے بری تھے۔(تیسیر الرحمٰن:77/1) یہ سب سے بڑا ظلم تھا۔یہ گواہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں سپرد کی گئی تھی۔اس لیے اس کی ادائیگی ان پر لازم تھی۔انہوں نے یہ گواہی چھپائی اور اس کی مخالف باتوں کا اظہار کیا۔﴿2﴾ انہوں نے حق کو چھپایا، اسے بیان نہ کیا، انہوں نے باطل کا اظہار کیا، اس کی طرف دعوت دی اور ان تمام کاموں کو جمع کر دیا۔کیا یہ سب سے بڑا ظلم نہیں؟ قیامت کے دن انہیں اس ظلم پر سخت سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

سوال4:﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعمال کو اور ان کی جزا کو محفوظ کر لیا ہے اور یہ جزا جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے جو ظالموں کے ظلم کی جزا ہے۔

﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(141)﴾

''وہ ایک امت تھی جو یقیناً گزر چکی، جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کے لیے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارے لیے ہے اور تم سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔''(141)

سوال1:﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ﴾ ''وہ ایک امت تھی جو یقیناً گزر چکی جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کے لیے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ﴾ یعنی انبیاء اور یہود ونصاریٰ کے اسلاف گزر چکے۔﴿2﴾﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ﴾ ''جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کے لیے ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارے لیے ہے'' یعنی ہر شخص کا اپنا عمل ہے۔اللہ تعالیٰ اسے اس کے عمل کی جزا دے گا۔کسی دوسرے شخص کے گناہوں کا اس سے مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ہر شخص کو اپنا ایمان اور تقویٰ ہی نفع دے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اس نے کوشش کی۔(النجم:38,39)﴿3﴾ گزشتہ بات کی یاددہانی کرائی ہے کہ انسان کا ذاتی عمل ہی اس کے کام آئے گا محض، انبیاء ورسل کی طرف نسبت، قیامت کے دن کچھ کام نہیں آئے گی۔اس لئے گزشتہ لوگوں کے بارے میں باتیں نہ بناؤ،تم سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا،تم سے تو تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔تم سے سوال کیا جائے گا کہ خاتم النبین محمد ﷺ پر ایمان لائے تھے یا نہیں؟ ان کی شریعت پر عمل کیا تھا یا نہیں؟(تیسیر الرحمٰن:77/1)

سوال2:﴿وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اورتم سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اورتم سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے''یعنی آپ کے بزرگ جو کچھ کرتے رہے ان کے بارے میں آپ سے سوال نہیں ہوگا اس لیے آپ اپنے اعمال کی فکر کرلو۔نجات کا دارومدار سارے کا سارا عمل پر ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس کا عمل اسے پیچھے کردے اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔''(مسلم:6853)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اس آیت کو لے کر آئے تاکہ ہر کوئی اپنے عمل کی فکر کرے اور مخلوق سے اپنا تعلق منقطع کرلے یعنی ایسی نسبت جس پر بھروسہ کرکے دھوکے میں رہیں۔اعمال ہی فائدہ دیتے ہیں نہ کہ بڑوں کی طرف انتساب۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہمیں اپنے اعمال کی فکر نصیب فرمائے۔نفع مند علم اور اعمال صالحہ کی رغبت نصیب فرمائے۔یاارحم الراحمین ایسی زندگی نصیب فرمادے کہ آپ ہم سے راضی ہوجائیں۔(آمین)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com